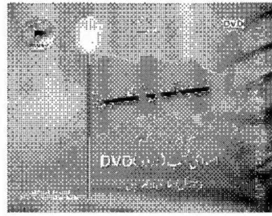
یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان





۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں ادرکنیؑ

DVD Version

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

اہل ذکر...؟

ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی

ترجمہ

نثار احمد زین پوری



انتشارات انصاریان

قم-خیابان شهدا-ص-پ ۱۸۷-تلفن ۲۱۷۴۴

نام کتاب ——— اہل ذکر... ؟

تالیف ——— ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی

ترجمہ ——— نثار احمد زین پوری

کتابت ——— رضوان حیدر ہندی

کتابت سرورق ——— پیغمبر عباس نوگانوی

ناشر ——— انتشارات انصاریان قم ایران

تعداد ——— تین ہزار ۳۰۰۰

تاریخ ——— سنہ ۱۳۷۱ھ شمسی

مقدمہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله ربّ العالمين ـ وأفضل الصلاة وأزكى التسليم على سيدنا ومولانا محمد المبعوث رحمة للعالمين سيد الأولين والآخرين والمُنزه عن كل ما هو مُشين، وعلى آله الطيبين الطاهرين أعلام الهدى ومصابيح الدّجى وأئمة المسلمين.

امابعد:

یہ چند سوالات میں نے مسلمان محققین کے لئے تیار کیے ہیں خصوصاً اہلسنت کے لیئے جن کا یہ گمان ہے کہ صرف وہی نبیؐ کی صحیح سنت سے متمسک ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ اپنے مخالف پر اعتراض کرتے ہیں اور انھیں برے القاب سے نوازتے ہیں۔

اور بعض اسلامی ممالک میں تو سنت محمدیؐ سے دفاع کے

نام پر انصار السنہ اور انصار الصحابہ نامی انجمنیں وجود میں آگئی ہیں اور شیعوں کو کافر ثابت کرنے اور ان کے ائمہ و علماء کا مذاق اور مضحکہ اڑانے کے لئے متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں اور اس فکر کو تمام اسلامی اور غیر اسلامی خطوں میں پہونچانے کے لئے عالمی ذرائع ابلاغ نشر کر رہے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج لوگوں کی گفتگو کا موضوع شیعہ اور سنی بنے ہوئے ہیں۔

بہت سے پروگراموں میں میری ملاقات بعض سچے اور ذہین جوان مسلمانوں سے ہوئی جو شیعیت کی حقیقت اور اس کے خرافات کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور شیعوں کے خلاف جو کچھ کتابوں میں پڑھتے اور سنتے ہیں دونوں کے درمیان بہت فرق پاتے ہیں وہ یہ نہیں جانتے کہ حق کیا ہے۔ میں نے بعض سے گفتگو کی اور اپنی کتاب "ثم اہتدیت" ان کو ہدیہ کی الحمدللہ ان میں سے اکثر نے بحث و تحقیق کے بعد حق کو پہچان لیا اور اس کا اتباع کرنے لگے، لیکن یہ چیز ان گنے چنے جوانوں میں منحصر ہو کر رہ گئی ہے جن سے میری اتفاقاً ملاقات ہوئی تھی۔ لیکن دوسرے جوانوں کے لئے ایسی ملاقات مشکل ہے، وہ مختلف افکار کے تانے بانے میں پھنسے ہوئے ہیں۔

باوجودیکہ مطمئن کن دلیلیں اور ٹھوس حجتیں "ثم اہتدیت" اور "لاکون مع الصادقین" میں موجود ہیں، پھر بھی دونوں کتابیں شیعوں کے خلاف ہونے والے ان پروپیگنڈوں اور ان کے دفاع کے لئے کافی نہیں ہیں، جو ڈالر کے بل بوتے پر مختلف ذرائع ابلاغ سے نشر کئے جا رہے ہیں

اس کے باوجود اس شور و غل میں حق کی آواز گونجے گی، اور عنقریب اس سخت تاریکی میں نور حق چمکے گا اس لئے کہ یہ خدا کا وعدہ ہے اور اس کا وعدہ ضرور پورا ہوگا چنانچہ پروردگار عالم کا ارشاد ہے:

﴿يريدون ليطفئوا نور الله بأفواههم، والله
متمّ نوره ولو كره الكافرون﴾ سورۂ الصف، آیت ۸

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ نور خدا کو اپنے منہ سے بجھا
دیں اور خدا اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے چاہے یہ بات کفار
کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔

خداوند عالم صاف طور پر فرما رہا ہے کہ ان کے اعمال تباہ
ہو جائیں گے چنانچہ ارشاد ہے :

﴿إن الذين كفروا يُنفقُونَ أموالَهم ليصدّوا عن
سبيل الله، فسينفِقُونَها ثم تكون عليهم حَسْرَةً ثمّ يُغلَبُون
والذين كفروا إلى جهنّم يحشرون﴾

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا یہ اپنے اموال کو
صرف اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو راہ خدا سے
روکیں تو یہ خرچ بھی کریں گے اور اس کے بعد یہ بات
ان کے لئے حسرت بھی بنے گی اور آخر میں مغلوب بھی ہو
جائیں گے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا یہ سب جہنم
کی طرف لے جائیں گے ۔

اس لئے علماء، صاحبان قلم اور مفکرین پر واجب ہے
کہ وہ اس کی لوگوں کے سامنے وضاحت کریں جو صورت حال ان کے
سامنے ہے اور سیدھے راستہ کی ہدایت کریں ۔چنانچہ خداوند عالم کا
ارشاد ہے :

﴿إنّ الذين يكتمون ما أنزلنا من البيّنات

والهدى من بعد ما بيّناه للنّاس في الكتاب أولئك يلعنُهم اللّهُ ويلعنُهم اللاّعنون، إلاّ الذين تابوا وأصلحوا وبيّنوا فأولئك أتوبُ عليهم وأنا التوّابُ الرحيم﴾ بقرہ، آیت ۱۶۰

جو لوگ ہمارے نازل کئے ہوئے واضح بیانات اور ہدایات کو ہمارے بیان کر دینے کے بعد بھی چھپاتے ہیں ان پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں علاوہ ان لوگوں کے جو توبہ کر لیں اور اپنے کئے کی اصلاح کر لیں اور جس کو چھپایا ہے اس کو واضح کر دیں تو ہم ان کی توبہ قبول کر لیتے ہیں کہ ہم بہترین توبہ قبول کرنے والے اور مہربان ہیں ۔

تو علماء اس موضوع کے سلسلہ میں صرف خدا اور حق پسندی کے تحت کیوں نہیں زبان کھولتے اور کیوں نہیں چھان بین کرتے جبکہ خداوند عالم ہدایت و بینات نازل کر چکا ہے ۔ اور جب وہ دین کو کامل اور نعمت کو تمام کر چکا ہے جب رسولؐ امانت ادا کر چکے ہیں ۔ اور تبلیغ رسالت کر چکے ہیں ۔ اور امت کو سمجھا چکے ہیں تو پھر یہ تفرقہ اور عداوۃ ، بغض اور ایک دوسرے کو برے القاب سے نوازنا کیسا اور ایک دوسرے کو کافر کہنا ۔۔۔ کیوں ؟

میں اپنے موقع پر تھوڑی دیر ٹھہر کر تمام مسلمانوں سے صاف طور پر کہوں گا کہ نجات اور اتحاد وسعادت اور جنت کا حصول دو بنیادی اصول پر موقوف ہے اور وہ ہیں کتاب خدا اور عترت رسولؐ یا سفینۂ نجات پر سوار ہونے میں نجات ہے اور وہ سفینۂ اہلبیتؑ ہیں اور یہ بات میری اپنی ایجاد نہیں ہے ۔ بلکہ یہ تو قرآن میں خدا کا اور حدیث میں رسول کا فرمان ہے

آج مسلمانوں کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں

ا ۔ یہ کہ اہلسنت والجماعت مذہب اہلبیتؑ رسولؐ کو قبول کر لیں یعنی شیعہ اثناعشری کے ساتھ ہو جائیں اس طریقے سے مذہب شیعہ ان کے نزدیک پانچواں مذہب ہو جائے گا اور اس کے ساتھ وہی سلوک کریں جو دوسرے اسلامی مذاہب کے ساتھ اختیار کر رکھا ہے اس میں نقص نہ نکالیں اس کے ماننے والوں کو بُرے القاب سے نہ نوازیں اور طلبہ در روشن فکر افراد کو اس مذہب کو اختیار کرنے میں آزاد چھوڑ دیں جس سے وہ مطمئن ہیں۔ اسی طرح تمام مسلمانوں (سنی اور شیعوں) کو دوسرے اسلامی مذاہب جیسے زیدیہ وغیرہ کو بھی تسلیم کرنا چاہیئے، باوجودیکہ اس مشکل کا حل ہے لیکن ہماری امت میں صدیوں سے چلے آنے والے تفرقہ اور نفرت کے لئے اس کی حیثیت ایک قرص (TABLATE) کی ہے

۲ ۔ یہ کہ تمام مسلمان ایک عقیدہ پر متحد ہو جائیں کہ جس کو کتابِ خدا اور اس کے رسولؐ نے بیان کیا ہے اور یہ ایک ہی طریقہ سے ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ سارے مسلمان ائمہ اہلبیتؑ کا اتباع کریں کہ جن سے خدا نے رجس کو دور رکھا ہے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھا جو حق ہے، اور یہی وجہ ہے کہ سارے مسلمان ان کی اعلمیت اور ان کے تمام چیزوں میں مقدم ہونے پر متفق ہیں جیسے تقویٰ، ورع، زہد و اخلاق اور علم و عمل میں وہ سب پر فائق ہیں جبکہ صحابہ کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف ہے، پس مسلمانوں کو وہ چیز چھوڑ دینی چاہیئے جس میں اختلاف ہے اور اسے اختیار کرنا چاہئے جس میں اتفاق ہے۔ جیسا کہ رسولؐ کا ارشاد بھی ہے۔ مشکوک چیزوں کو چھوڑ کر غیر مشکوک کو اختیار کرو،، اس طرح

امت ایک پلیٹ فارم جمع ہو جائے گی۔ اور اس اساسی قاعدہ پر متفق ہو جائے گی جو ہر چیز کا محور ہے جس کی بنیاد رسالتمآب نے اپنے اس قول کے ذریعہ رکھی:

میں تمھارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک تم ان سے وابستہ رہوگے کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ ہیں کتاب خدا اور میری عترت اہلبیت[1]

اور جب یہ حدیث مذہب میں اختلاف کے باوجود فریقین بلکہ تمام مسلمانوں کے نزدیک ثابت ہے تو مسلمانوں کے ایک گروہ کو کیا ہو گیا کہ وہ اس پر عمل نہیں کرتا؟؟؟ اگر سارے مسلمان اس حدیث پر عمل کرتے تو ان کے درمیان ایسی قوی وحدت اسلامی پیدا ہو جاتی جس کو (زمانہ کی) ہوا ہلا نہ سکتی اور طوفان اسے متزلزل نہیں کر سکتے تھے پروپیگنڈے اور دشمن اسلام اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تھے۔

میرے عقیدہ کے لحاظ سے مسلمانوں کی گلوخلاصی اور نجات کا واحد راستہ یہی ہے، اس کے علاوہ سب باطل و خرافات ہے قرآن و سنت میں غور کرنے والا تاریخ پر اپنی عقل کے ساتھ نظر رکھنے والا بلا تردد میری موافقت کرے گا۔

لیکن پہلی اساس تو اسی روز منہدم ہو گئی تھی جس روز رسولؐ اس دنیا کو خیرباد کہنے والے تھے، صحابہ نے آپ کی حیات ہی میں اختلاف برپا کیا جس کی وجہ سے تفرقہ پڑ گیا اور امت ٹکڑوں میں تقسیم

---

[1] صحیح بخاری و مسلم

ہوگئی، اس طرح امت صدیوں سے دوسری اساس یعنی عترت وکتاب کی طرف رجوع کرنے کے سلسلہ میں پریشان رہی ہے۔ جیساکہ ماضی میں بنی امیہ و بنی عباس کے زمانہ میں ذرائع ابلاغ نے اس کو ثابت کیا ہے۔ آج ہمارے زمانہ میں اہلبیتؑ کا اتباع کرنے والوں کو کافر کہا جارہا ہے۔ ان کو گمراہ ثابت کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ ان کا مقابلہ کیا جائے اور کھلم کھلا حق کا اظہار کیا جائے اور اس سلسلہ میں قرآن کریم کے اسلوب کو اختیار کیا جائے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿... قل هاتوا برهانكم إن كنتم صادقين﴾

..... کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔[1]

اور برہان وحجت زبردستی کسی پر تحمیل نہیں کی جاسکتی ہیں اور نہ ہی آزاد منش افراد کو لالچ وطمع کے جال میں پھنسا کر یہ بات باور کرائی جاسکتی ہے کہ جنہوں نے اپنے نفسوں کو خدا کے لئے فروخت کردیا ہے اور اب حق کے عوض میں کسی دوسری شئی کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اگرچہ اس کے لئے انھیں جان ہی پر کھیلنا پڑے۔

اے کاش علمائے امت ایک کانفرنس منعقد کرتے اور ان مسائل کے سلسلہ میں فراخ دلی، روشن فکری اور بے لوث طریقہ سے غور کرتے اور اس طرح امت اسلامی کی خدمت کرتے اور اس کے تفرقہ کو اتحاد میں بدلتے اور اس کے درد کا مداوا کرتے۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۱۱

یہ وحدت ہو کے رہے گی خواہ لوگوں کو یہ بات گوارہ ہو یا نہ۔ کیونکہ خدا نے ذریت مصطفیٰ میں امام منتخب کیا ہے۔ جو عنقریب اس کو عدل و انصاف سے اسی طرح پر کرے گا جیسے وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی یہ امام عترت طاہرہ میں سے ہوگا۔ خداوند عالم امت کی طول حیات سے اس کا امتحان لے رہا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کا وقت قریب آجائے گا تو اس کے امام کے انتخاب میں غلطی کو اس پر آشکار کر دے گا اور اسے حق کی طرف رجوع کرنے اور اس اصل راستہ کے اتباع کی مہلت عطا کرے گا جس کی طرف محمدؐ نے دعوت دی تھی وہ محمدؐ جو یہ کہا کرتے تھے: بارِالٰہا میری قوم کی ہدایت فرما کیونکہ وہ نادان ہے۔

اب وہ وقت آن پہونچا ہے کہ میں اپنی کتاب، "فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ" کو پیش کروں یہ کتاب کچھ سوالات پر مشتمل ہے کہ جس کے جوابات ائمہ اہلبیتؑ کے آثار و مواقف سے دئے گئے ہیں امید ہے کہ تمام اسلامی ممالک کے مسلمان اس سے استفادہ کریں گے وما توفیقی الا باللہ۔

خدا سے میری دعا ہے کہ وہ میرے عمل کو قبول کرے اس میں خیر و برکت عطا کرے، یہ تو وحدت کی بنیاد ہے،

یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ آج تک مسلمان ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں۔

اس بات کو میں نے اسلامی اور غیر اسلامی ممالک کے

سفر کے دوران محسوس کیا اور ابھی کچھ دنوں پہلے ہندوستان جانے کا اتفاق ہوا تھا کہ جہاں بیس کروڑ مسلمان ایک چوتھائی شیعہ اور تین حصہ سنی آباد ہیں ان کے بارے میں میں نے بہت کچھ سن رکھا تھا لیکن جبکا میں نے خود مشاہدہ کیا ہے وہ بہت ہی خوفناک اور حیرت انگیز ہے۔ یقیناً مجھے امت کی حالت پر افسوس ہوا اور میں رو دیا۔ اگر ایمان وامید کا سہارا نہ ہوتا تو قلب حسرو یاس سے بھر جاتا۔

ہندوستان سے واپسی پر میں نے اہلسنت کے مرجع ابوالحسن ندوی کے نام ایک خط روانہ کیا تھا اور ان سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں اس خط کو مع آپ کے جواب کے نشر کروں گا، لیکن ابھی تک اس کا کوئی جواب نہیں آیا ہے۔ اس خط کو میں اس کتاب کے مقدمہ میں شامل کررہا ہوں تاکہ وہ ہمارے لئے تاریخی وثیقہ بن جائے اور عند اللہ اور عند الناس ہمارے حق میں گواہی دے کہ ہم نے انھیں اتحاد کی دعوت دی تھی۔

ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سید ابوالحسن ندوی ہندی

کے نام کھلا خط۔۔!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے محمد تیجانی سماوی تیونسی کہتے ہیں، خدانے ہدایت وتوفیق کے ذریعہ مجھ پر احسان کیا اور میں طویل تحقیق کے بعد مذہب شیعہ سے متمسک ہوگیا ہوں جبکہ اس سے قبل میں مالکی تھا اور شمالی افریقہ کے صوفیوں کے مشہور سلسلہ تیجانیہ کا پیروکار تھا، شیعہ علماء کے پاس آمد ورفت کے ذریعہ میں نے حق کو پہچانا اور اس سے متعلق ایک کتاب لکھی اور اس کا نام "ثم اھتدیت" رکھا جو آپ کے ملک "ہندوستان" میں بھی "مجمع علمی اسلامی" کی طرف سے متعدد زبانوں میں چھپ کر ختم ہوچکی ہے۔ اسی مناسبت سے مجھے ہندوستان آنے کی دعوت دی گئی۔

سیدی عزیز! میں مختصر زیارت کے لئے ہند آیا میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا تھا کیونکہ میں نے آپ کے بارے میں سنا تھا کہ اہلسنت

والجماعت کے مرجع آپ ہی ہیں۔ لیکن مسافت کی زیادتی اور وقت کی تنگی کی بناپر ملاقات نہ کرسکا، اور صرف بمبئی، پونہ، جبل پور اور گجرات کے کچھ شہروں تک ہی جا سکا۔ لیکن ہندوستان میں سنی اور شیعوں کے درمیان بغض وعداوت دیکھ کر بہت تکلیف ہوئی۔

یقیناً یہ بات میں پہلے بھی سنتا تھا کہ ہندوستان میں اسلام کے نام پر جنگ وجدال ہوتی ہے اور کبھی نیک مسلمانوں کا خون بہہ جاتا ہے میں اس کی تصدیق نہیں کرتا تھا، سوچتا تھا کہ مبالغہ آرائی ہے لیکن جو میں نے اپنے سفر کے دوران وہاں دیکھا اور سنا اس سے میری حیرت وتعجب ہوا ہوگئی۔ اور مجھے یہ یقین ہوگیا کہ (یہاں) اسلام اور شیعہ سنی مسلمانوں کے خلاف پست سازشیں اور بڑی منصوبہ بندی سے کام ہو رہا ہے۔ میرے اس علم ویقین کو اس بالمشافہہ گفتگو نے اور تقویت بخشی جو میرے اور اہلسنت کے علماء کی ایک جماعت کے درمیان ہوئی تھی۔ اس جماعت میں جماعت اسلامی کے مفتی شیخ عزیز الرحمٰن پیش پیش تھے یہ ملاقات ان ہی کی دعوت کی بناپر بمبئی میں ان ہی کی مسجد میں ہوئی تھی۔

میں صحیح طریقہ سے ان کے درمیان پہونچا بھی نہیں تھا کہ انھوں نے شیعیان اہلبیتؑ پر لعن طعن کرنا شروع کردی اور زہر اگلنے لگے وہ مجھے ذلیل اور قتل کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ انھیں یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ میں نے ایک کتاب لکھی ہے کہ جس میں اہلسنت کو مذہب اہلبیتؑ اختیار کرنے کی دعوت دی ہے۔ لیکن میں ان کے ارادوں کو بھانپ گیا میں نے اپنے اعصاب پر قابو کیا اور مسکراتے ہوئے کہا: میں تمہارا مہمان ہوں، تم نے مجھے دعوت دی، میں حاضر ہوگیا۔ کیا تم نے مجھے اسی لئے بلایا ہے کہ مجھ پر سب وشتم کرد

کیا اسلام نے تمھیں اسی اخلاق کی تعلیم دی ہے؟ انھوں نے بہت ہی منہ پھٹ انداز میں اور حلفیہ جواب دیا: کہ میں اپنی عمر کے کسی دن میں مسلمان تھا ہی نہیں کیونکہ میں شیعہ ہوں اور شیعہ مسلمان نہیں ہیں۔

میں نے کہا: میرے بھائیو! خدا سے ڈرو! ہمارا ایک خدا ایک نبیؐ، ایک کتاب اور ایک قبلہ ہے، اور شیعہ خدا کو ایک جانتے ہیں اور نبیؐ واہلبیتؑ کی اقتدا کرتے ہوئے اسلام پر عمل کرتے ہیں، وہ نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں حج کرتے ہیں انھیں کافر قرار دینا تمھارے لئے کیسے جائز ہو گیا؟

انھوں نے مجھے جواب دیا: تمھارا قرآن پر ایمان نہیں ہے تم منافق ہو، تقیہ پر عمل کرتے ہو، تمھارے امام کہتے ہیں تقیہ میرے آباء و اجداد کا دین ہے، تم یہودی ہو، کیونکہ اسکا موسس عبداللہ ابن سبا یہودی ہے۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا: مجھ سے شیعہ ہونے کی حیثیت سے گفتگو نہ کریں میں خود تمھاری طرح مالکی تھا اور تحقیق و چھان بین کے بعد میں اس بات سے مطمئن ہو گیا کہ اہلبیتؑ کا اتباع کرنا بہتر ہے۔ کیا تمھارے پاس ایسی کوئی دلیل ہے کہ جس کے ذریعہ مجھ سے مجادلہ کر سکو یا پھر تم مجھ سے سوال کرو کہ میری دلیل کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھا سکیں۔

انھوں نے کہا! اہلبیتؑ ازواج نبیؐ ہیں۔ تم قرآن کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔

میں نے کہا: صحیح بخاری اور مسلم سے تو تمھارے قول کی مخالفت ثابت ہوتی ہے! انھوں نے کہا: جو کچھ صحیح بخاری و مسلم اور دوسری

حدیث کی کتابوں میں ایسی چیزیں مرقوم ہیں جس سے تم حجت قائم کرتے ہو وہ شیعوں کی گڑھی ہوئی حدیثیں ہیں جنھیں ہماری کتابوں میں سمو دیا گیا ہے

میں نے ہنستے ہوئے انھیں جواب دیا : جب شیعوں نے تمہاری کتابوں اور صحاح میں غلط حدیثیں بھر دی ہیں تو ان کتابوں کا اور اس پر قائم تمہارے مذہب کا کوئی اعتبار نہیں ہے ۔ (میرے اس جملہ سے) وہ خاموش ہو گئے، لیکن ان میں سے ایک نے بے جوڑ گفتگو کا از سر نو آغاز کیا اور کہا : جو بھی خلفائے راشدین سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان سیدنا علیؑ و سیدنا معاویہ اور سیدنا یزید رضی اللہ عنہ کی خلافت پر ایمان نہیں رکھتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے !!!

میں اس کی یہ بات سن کر ہکا بکا رہ گیا : اس لئے کہ میں نے اپنی زندگی میں یہ بات کبھی نہیں سنی تھی کہ ۔ جو معاویہ و یزید کی خلافت پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے ، میں نے اپنے دل میں کہا : یہ بات تو کسی حد تک صحیح ہے کہ مسلمان ابو بکر و عمر اور عثمان سے راضی ہو جائیں لیکن یزید کے کے بارے میں تو میں نے ہندوستان کے علاوہ کہیں نہیں سنا تھا ۔ میں نے ان سب کو مخاطب کر کے سوال کیا ، کیا تم سب اس شخص کی رائے سے متفق ہو؟

ان سب نے بیک زبان کہا : ہاں ۔

اب میں نے یہ سوچا کہ ان سے گفتگو کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے ۔ اور میری سمجھ میں یہ بات آگئی کہ وہ مجھے غیظ دلا کر مجھ سے انتقام لینا چاہتے ہیں ۔ اور صحابہ پر لعنت کے الزام میں مجھے قتل کر دیں گے اور کسی کو خبر نہ ہوگی ۔

میں نے ان کی آنکھوں میں شر کو دیکھ لیا اور اپنے اس ساتھی

سے کہا جو مجھے ان کے پاس لے گیا تھا، کہ مجھے یہاں سے فوراً نکال لے چلو، چنانچہ اس نے مجھے نجات دلائی۔ حالانکہ وہ مجھ سے روا رکھے جانے والے سلوک پر ، عذر خواہی کر رہا تھا۔ اور اس بات پر افسوس کر رہا تھا۔ اور یہ شخص کہ جو اس ملاقات کے ذریعہ حق کو پہچاننا چاہتا تھا اس سے بری تھا۔ واضح رہے کہ یہ نوجوان اور مہذب شخص بمبئی کے مکتبہ اور مطبع اسلامیہ کا مالک شرف الدین تھا۔ وہ ہمارے درمیان ہونے والی مذکورہ گفتگو کا گواہ ہے۔ اس کے سامنے ان افراد کی بداخلاقی کہ جو اپنے کو سب سے بڑا عالم تصور کرتے ہیں پوشیدہ نہ رہی۔

میں نے انھیں چھوڑ دیا حالانکہ مجھے مسلمانوں کے اس انحطاط پر افسوس ہو رہا تھا خصوصاً ان لوگوں پر جو مرکز صدارت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور خود کو علماء کے نام سے پیش کرتے ہیں۔ پھر میں نے اپنے دل میں کہا جب اندھے تعصب میں علماء کی یہ حالت ہے تو (یہاں کے) عوام الناس اور جاہلوں کی کیا کیفیت ہوگی۔ اب میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ ایسے معرکے اور جنگیں کیسے وجود میں آتی ہیں۔ جن میں محترم خون بہہ جاتا ہے عزتیں پامال ہو جاتی ہیں اور ہتک حرمت ہوتی ہے اور یہ سب کچھ اسلام سے دفاع کے نام پر ہوتا ہے۔ میں امت کی اس پست روش پر رو دیا کیونکہ اس امت کے سپرد خدا نے ہدایت کی ذمہ داری کی تھی اور رسولؐ نے تاریک قلوب تک نور پہونچانے کی ذمہ داری لی تھی اور ابھی ہدایت کی شدید ضرورت ہے اور اس وقت صرف ہندوستان میں سات سو ملیون افراد غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں گائے اور بتوں کی تقدیس کرتے ہیں اور بجائے اس کے کہ مسلمان انھیں موحد بنائیں ان کی ہدایت کریں، تاریکی سے نکال کر روشنی میں لائیں تاکہ وہ رب العالمین کو قبول کریں، آج ہم مسلمانوں کو خصوصاً ہندوستان میں دیکھتے ہیں کہ انھیں

خود ہدایت کی ضرورت ہے۔

لہٰذا میرے سید و سردار آپ کو دعوت نامہ ارسال کر رہا ہوں

کہ خدائے رحمٰن و رحیم، اس کے رسولؐ اور عظیم اسلام کے نام پر، "اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑیں اور تفرقہ بازی سے پرہیز کریں،، میری گذارش ہے کہ آپ ایک شجاع مسلمان کا موقف اختیار کریں کہ جو خدا کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی اس پر شیطان کی دلی خواہش عصبیت و قبائلیت طاری ہوتی ہے۔

میں آپ کو پرخلوص اور واضح موقف کی دعوت دیتا ہوں

آپ لوگوں ہی پر خدا نے اس علاقہ کے لوگوں کی ہدایت کی ذمہ داری اس وقت تک عائد کی ہے جب تک آپ اسلام کا دم بھرتے رہیں گے۔ خدا آپ کے اس موقف سے ہرگز راضی نہیں ہوگا کہ آپ یہاں وہاں رونما ہونے والے حادثات سے راضی ہوں کہ جس کی قیمت شیعہ سنی مسلمانوں کو چکانا پڑتی ہے۔ قیامت کے روز خداوند عالم ہر چھوٹے بڑے کا آپ سے حساب لے گا، اور ہر نافرمانی کے متعلق آپ سے پوچھا جائے گا۔ کیونکہ صاحبان علم اور جاہل برابر نہیں ہیں ہر ایک پر اس کے ظرف و دانائی کے مطابق ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور شرافت کے لحاظ سے بزرگی و عظمت ملتی ہے۔

لہٰذا جب تک آپ اپنے کو ھندوستان کا عالم سمجھتے رہیں گے

اس وقت تک آپ کی ذمہ داری بھی عظیم رہے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کے کچھ کہنے میں ہندوستان کے لوگوں کی صلاح بھی ہو سکتی ہے اور کبھی اس سے نسلیں ہلاک بھی ہو سکتی ہیں اے صاحبان عقل اللہ سے ڈرو!

بیشک خداوند عالم نے ملائکہ کے بعد علماء کو بلند مرتبہ عطا کیا ہے

چنانچہ ارشاد ہے :

﴿شهد الله أنه لا إله إلا هو والملائكة وأولوا العلم قائماً بالقسط﴾ سورہ آل عمران، آیت ر ۱۸

اللہ خود گواہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے ملائکہ اور صاحبان علم گواہ ہیں کہ وہ عدل کے ساتھ قائم ہے۔

اور جب خداوند عالم ہم سب کو یہ حکم دے رہا ہے یہ کہکر :

﴿وأقيموا الوزن بالقسط ولا تُخسروا الميزان﴾

سورہ رحمٰن، آیت ر ۸

اور انصاف کے ساتھ وزن کو قائم کرو اور تولنے میں کم نہ تولو ۔

اور جب مفسرین نے قیمتی مادی اشیا میں عدل قائم کرنے کے لئے کہا ہے تو ان عقائدی چیزوں میں عدالت سے کیوں کام نہیں لیتے کہ جو حق و باطل کے درمیان امتیازی حیثیت رکھتی ہیں، انھیں پر بشر کی ہدایت موقوف اور اس میں پوری انسانیت کی نجات کا راز مضمر ہے ۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے :

﴿وإذا حكمتم فاحكموا بالعدل﴾

اور جب کوئی فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو ۔

نیز ارشاد ہے :

﴿يا داود إنا جعلناك خليفة في الأرض فاحكم بين الناس بالحق ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله﴾

اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں اپنا جانشین بنایا ہے لہذا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور

خواہشات کا اتباع نہ کرو کہ وہ راہ خدا سے منحرف کر دے

اور رسولؐ اکرم کا ارشاد ہے کہ:

"حق بات کہو اگرچہ وہ تمہارے خلاف ہی ہو"

نیز فرمایا!

"حق کہو خواہ وہ تلخ ہی ہو۔۔۔۔"

میرے عزیز محترم میں آپ کو کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ انھیں صاف صاف بیان کیجئے اگرچہ تلخ ہی ہو۔ یہ بات خدا کے نزدیک آپ کے لئے شاہد ہوگی اپنے پروردگار کی قسم کھا کے بتلائیے کیا شیعہ آپ کے نزدیک مسلمان نہیں ہیں؟

کیا آپ کا یہ عقیدہ حق ہے کہ وہ کافر ہیں؟ کیا اہلبیتؑ نبویؐ کے اتباع کرنے والے کہ جنھوں نے خدا کی وحدانیت وعظمت کے سلسلہ میں تمام فرقوں سے زیادہ کام کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ خدا مشابہت وہم شکل ہونے اور جسمانیت سے پاک ہے، وہ اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور دوسرے فرقوں سے زیادہ ان کی عظمت کے قائل ہیں۔ ان کا قول ہے کہ نبیؐ بعثت سے قبل بھی مطلق طور پر معصوم تھے، کیا آپ انھیں کافر کہتے ہیں؟

کیا جو لوگ خدا اور رسولؐ اور مومنوں سے دوستی رکھتے ہیں جو عترت نبیؐ کو دوست رکھتے ہیں جیسا کہ ابن منظور نے "لسان العرب" میں مادۂ شیعہ کے ذیل میں تحریر کیا ہے، کیا ان کو آپ غیر مسلمان کہتے ہیں؟

کیا وہ شیعہ جو بہترین طریقے سے نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں مزید خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے اموال سے خمس نکالتے ہیں اور رمضان و دیگر ایام کے روزے رکھتے ہیں خانۂ خدا کا حج بجالاتے ہیں

اور شعائر اللہ کی تعظیم کرتے ہیں اور اولیائے خدا کا احترام کرتے ہیں، دشمنانِ خدا اور اسلام دشمن طاقتوں سے اظہار برأت کرتے ہیں، کیا وہ آپ کے نزدیک مشرک ہیں۔

کیا وہ لوگ جو اہلبیتؑ میں سے ان بارہ اماموں کی امامت کے قائل ہیں جن سے خدا نے رجس کو دور رکھا ہے اور اس طرح پاک کیا جو کہ حق ہے اور ان کی امامت پر رسولؐ نے نص فرمائی ہے جیسا کہ اہلسنت علماء مثلاً بخاری و مسلم وغیرہ نے اپنی صحاح میں تحریر کیا ہے۔ وہ آپ کے نظریہ کے مطابق دائرۂ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں؟؟

کیا وہ لوگ مسلمان ہیں جو حیات نبیؐ میں اور بعد نبیؐ کسی روز بھی امامت سے متعارف نہیں تھے۔ اور اس نظریہ کو فارس (ایران) و مجوس کا نظریہ کہتے ہیں۔؟

کیا آپ اس وقت اس شخص کو کافر قرار دیتے ہیں جو یزید ابن معاویہ کو امام مانتا ہے کہ جس کے فسق کو ہر خاص و عام مسلمان جانتا ہے؟ اور یزید کی خست و ذلالت کے لئے تو یہی چیز کافی ہے کہ جس پر مسلمانوں کا اجماع بھی ہے کہ یزیدؑ نے بیعت لینے کے لئے، مدینہ منورہ کو اپنے لشکر کے لئے مباح کر دیا تھا۔ وہ جو چاہے کرے۔ پس اس کے فوجیوں نے ہزاروں بہترین صحابہ اور تابعین کو قتل کیا اور بے شمار عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ بالجبر زنا کیا جن سے پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد کو خدا ہی جانتا ہے۔ اس (یزیدؑ) کے لئے تو رہتی دنیا تک یہی رسوائی اور ذلت کافی ہے کہ اس نے جوانانِ جنت کے سردار کو قتل کیا، اور رسولؐ کی بیٹیوں کو بے پردہ کیا، امام حسین علیہ السلام کے دندانِ مبارک کو چھڑی لگائی اور مشہور اشعار میں اس کی مثال دی۔

۔ اے کاش بدر میں شہید ہونے والے میرے بزرگ ہوتے تو دیکھتے ،، یہاں تک کہ اس نے کہا! ،، یہ تو بنی ہاشم کا بادشاہ بننے کے لئے ڈھونگ تھا، ورنہ نہ کوئی فرشتہ آیا اور نہ وحی نازل ہوئی ،،

اس کے ان اشعار سے صاف طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ والہ کی نبوت اور قرآن مجید پر ایمان نہیں رکھتا تھا کیا یہ حق ہے کہ جو یزیدؔ اور اس کے باپ معاویہ پر لعنت کرے آپ اسے کافر قرار دیں؟ جو علی علیہ السلام پر لعنت کرتا تھا اور لعنت کرنے کا حکم دیتا تھا بلکہ صحابہ میں سے جو لعنت کرنے سے انکار کرتا تھا اسے تہ تیغ کر دیتا تھا جیسا کہ حجر ابن عدی کندی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا۔ اس لعنت کے سلسلہ کو ایک سنت بنا دیا کہ جو ستر سال تک جاری رہی جبکہ وہ (معاویہ) رسولؐ کے اس قول سے واقف تھا:

،، جس نے علیؑ پر لعنت کی اس نے میرے اوپر لعنت کی، اور جس نے میرے اوپر لعنت کی اس نے خدا کو برا کہا ،،

جیسا کہ اہلسنت کی صحاح میں یہ چیزیں بیان ہوئی ہیں، اس کے علاوہ اس کے بہت سے ایسے افعال ہیں جو اسلام کے منافی ہیں۔ اس نے اپنے بیٹے یزید کی بیعت لینے کے لئے بہت سے نیکوکار لوگوں کو قتل کیا۔ اور جعدہ بنت اشعث کے ذریعہ حسن ابن علی علیہما السلام کو قتل کرایا اس کے علاوہ اس کے اور بہت سے جرائم ہیں جنھیں اہلسنت کی تاریخ نے ذکر کیا ہے جیسا کہ شیعیان علی علیہ السلام نے اس کی شہادت دی ہے۔

محترم میں آپ کے بارے میں یہ خیال نہیں کرتا ہوں کہ آپ

ان تمام چیزوں سے متفق ہوں گے ورنہ اسلام پر سلام، اور دنیا پر خاک، کیونکہ اس کے بعد نہ دنیا میں کوئی پیمانہ ہے نہ عقل ہے نہ شرع ہے نہ کوئی منطق ہے نہ کوئی دلیل ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله وکونوا مع الصادقین﴾

ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔

قسم خدا کی پاکستان کے عالم ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب خلافت وملوکیت کے صـ۱۰۶ پر ابوالحسن بصری سے نقل کیا ہے کہ:

قسم خدا کی معاویہ میں چار خصلتیں ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی ہوتی تو وہی اس کی ہلاکت کے لئے کافی تھی۔

۱۔ مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر خلیفہ بن بیٹھا جبکہ ان میں صحابہ اور بافضیلت افراد موجود تھے۔

۲۔ اپنے بعد اپنے بیٹے کو خلیفہ بنادیا جو شراب خوار حریر پوش اور طنبور بجاتا تھا۔

۳۔ زیاد کو اپنا بھائی بنایا، جبکہ رسولؐ کا قول ہے کہ: بچہ صاحب فراش کا ہے اور زناکار کے لئے پتھر ہے۔

۴۔ اس کا حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنا پس حجر اور ان کے اصحاب کے سلسلہ میں معاویہ پر ویل ہو (اس جملہ

کو تین مرتبہ دہرایا)

خدا ابوالاعلیٰ مودودی پر رحم کرے کہ انھوں نے حق کا اظہار کیا اور اگر وہ چاہتے تو ان خصلتوں سے زیادہ اسکی چالیس خصلتیں گنواتے لیکن مرحوم نے معاویہ کی ہلاکت کے لئے ان چار ہی کو کافی سمجھا۔

شاید مودودی صاحب نے ان لوگوں کے جذبات کا خیال رکھا جو معاویہ کی تقدیس و احترام اور اسے رضی اللہ عنہ کہنا سیکھتے ہیں بلکہ اس کے بیٹے یزید کو بھی اسی زمرہ میں شامل کر لیتے ہیں جیسا کہ خود میں نے علمائے ہند سے سنا ہے۔ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

اور انھیں باتوں کے تحت میں نے بھی ان لوگوں کے جذبات کا خیال رکھا تھا جنھوں نے مجھے رسوا کرنے کے لئے دعوت دی تھی ان میں سے میں نے ایک بات بھی بیان نہیں کی تھی کیونکہ مجھے اپنا ڈر تھا۔

محترم میری آپ سے گذارش ہے کہ آپ واضح موقف کو اختیار کریں اور اس سے خدا کی رضا کو حاصل کریں بیشک خدا حق کے بارے میں ذرا بھی شرم نہیں کرتا، میں آپ سے یہ نہیں چاہتا کہ آپ ان کی برائی کے قائل ہو جائیں اور نہ ہی ان کی برائیوں سے پردہ ہٹانے کے لئے کہتا ہوں اس سلسلہ میں ہمارے اور آپ کے لئے تاریخ کافی ہے۔

لیکن یہ ضرور چاہتا ہوں کہ آپ خود اعتراف کریں اور اپنے پیروں کو یہ بتائیں کہ جو ان (معاویہ و یزید وغیرہ) کی امامت کے قائل نہیں ہیں اور ان سے محبت نہیں رکھتے وہی سچے اور حقیقی مسلمان ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ یہ کہیں کہ شیعہ ہمیشہ مظلوم رہے ہیں کیونکہ انھوں نے کبھی شجرۂ ملعونہ کی امامت کا اعتراف نہیں کیا ہے جس کی مثال خداوند کریم نے

قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے۔

آپ قسم کھا کے بتائیں کہ شیعوں کی کیا خطا ہے۔ رسولؐ خود اپنے بعد اپنے اہلبیتؑ کے اتباع کا حکم دیتے ہیں یہاں تک کہ انھیں سفینۂ نوح سے تشبیہ دی جو اس پر سوار ہوا وہ نجات پائے گا اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ ہلاک ہوگا۔ شیعوں کی کیا خطا ہے جبکہ وہ رسولؐ کے اس حکم کا اتباع کرتے ہیں:

میں تمھارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں کتابِ خدا اور میری عترت جب تک ان سے وابستہ رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔

اور اس بات کی گواہیاں تو اہلسنت کتابوں میں بھی ہیں چہ جائیکہ شیعہ کی کتابیں۔

لیکن رسولؐ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے ان کے شکر گزار ہوئے، انھیں دوسروں پر مقدم کرنے اور فضیلت دینے کے بجائے ان پر سب وشتم کرتے ہیں انھیں کافر کہتے ہیں ان سے بیزاری اختیار کرتے ہیں، یہ تو انصاف نہیں ہے اور نہ ہی یہ بات معقول ہے۔

محترم ہمیں ان خرافات اور رکیک باتوں کو چھوڑ دینا چاہئے جو کسی دلیل و برہان پر استوار نہیں ہیں اور انھیں اپنی امت کے نوجوانوں پر تحمیل نہ کریں کہ شیعوں کا ایک خاص قرآن ہے یا شیعہ تو علیؑ کو صاحب شریعت کہتے ہیں یا عبد اللہ ابن سبا مذہب تشیع کا موسّس ہے۔ اس کے علاوہ اور روایات قسم کے اقوال ہیں کہ جن کے بارے میں خدا گواہ ہے کہ دشمنانِ اسلام اور عدوِ اہلبیتؑ کا پروپیگنڈہ ہے جو انھوں نے اندھے تعصب اور جہالت کی بنا پر گڑھ دیا ہے

محترم میں یہ سوال کرتا ہوں کہ ہندوستان کے علماء کو جامعہ
اظہر کے علماء سے کیا نسبت ہے کہ جنھوں نے مذہب شیعہ امامیہ کو قبول کرنے
کا تیس سال قبل فتوی دیا تھا اور جامعہ اظہر ہی کے علمائے اعلام کا یہ بھی
نظریہ ہے کہ فقہ جعفری کہ جس پر شیعہ عمل کرتے ہیں وہ ان تمام مذاہب اسلامی
سے زیادہ روح اسلام سے قریب ہے کہ جو اس کی فرع ہیں اور ان علما کے راس
و رئیس شیخ محمود شلتوت رحمۃ اللہ ہیں، پس کیا وہ علمائے اسلام اور مسلمانوں
کو نہیں پہچانتے تھے؟ یا ہندوستان کے علماء ان سے اعلم و اعرف ہیں۔ میں
نہیں سمجھتا کہ آپ بھی اسی کے قائل ہوں گے ۔۔۔!

محترم! آنکھیں آپ پر لگی ہیں آپ کی محبت و شفقت کیلئے
میرا قلب کھلا ہوا ہے، یقیناً گذشتہ زمانہ میں میں بھی آپ کی طرح حقیقت سے
بے خبر اور اہلبیت اور ان کے شیعوں سے ناواقف تھا پس خدا نے اس حق کی
طرف میری راہنمائی کی کہ جس کے علاوہ گمراہی و ضلالت ہے میں تعصب کی
بندشوں اور اندھی تقلید سے آزاد ہو گیا ہوں اور مجھ پر یہ بات آشکار ہو گئی ہے
کہ زیادہ تر مسلمان ابھی تک باطل اور پروپیگنڈے کے پردوں میں چھپے ہوئے
ہیں اور ان کو حقیقت تک پہونچنے نہیں دیا جاتا کہ کہیں سفینۂ نجات پر سوار نہ
ہو جائیں اور خدا کی رسی کو پکڑ نہ لیں جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ شیعہ و سنی کے
درمیان کوئی فرق نہیں ہے سوائے اس اختلاف کے جو خلافت کے سلسلہ میں
بعد رسولؐ رونما ہوا، اس اختلاف کی بنیاد تمہارا صحابہ پر اعتقاد ہے جبکہ صحابہ
رضی اللہ عنہم میں آپس میں اختلاف تھا یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے پر لعنت
کرتے تھے، لڑتے تھے اور بعض بعض کو قتل کرتے تھے۔

پس اگر شیعوں کا اختلاف انھیں دین سے خارج کر دیتا ہے

تو العیاذ باللہ صحابہ اس تہمت کے زیادہ مستحق ہیں میں نہیں سمجھتا کہ آپ اس کو برداشت کر سکیں گے، انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اس سلسلہ میں یہ بھی نہ کہیں کہ وہ دین سے خارج ہیں، اہلبیتؑ کے تقدس واحترام کے سلسلہ میں جو شیعوں کا نظریہ ہے وہی صحابہ کے تقدس واحترام کے سلسلہ میں اہلسنت کا نظریہ ہے پس دونوں موقفوں میں کتنا بعد ہے، اگر اس نظریہ میں شیعہ خطا پر ہیں تو اہلسنت بدرجۂ اولیٰ خطا کار ہیں۔ کیونکہ تمام صحابہ اہلبیتؑ کو اپنے نفسوں پر مقدم کرتے تھے اور ان پر بالکل اسی طرح درود بھیجتے تھے جس طرح نبیؐ پر بھیجتے تھے، ہمیں کسی ایک صحابی کے بارے میں بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ اس نے نفس کو اہلبیتؑ مصطفےٰؐ پر مقدم کیا ہو یا علم و عمل کے لحاظ سے خود کو ان پر فضیلت دی ہو۔

پس اب وہ وقت آن پہونچا ہے کہ شیعیان اہلبیتؑ سے تاریخی تاریکی کو ہٹا یا جائے ان سے قربت و بھائی چارگی قائم کی جائے نیک اور اچھے کاموں میں تعاون کیا جائے، اس امت کے لئے ویسے ہی خونریزی اور فتنہ انگیزی کیا کم ہے۔

عنقریب خدا آپ کو ایک کلمہ پر جمع کر دے گا، اور آپ کے ذریعہ افتراق کو ختم کر دے گا اور آپ کے سبب علیٰحدگی و سنگدلی کو دور کر دے گا، آپ کے باعث اس زخم کا مداوا کرے گا، آپ کے توسط سے اس فتنہ کی آگ کو خاموش کرے گا، آپ ہی کے وسیلہ سے شیطان اور اس کے گروہ کو رسوا کرے گا۔ اور آپ خدا کے نزدیک کامیاب ہو جائیں گے۔ خصوصاً آپ تو اہلبیتؑ کی اولاد سے ہیں جیسا کہ میں نے سنا ہے لہٰذا ایسے اعمال بجالائیے کہ جن کے سبب آپ ان (اہلبیتؑ) کے ساتھ محشور ہو سکیں

"اور یہ تمہاری امت ایک ہی ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس میری عبادت کرو"۔
"اور کہدیجئے کہ (نیک) عمل بجالاؤ کیونکہ خدا، اسکا رسول اور مومنین تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں"۔ اور خدا ہمیں اور آپ کو توفیق مرحمت فرمائے اسی میں لوگوں اور شہروں کی فلاح ہے۔ خداوند عالم ہمیں اور آپ کو اپنے مخلص بندوں میں شمار فرمائے۔

اس خط کے ہمراہ آپ کی خدمت میں اپنی کتاب "ثم اہتدیت" کا ایک نسخہ بھی ارسال کر رہا ہوں، یہ کتاب میں نے اسی موضوع پر تالیف کی ہے میری طرف سے یہ ہدیہ ہے امید ہے کہ قبول فرمائیں گے۔

وَالسَّلامُ عَلَیکُم وَرَحمَۃُ اللّٰہِ وَبَرکَاتُہٗ
مخلص محمد تیجانی السماوی، تیونسی

پوچھ لو

آیہ فاسئلوا اھل الذکر مسلمانوں کو ہر مشکل کام میں اہل ذکر کی طرف رجوع کرنے کا حکم دے رہی ہے تاکہ وہ راہ راست سے آگاہ ہو جائیں۔ کیونکہ خداوند عالم نے انھیں تعلیم دینے کے بعد اس کام کے لئے منتخب کیا ہے یہی راسخون فی العلم ہیں اور یہی قرآن کی تاویل سے واقف ہیں۔

یہ آیت اہلبیتؑ یعنی محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے تعارف کے لئے نازل ہوئی ہے۔ عہد نبیؐ کے علاوہ قیام قیامت تک پنجتن پاک اصحاب کساء میں سے حسین علیہ السلام کی نسل سے نو ائمہ ہوں گے کہ جن کو رسولؐ نے معین کیا ہے۔ اور مناسب موقعوں پر ان کا تذکرہ بھی کیا ہے اور انھیں ائمہؑ ہدیٰ، مصابیح الدجیٰ اہل ذکر، راسخون فی العلم کے القاب سے نوازا ہے۔

یہ روایات عہد نبیؐ ہی سے شیعوں کے نزدیک متواتر اور صحیح

ہیں۔ اہل سنت کے بعض علماء ومفسرین نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے اور اس آیت کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ یہ آیت اہلبیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے ان میں سے بعض علماء کے اسماء یہاں مثال کے طور پر پیش کر رہا ہوں۔

۱۔ امام ثعلبی نے تفسیر کبیر میں سورہ نحل کی اسی آیت کے معنی کے ذیل میں۔

۲ ابن کثیر نے تفسیر القرآن کی جلد ۲، ص ۵۷

۳ تفسیر طبری میں جلد ۱۴ ص ۱۰۹

۴ تفسیر آلوسی المسمیٰ بہ روح المعانی جلد ۱۴ ص ۱۳۴

۵ تفسیر قرطبی جلد ۱۱ ص ۲۷۲

۶ تفسیر حاکم المسمیٰ بہ شواہد التنزیل جلد ۱ ص ۳۳۴

۷ تفسیر تستری المسمیٰ بہ احقاق الحق جلد ۳ ص ۴۸۲

۸ قندوزی حنفی کی ینابیع المودۃ ص ۵۱ و ۱۴۰

اگر آیت کے ظاہری معنی سے اہل کتاب "یہود و نصاریٰ" مراد ہیں تو اس کے لئے ہم اس بات کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس آیت سے مراد یہود و نصاریٰ نہیں ہیں۔

اوّلاً : اس لئے کہ، قرآن نے متعدد آیات میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے خدا کے کلام میں تحریف کی اور اپنے ہاتھوں سے لکھ کر کہہ دیا کہ یہ خدا کی کتاب ہے تاکہ اس سے کچھ قیمت حاصل کر سکیں (قرآن) ان لوگوں کے بارے میں کذب اور ان کے ہاتھوں سے کلام خدا میں تحریف کی گواہی دے رہا ہے۔ یہ بات معقول نہیں ہے کہ قرآن ان کی اس حرکت کے باوجود ان سے رجوع کرنے کا حکم دے اور کہے کہ جو مسائل تم نہیں جانتے وہ یہود و نصاریٰ سے پوچھ لو۔

ثانیاً : بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الشہادات کے باب، لایسئل اہل الشرک،، کی جلد ۳ ص۱۶۳ پر ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ :

رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ : اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ انھیں جھٹلاؤ ، یہ کہو ہم تو اللہ اور اس کے نازل کئے ہوئے پر ایمان لاچکے ہیں ۔۔آیت "

اس آیت سے یہود و نصاریٰ کو چھوڑنا اور ان سے رجوع نہ کرنا آشکار ہے، کیونکہ عدم تصدیق و تکذیب دونوں ہی اس سوال کی نفی کر رہے ہیں۔ کہ جس کا صحیح جواب طلب کیا جاتا ہے ۔

ثالثاً : بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۸ ص۲۰۸ کتاب التوحید اللہ تعالیٰ کے قول ،، کل یوم ھو فی شان ،، کے باب میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ :

: انھوں نے کہا مسلمانو ! تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں کیسے سوال کرتے ہو۔ جبکہ تمھاری کتاب وہ ہے جسے خدا نے اپنے نبیؐ پر نازل کیا اور جو صرف اللہ کی طرف سے خبر دیتی ہے ، وہ کوئی قصیدہ نہیں ہے ۔ اور خدا تمہیں آگاہ کر چکا ہے کہ اہل کتاب ،یہود و نصاریٰ،، نے کتاب خدا میں تحریف کر دی اور پھر اپنے ہاتھوں سے لکھ کر کہنے لگے (یہ) خدا کی کتاب ہے ۔ تاکہ اس سے کچھ نفع حاصل کر سکیں ۔ یا تمھیں اس چیز کے بارے میں ان سے سوال کرنے کو منع کیا ہے کہ جسکا تمھیں علم نہ ہو۔ خدا کی قسم ہم نے ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ تم سے

اس چیز کے بارے میں سوال کرے جو تم پر نازل ہوئی ہے ۔

رابعاً : اگر آج ہم اہل کتاب « نصاریٰ ، » سے سوال کریں
تو وہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ خدا ہیں ۔ اور یہود انھیں جھٹلاتے ہیں ، یہاں تک کہ وہ عیسیٰ کو
نبی بھی نہیں مانتے ہیں ۔ اور یہود و نصاریٰ دونوں نبیؐ اور اسلام کا انکار کرتے ہیں ۔
اور کہتے ہیں : ۔ محمدؐ ۔ بہت بڑے جھوٹے اور دجال ہیں ۔ معاذ اللہ ۔ کیا
اس کے باوجود ہم آیت کا یہ مفہوم نکال سکتے ہیں کہ خدا نے ہمیں ان سے رجوع کرنے
کا حکم دیا ہے ۔ ناممکن ہے ۔ اور جب ظاہر آیت سے اہل کتاب ، یہود و نصاریٰ ،
کا اہل ذکر ہونا سمجھ میں آتا ہے تو اس سے اس بات کی نفی نہیں ہوتی ہے کہ یہ آیت
اہلبیتؑ نبی کی شان میں نازل ہوئی ہے ۔ جیسا کہ شیعوں اور سنیوں کے نزدیک
صحیح حدیثوں سے ثابت ہے ۔ اور اسی سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ خداوند متعال
نے ان ہی کو اس کتاب کے علم کا وارث ۔ کہ جس میں کسی قسم کی تفریط نہیں ہے ۔
۔ بنایا ہے ۔ اور اپنے بندوں میں سے انھیں اس لئے منتخب کیا ہے تاکہ لوگ
تفسیر و تاویل قرآن کے بارے میں ان سے رجوع کریں اور جب وہ خدا و رسولؐ کی
اطاعت کریں گے تو ان کی ہدایت کی ضمانت بھی ہوگی ۔

خداوند عالم چاہتا تھا کہ تمام لوگوں کو اپنے برگزیدہ اور عالم کتاب
افراد کا مطیع و فرمانبردار بنا دے تاکہ قیادت اور دنیا کے نظم و نسق کا مسئلہ حل ہو جائے
پس اگر وہ لوگوں کے درمیان نہ رہیں گے تو ہر ایک پر ہوس طاری ہو جائے
گی ، لوگوں کے امور میں بدنظمی پیدا ہو جائے گی اور ہر ایک کے لئے اعلمیت کا
دعویٰ کرنا ممکن ہوگا ۔

اس بات سے مطمئن ہو جانے کے بعد اہل ذکر سے مراد اہلبیتؑ

ہیں، اس پر دلیل قائم کروں گا کہ اہل ذکر سے مراد اہلبیتؑ ہی ہیں ـــــ عنقریب میں ایسے سوالات پیش کروں گا کہ اہل سنت کے پاس جن کا جواب نہیں ہے یا اگر جواب ہے، تو اس سے جان بوجھ کر پہلوتہی اختیار کرتے ہیں اور ایسی دلیل پیش کرتے ہیں جسے کوئی محقق قبول نہ کر سکے ـــــ ان سوالات کے حقیقی جوابات ائمہ اطہارؑ ہی کے پاس ہیں کہ جنھوں نے دنیا کو علم و معرفت اور صالح عمل سے مالامال کیا ہے۔

پہلی فصل

اللہ سے متعلق

پہلا سوال :

رویت خدا اور اسکے مجسم ہونے کے بارے میں؟

خداوند عالم اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے :

﴿لا تدركه الأبصار﴾ انعام / ۱۰۳

آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں

﴿وليس كمثله شيء﴾ شوریٰ / ۱۱

اس کے مثل کوئی شئی نہیں ہے

اور جب جناب موسیٰ نے دیدار کی خواہش کی تو فرمایا :

﴿لن تراني﴾ تم مجھے کبھی نہیں دیکھ سکتے اعراف / ۱۴۳

پس تم ان حدیثوں کو کیسے قبول کرتے ہو جو صحیح بخاری اور مسلم میں منقول ہیں کہ خداوند عالم اپنی مخلوق کے سامنے جلوہ افروز ہوگا، اور لوگ اسے چودھویں کے چاند کی طرح سے دیکھیں گے۔[۱] اور ہر شب جمعہ کو آسمان دنیا پر اترتا ہے۔[۲] جہنم میں اپنا پیر ڈال دے گا اور وہ بھر جائے گا۔[۳] وہ اپنی پنڈلی کھول دے گا تاکہ مومنین پہچان لیں۔[۴] وہ ہنستا ہے اور حیرت میں پڑ جاتا ہے۔[۵] ان کے علاوہ اور بہت سی روایات ہیں کہ جن سے خدا کا مجسم اور متحرک ہونا ثابت ہوتا ہے ـــ مثلاً ـــ اس کے دو ہاتھ اور دو پیر ہیں، پانچ انگلیاں ہیں، پہلی انگلی آسمانوں پر، دوسری زمینوں پر، تیسری درختوں پر، چوتھی پانی اور ثریٰ پر، اور پانچویں تمام مخلوقات پر رکھے ہوئے ہے۔[۶] وہ اپنے گھر میں قیام پزیر ہے۔ محمدؐ تین مرتبہ اس کے پاس پہونچنے کے لئے اجازت طلب کرتے ہیں۔ خداوند متعال اس سے بزرگ و برتر ہے ـــ پروردگار تو توصیف کرنے والوں کی توصیف سے پاک و پاکیزہ ہے ـــ

ائمہ ہدیٰ مصابیح الدجیٰ کے پاس ان تمام باتوں کا جواب یہ ہے کہ خداوند عالم ہم شکل و ہم جنس صورت و جسم اور تشبیہ و حد بندی سے پاک ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں :

۱۔ صحیح بخاری ج ۷، ص ۲۰۵ ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۲

۲۔ صحیح بخاری ج ۲، ص ۴۷

۳۔ صحیح بخاری ج ۸، ص ۱۲۸ و ص ۱۸۷

۴۔ صحیح بخاری ج ۸، ص ۱۸۲۔ صحیح مسلم ج ۱، ص ۱۱۵

۵۔ صحیح بخاری ج ۶، ص ۳۳

۶۔ صحیح بخاری ج ۸، ص ۱۸۳ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۴

«الحمد لله الذي لا يبلغ مدحته القائلون، ولا يُحصي نعماءهُ العادّون، ولا يؤدّي حقّه المجتهدون، الذي لا يدركه بعد الهمم، ولا ينالُه غوصُ الفطن، الذي ليس لصفته حدّ محدود ولا نعت موجود ولا وقتٌ معدود ولا أجل ممدُودُ. . .

فمن وصف الله سبحانه فقد قرنَهُ، ومن قرنَهُ فقدْ ثنّاهُ ومن ثنّاهُ فقد جزّاه، ومن جزّاه فقد جهِلهُ، ومن جهِلَهُ فقد أشار إليه،ومن أشار إليه فقد حَدَّهُ، ومن حدّهُ فقد عَدَّهُ، ومن قَال فِيمَ فقدْ ضمَّنه، ومن قال علامَ فقد أخلَى منه كائنٌ لَا عن حَدَثٍ، موجودٌ لَاعن عَدَمٍ، مع كل شيء لا بمُقارنةٍ وغيرُ كل شيء لا بمزايلةٍ، فاعِلٌ لا بمعنى الحركاتِ والآلةِ بصيرٌ إذْ لا منظور إليه من خلقِهِ .[1]

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے، جس کی مدح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں، جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے، نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکتے ہیں، نہ بلند پرواز ہمتیں اسے پا سکتی ہیں نہ عقل وفہم

---

[1] نہج البلاغہ شرح محمد عبدہ ج ۱، خطبۂ اول

کی گہرئیاں اُس کی تہ تک پہونچ سکتی ہیں ۔ اس کے کمال ذات کی کوئی حد معین نہیں ۔ نہ اُس کے لئے توصیفی الفاظ ہیں نہ اس (کی ابتدا) کے لئے کوئی وقت ہے ، جسے شمار میں لایا جا سکے ، نہ اس کی کوئی مدت ہے جو کہیں پر ختم ہو جائے ۔

بس جس نے ذات الٰہی کے علاوہ صفات مانے ، اس نے اس کی ذات کا ایک دوسرا ساتھی مان لیا اور جس نے اس کی ذات کا کوئی اور ساتھی مانا اس نے دوئی پیدا کی ، جس نے دوئی پیدا کی ، اُس نے اس کے لئے جز بنا ڈالا اور جو اس کے لئے اجزار کا قائل ہوا وہ اُس سے بے خبر رہا ، اور جو اُس سے بے خبر رہا اس نے اُسے قابل اشارہ سمجھ لیا اور جس نے اسے قابل اشارہ سمجھ لیا اس نے اس کی حد بندی کردی اور جس نے اسے محدود سمجھا وہ اسے دوسری چیزوں ہی کی قطار میں لے آیا ، جس نے یہ کہا کہ وہ کس چیز میں ہے اس نے اسے کسی شئ کے ضمن میں فرض کر لیا ، اور جس نے یہ کہا کہ وہ کسی چیز پر ہے ، اُس نے اور جگہیں اس سے خالی سمجھ لیں۔ وہ ہے ، ہوا نہیں ، موجود ہے ، مگر عدم سے وجود میں نہیں آیا ، وہ ہر شئ کے ساتھ ہے ، نہ جسمانی اتصال کی طرح ، وہ ہر چیز سے علیحدہ ہے ، نہ جسمانی دوری کے طور پر ، وہ فاعل ہے ، لیکن حرکات و آلات کا محتاج نہیں

وہ اس وقت بھی دیکھنے والا تھا، جب مخلوقات میں کوئی چیز
دکھائی دینے والی نہ تھی ۔

میں نے جوان محققین کی توجہ اس خزانہ کی طرف مبذول کرائی ہے جو حضرت علی علیہ السلام نے چھوڑا ہے ۔ جو کچھ نہج البلاغہ میں جمع کیا ہے وہ بہترین کتاب ہے، اس سے بلند کتاب صرف قرآن مجید ہے ۔ مگر، افسوس ! کہ لوگ امویوں اور عباسیوں کے پروپیگنڈوں سے اور دہشت گردی اور حضرت علی علیہ السلام سے محبت رکھنے والوں کو قید خانہ میں ڈالدینے کی وجہ سے اس خزانہ سے بے خبر رہے ہیں ۔

اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ : نہج البلاغہ میں ایسے بے شمار علوم و معارف موجود ہیں کہ جن کی ضرورت ہر زمانہ کے افراد کو رہی ہے ۔ فلسفہ، سلوک، اور سیاسیات و حکمت کے علاوہ نہج البلاغہ میں علم اخلاق، علم اجتماع (سماجیات) علم اقتصاد اور خلا و فضا کے علم اور ٹیکنالوجی کی طرف قیمتی اشارے موجود ہیں ۔

تعلیق

دونوں عقیدوں میں واضح فرق ہے

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ خدا کو اس طرح شکل وصورت والا مجسم بنا کر پیش کرتا ہے جو دیکھا جا سکے، گویا وہ ایک انسان ہے جو چلتا ہے، اترتا ہے، مکان میں رہتا ہے، اس کے علاوہ اور بہت سی مکروہ باتیں ہیں کہ جن سے خداوند عالم بری ہے۔

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خدا ہم شکل، ہم جنس اور جسم سے پاک ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ دنیا و آخرت میں خدا کا دیدار محال ہے۔ اور خود میرا عقیدہ ہے کہ جن روایات سے اہل سنت خدا کی رویت پر استدلال کرتے ہیں وہ سب صحابہ کے زمانہ میں یہودیوں نے گڑھی تھیں، کیونکہ کعب الاحبار جو یہودی تھا جو عمر بن خطاب کے زمانہ میں مسلمان ہوا اور اس نے یہودی معتقدات کو بعض ضعیف العقل راویوں مثل ابوہریرہ اور وہب بن منبہ کے ذریعہ اسلام میں داخل کر دیا، اور بخاری و مسلم میں زیادہ تر روایتیں ابوہریرہ سے مروی ہیں اور گذشتہ بحث میں یہ بیان گذر چکا ہے کہ ابوہریرہ، احادیث نبوی اور کعب الاحبار کی حدیثوں میں تمیز نہیں کر پاتے تھے، یہاں تک کہ ایک مرتبہ عمر بن خطاب نے اسے اس بات پر مارا، اور اسے یہ حدیث نقل کرنے سے منع کیا کہ خدا نے زمین و آسمان کو سات روز میں پیدا کیا۔

جب تک کہ اہلسنت والجماعت بخاری و مسلم کو معتبر سمجھتے رہیں گے اور انھیں تمام کتابوں سے زیادہ صحیح سمجھتے رہیں گے، اور ابوہریرہ پر اعتماد کرتے رہیں گے کہ جو اہلسنت کے نزدیک عمدۃ المحدثین راوئ اسلام بن گیا

اس وقت تک اہلسنت اپنے عقیدوں کو نہیں بدل سکتے ہیں مگر یہ کہ وہ اندھی تقلید سے آزادی حاصل کرلیں، اور ائمہ ہدیٰ عترت نبیؐ، باب مدینۃ العلم سے رجوع کریں . . .

یہ دعوت اہلسنت کے بزرگ افراد سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ذہین نوجوانوں سے بھی اس کا تعلق ہے بہتر ہے کہ وہ اندھی تقلید سے آزاد ہوجائیں، اور دلیل وبرہان کا اتباع کریں۔

دوسرا سوال

عدلِ الٰہی اور جبر سے متعلق

خداوند عالم قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وقل الحقّ من ربكم فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر﴾ الکہف آیت ۲۹

"اور کہدو کہ حق تمھارے پروردگار کی طرف سے ہے، اب جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کافر ہو جائے"

﴿لا إكراه في الدّين قد تبيّن الرشد من الغي﴾ بقرہ آیت ۲۵۶

"دین میں کسی طرح کا جبر نہیں ہے ہدایت گمراہی سے الگ اور واضح ہوچکی ہے"

﴿فمن يعملْ مثقال ذرّة خيراً يَرَهُ ومنْ يعملْ مثقال ذرّة شرًا يره﴾ زلزلہ آیت ر ۸

" اور جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہے وہ اسے دیکھے گا "

﴿إنّما أنت مذكّر لست عليهم بمصَيطر﴾ غاشیہ آیت ر ۲۲

" تم صرف نصیحت کرنے والے ہو تم ان سب پر مسلط اور ان کے ذمہ دار نہیں ہو

پھر تم ان احادیث کو کیوں قبول کرتے ہو جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہیں کہ خدا نے اپنے بندوں کے افعال کو انکی پیدائش سے قبل ہی مقدر کر دیا تھا۔ بخاری نے اپنی صحیح میں[1] روایت کی ہے کہ :

آدم اور موسیٰ میں حجت ہو گئی تو موسیٰ نے فرمایا کہ:

اے آدم آپ ہمارے باپ ہیں لیکن آپ نے ہمیں مصیبت میں مبتلا کیا اور جنت سے نکلوا دیا۔

جناب آدم نے فرمایا : اے موسیٰ خدا نے تمھیں، اپنے کلام کے لئے منتخب کیا اور اپنے ہاتھ سے تمھارے لئے لکھا کیا تم مجھے اس بات پر ملامت کر رہے ہو جو خدا نے میرے لئے میری خلقت سے چالیس سال قبل ہی مقدر کر دی تھی۔

---

[1] ۔ صحیح بخاری جلد ۷ ص ۲۱۴ کتاب القدر باب تحاج آدم و موسیٰ، صحیح مسلم جلد ۸ ص ۴۹

پس آدم نے موسیٰ پر تین حجتیں قائم کیں۔

مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ:[1]

تم میں سے ہر ایک کی خلقت اس طرح ہوتی ہے کہ اپنی ماں کے بطن میں چالیس روز رہتا ہے پھر اس کا علقہ (گوشت کا لوتھڑا) بن جاتا ہے، پھر اسی حالت میں چالیس روز رہتا ہے اور اس کے بعد مضغہ بن جاتا ہے اور چالیس روز تک اسی حالت میں رہتا ہے پھر فرشتہ کو بھیجا جاتا ہے، وہ اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار چیزوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ اس کا رزق، موت و عمل اور اس کی شقاوت و سعادت کو لکھ دیا جائے، قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، تم میں سے جو بھی جنت کے لئے عمل انجام دے گا یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان فقط ایک گز کا فاصلہ رہ جائے گا۔ تو وہ (تقدیر کا) نوشتہ آگے بڑھکر اس کی راہ روک دے گا اور وہ ایسے کام انجام دیگا جو جہنم میں لے جاتے ہیں، اور تم میں سے جو بھی برے کام انجام دے گا یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک گز کا فاصلہ رہ جائے گا، تو وہ (تقدیر کا) نوشتہ آگے بڑھے گا اور انسان اچھے کام انجام دینے لگے گا اور وہ اسے جنت میں لے جائیں گے

---

[1] صحیح مسلم جلد ۸ ص۴۴ کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ، صحیح بخاری جلد ۷ ص۲۱۰

اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح میں ام المومنین عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا رسولؐ کو انصار میں سے کسی بچہ کی میت پر بلایا گیا تو میں نے کہا: خوشا نصیب اس کا کہ وہ جنت کا پرندہ ہے کیونکہ اس نے کوئی برا کام انجام نہیں دیا اور نہ اس سے واقف تھا۔ آپ نے فرمایا:

اے عائشہ اس کے علاوہ اور بہت کچھ! خدا نے جنت کے اہل پیدا کئے ہیں اور جنت کو ان کے لئے پیدا کیا ہے، اور جہنم کے بھی اہل پیدا کئے ہیں اور جہنم کو ان کے لئے پیدا کیا ہے درآنحالیکہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے صلبوں ہی میں تھے۔ [1]

بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا اہل بہشت اہل جہنم سے پہچانے جاتے ہیں؟ فرمایا ہاں: تو اس نے کہا کہ پس ہم لوگ عمل کیوں انجام دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو عمل انجام دیا جاتا ہے وہ اسی کے لئے خلق کیا گیا ہے یا اس کے انجام دینے پر مجبور ہے [2]

پروردگارا تو پاک ہے، حمد تیرے ہی لئے مخصوص ہے۔ تو اس ظلم سے پاک و بلند ہے۔ ہم ان حدیثوں کو کیسے قبول کرلیں جو تیری کتاب کے سراسر خلاف ہیں اور جس میں تو نے فرمایا ہے کہ:

﴿إن الله لا يظلم الناس شيئاً ولكن الناس أنفسهم يظلمون﴾ یونس ۴۴

اللہ انسانوں پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا ہے بلکہ انسان خود ہی اپنے اوپر

---

[1] صحیح مسلم جلد ۸ ص ۵۵ کتاب القدر، باب کل مولود یولد علی الفطرۃ

[2] صحیح بخاری جلد ۷ ص ۲۱۰ کتاب القدر، باب جف القلم علی علم اللہ

کیا کرتے ہیں ۔

﴿إن الله لا يظلم مثقال ذرّة﴾ نساء / ۴۰
خدا کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا ہے ۔

﴿ولا يظلم ربّك أحداً﴾ کہف ۴۹
اور تمھارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے

﴿وما ظَلَمهُم الله ولكن أنفسهم يظلمون﴾ آل عمران آیت / ۱۱۷
اور خدا نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں ۔

﴿فما كان الله ليظلمهم ولكن كانوا أنفسهم يظلمون﴾ توبہ / ۷۰، عنکبوت / ۴۰، روم / ۹
خدا کسی پر ظلم کرنے والا نہیں ہے، لوگ خود اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں ۔

﴿وما ظلمناهم ولكن كانوا هم الظالمين﴾ زخرف آیت / ۷۶
اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا ہے یہ تو خود ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے ۔

﴿ذلك بما قدّمتْ أيديكم وأنّ الله ليس بظلّام للعبيد﴾ انفال آیت / ۵۱
یہ اس لئے کہ تمھارے پچھلے اعمال کا نتیجہ یہی ہے اور خدا اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے ۔

﴿من عملَ صالحاً فَلِنَفْسِهِ ومن أسَاءَ فعليها وما ربّك بظلاّم للعبيد﴾ فصلت ر۴۶

جو بھی نیک عمل کرے گا وہ اپنے لئے کرے گا اور جو برا کرے گا اس کا ذمہ دار بھی وہ خود ہی ہوگا اور آپ کا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

اور حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے اور تمھارے لئے بھی حرام قرار دیا ہے پس ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

پس وہ مسلمان جو خدا اور اس کی عدالت و رحمت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس بات کو کیسے تسلیم کر سکتا ہے کہ خدا نے لوگوں کو پیدا کیا اور ان میں سے بعض کو جنت نشیں اور بعض کو جہنم مکیں بنادیا۔ اور ان کے تمام اعمال کو معین کر دیا، پس ہر ایک شخص ان کاموں کے انجام دینے پر مجبور ہے۔ ان روایات کے لحاظ سے کہ جو قرآن کریم کے مخالف ہیں اور اس فطرت کے خلاف ہیں جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور عقل و وجدان کے خلاف بھی ہیں اور انسانوں کے حقوق وسیع نہیں ہیں۔

ہم اس مذہب کو کیسے قبول کرلیں جو عقلوں کو اس بات میں محدود کرتا ہے کہ انسان خون کا لوتھڑا ہے جو قدرت کے ہاتھوں کی کٹھپتلی ہے۔ وہ جیسے چاہتی ہے نچاتی ہے تاکہ اس کے بعد اسے جہنم میں ڈال دے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جو عقلوں کو خلق و ایجاد اور تعجب خیز اختراع و ارتقاء سے باز رکھتا ہے اور انسان بے حس و حرکت بن جاتا ہے۔ اور اسی حالت پر برقرار رہتا ہے جس میں

ہے ۔ یا جو کچھ اس کے پاس ہے اس پر خوش رہتا ہے اس لئے کہ وہ مجبور پیدا کیا گیا ہے ۔

ہم ان روایات کو کیسے قبول کرلیں جو عقل سلیم کے خلاف ہیں، جو ہمارے لئے ایسا تصور پیش کرتی ہیں کہ خدا خالق جبار، قوی ہے، اور اسے حق ہے کہ وہ اپنے کمزور بندوں کو اس لئے پیدا کرے کہ جہنم کی آگ میں جلایا جائے کسی جرم کی بنا پر نہیں کیونکہ اسے یہ بھی اختیار ہے کہ وہ جو چاہے کرے، کیا عقلا ایسے خدا کو رحیم، حکیم اور عادل کہتے ہیں ؟

اگر ہم غیر مسلم علماء اور ذہین افراد سے گفتگو کریں اور انھیں یہ بتائیں کہ ہمارا پروردگار ان صفات کا حامل ہے، اور ہمارا دین لوگوں کی پیدائش سے قبل ہی ان کی شقاوت و سعادت کا فیصلہ کر دیتا ہے تو کیا وہ اسلام قبول کرلیں گے ؟ اور گروہ گروہ دین میں داخل ہوں گے ؟ ؟

پروردگارا ! تو پاک ہے ۔ یہ وہ خرافات ہیں جنھیں امویوں نے اپنے عیوب کی پردہ پوشی کے لئے رواج دیا ہے، محقق اس راز سے بخوبی واقف ہے، یہ باطل قول ہے کیونکہ تیرے کلام کے مخالف ہے ۔ !

تیرے رسولؐ نے تیری طرف جھوٹ کی نسبت نہیں دی ہو کہ جو تیری وحی کے خلاف ہو، یہ تو ثابت ہے کہ رسولؐ اکرم نے فرمایا ہے کہ :

جب تمھارے پاس میری کوئی حدیث پہونچے تو اسے خدا کی کتاب سے ملاؤ، اگر کتاب خدا کے موافق ہے تو اسے لے لو اور اگر اس کے خلاف ہے تو اسے دیوار پر دے مارو !

یہ تمام اور ایسی ہی بہت سی حدیثیں ہیں کہ جو کتاب خدا، سنت

رسول اور وجدان وعقل کے خلاف ہیں لہذا انھیں دیوار پر مار دینا چاہیئے اور ان کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیئے ، اگرچہ انھیں بخاری ومسلم ہی نے نقل کیا ہو ، کیونکہ بخاری اور مسلم معصوم عن الخطا نہیں ہیں ۔ اس جھوٹے دعوے کی رد کے لئے ہماری یہ دلیل کافی ہے کہ اللہ نے بشریت کی طویل تاریخ میں اپنی مخلوق کے پاس انبیاء ومرسلین بھیجے تاکہ مفسد بندوں کی اصلاح کریں ، اور صراط مستقیم کی ہدایت کریں ، اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیں ، اور صالح بندوں کو جنت کی بشارت دیں ، اور مفسد لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں ۔

خدا اپنے بندوں کے حق میں عادل ورحیم ہے ، وہ ان ہی لوگوں پر عذاب کرے گا جن کے پاس رسول بھیج کر حجت تمام کر دی ہے ، چنانچہ ارشاد ہے :

﴿من اهتدى فإنّما يهتديَ لنفسه ومن ضَلَّ فإنّما يضلُّ عليها ولا تَزِرُ وَازرةٌ وِزْرَ أخرى وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حتّى نبعثَ رَسُولاً﴾ اسرا ر ۱۵

جو شخص بھی ہدایت حاصل کرتا ہے وہ اپنے فائدہ کے لئے کرتا ہے ، اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے وہ بھی اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور کوئی کسی کا بوجھ اٹھانے والا نہیں ہے اور ہم تو اس وقت تک عذاب کرنے والے نہیں ہیں جب تک کوئی رسول نہ بھیج دیں ۔

پس جن روایات کو بخاری ومسلم نے جمع کیا ہے اور جن سے یہ بات آشکار ہوتی ہے کہ خدا اپنے بندوں کے اعمال ان کی پیدائش سے قبل ہی لکھ دیتا ہے ۔ ان میں سے بعض کو جنتی اور بعض کو جہنمی قرار دیتا ہے ۔ جیساکہ

ہم پہلے بھی اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں، اور ـ اس بات پر اہل سنت والجماعت
کا عقیدہ ہے۔

میں کہتا ہوں اگر یہ صحیح ہے تو رسولوں کی بعثت اور کتابوں کا
نزول بے کار ہوگا! خداوند عالم اس سے بزرگ و برتر ہے، خدا نے وہی
مقدر کیا جو حق تھا، پس ہمیں اس قسم کی باتیں کہنے کا حق نہیں ہے، معبود! تو اس
بہتان عظیم سے پاک ہے۔

﴿تلك آياتُ الله نتلوها عليك بالحقّ وما الله يريدُ
ظُلماً للعالمينَ﴾ آل عمران ر ۱۰۸

یہ آیات الٰہی ہیں جن کی ہم حق کے ساتھ تلاوت کر رہے ہیں اور
اللہ عالمین کے بارے میں ہرگز ظلم نہیں چاہتا۔

اس کا جواب ائمہ ہدی، مصابیح الدجیٰ، منارۂ امت کے پاس
یہ ہے کہ خداوند عالم ظلم اور بکاوش سے بری ہے۔

آئیے ہم باب مدینۃ العلم امیرالمومنین علی ابن ابیطالب
علیہ السلام سے کچھ سنیں، وہ لوگوں کے لئے اس اعتقاد کی تشریح فرماتے ہیں
کہ جو ان بعض مسلمانوں کے ذہن میں تھا جنھوں نے باب مدینۃ العلم کو
چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے ایک صحابی کے جواب میں اس وقت فرمایا جب
اس نے یہ سوال کیا تھا کہ: کیا ہمارا شام جانا اللہ کی قضا و قدر کے مطابق
ہے؟ فرمایا

«ويحك لعلّك ظنَنْتَ قضاءً لازِماً وقدراً
حاتِماً، ولو كَان كذلك لبطَلَ الثوابُ والعقابُ،
وسقطَ الوعْدُ والوعيدُ. إنّ الله سبحانه أمَرَ عبادَهُ

تخییراً، ونهاهُم تَحْذیراً، وكَلَّفَ یسیراً ولم یُكلّف عسیراً، وأعْطى على القَلیل كثیراً، ولَمْ یُعْصَ مغلوباً، ولم یُطَعْ مُكْرِهاً، ولم یُرسل الأنبیاءَ لَعِباً، ولم یُنزلِ الكُتبَ للعباد عَبثاً، ولا خَلَقَ السّماواتِ والأرضَ وما بینَهُما باطِلاً، «ذلك ظنُّ الذین كَفَروا فویلٌ للّذین كَفروا من النّار» [1]

خدا تم پر رحم کرے شاید تم نے حتمی و لازمی قضا و قدر سمجھ لیا ہے، اگر ایسا ہوتا تو پھر نہ ثواب کا سوال پیدا ہوتا نہ عذاب کا، نہ وعدے کے کچھ معنی ہوتے نہ وعید کے، خداوند عالم نے بندوں کو مختار بنا کر مامور کیا ہے (عذاب سے) ڈراتے ہوئے نہی کی ہے، اس نے آسان تکلیف دی ہے، دشواریوں سے بچایا ہے، قلیل اعمال کا زیادہ اجر عطا کرتا ہے، اس کی نافرمانی اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ مغلوب ہو گیا ہے، اور نہ اس کی اطاعت اس لئے کی جاتی ہے کہ اس نے مجبور کر رکھا ہے، اس نے انبیا کو بطور تفریح نہیں بھیجا، اور نہ بندوں کے لئے کتابیں بے فائدہ نازل کی ہیں، اور نہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اسے بیکار پیدا کیا ہے، یہ تو ان لوگوں کا خیال ہے جنھوں

---

[1] نہج البلاغہ۔ شرح محمد عبدہ جلد ۳ ص ۶۷۳ ص ۶۷۴

نے کفر اختیار کیا، افسوس ہے ان لوگوں پر جنھوں نے
کفر اختیار کر کے آتش جہنم کمائی۔

یہاں یہ بات ذکر کر دینا مناسب ہے کہ اہلسنت والجماعت
خدا کو ظلم اور کار عبث سے پاک سمجھتے ہیں، اس سلسلہ میں جب آپ ان میں
سے کسی سے سوال کریں گے تو وہ خدا کی طرف ظلم کی نسبت نہیں دے گا
لیکن اس کا نفس ان احادیث کی تردید کرنے میں پس و پیش میں پڑ جاتا ہے کہ
جن کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے وہ انھیں صحیح سمجھتا ہے۔ اسی لئے آپ اسے
معقول بحث کے وقت دیکھیں گے کہ وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا کے لئے اس (فعل)
کو ظلم نہیں کہا جاتا، کیونکہ وہ خالق ہے اور خالق کو اپنی مخلوقات کے بارے میں
سب کچھ کرنے کا حق ہے!

اور جب اس سے یہ سوال ہوتا ہے کہ خدا کسی بندے کی خلقت
سے قبل اس کے جہنمی ہونے کا کیسے حکم لگاتا ہے، کیا اس لئے کہ اس نے
اس بندے کے لئے پہلے ہی شقاوت لکھ دی تھی، اور دوسرے بندے
کے لئے اس کی خلقت سے قبل ہی جنتی ہونے کا حکم لگا دیتا ہے کیا اس لئے
کہ خدا نے پہلے ہی سعادت لکھ دی تھی، کیا اس میں دونوں کے لئے ظلم نہیں
ہے؟ کیونکہ جو جنت میں داخل ہو رہا ہے وہ اپنے عمل کی بنا پر نہیں، بلکہ خدا نے اس
کے لئے جنت کو مقرر کیا تھا، اسی طرح جہنم میں داخل ہونے والا بھی اپنے گناہوں
کی بنا پر جہنم میں داخل نہیں ہو رہا ہے بلکہ یہ تو خدا نے اس کے لئے مقرر کر دیا
تھا کیا یہ ظلم اور کیا قرآن کے خلاف نہیں ہے؟ تو پاک و پاکیزہ ہے
جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کے اس متناقض موقف کے بارے میں آپ
کچھ نہیں سمجھ سکتے۔ یہ تو واضح ہے اس لئے کہ وہ بخاری و مسلم کو قرآن کی

مانند سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ کتابِ خدا کے بعد صحیح ترین کتاب بخاری اور مسلم ہے، یہ ہیں وہ مصائب جن میں مسلمان مبتلا ہیں۔ اموی اور ان کے بعد عباسی اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گئے کہ ان کی بدعت اور عقائد پھیل گئے۔ ان کے آثار اور بے نتیجہ سیاست آج تک باقی ہے کیونکہ مسلمان اسے بہت بڑی میراث سمجھتے ہیں اس لئے کہ ان کے خیال میں انہوں نے نبیؐ کی صحیح حدیثوں کو جمع کیا ہے اگر مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ انہوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے لئے رسولؐ کی طرف کتنی جھوٹی باتوں کی نسبت دی ہے تو وہ کبھی ان حدیثوں کی تصدیق نہ کرتے خصوصاً ان حدیثوں کی جو کتابِ خدا کے مخالف ہیں۔

(قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری خدا نے خود لی ہے

وہ صحابہ کے پاس محفوظ تھا، صحابہ نبیؐ کو پڑھ کر سنایا کرتے تھے اس لئے وہ (بنی امیہ و بنی عباس) قرآن میں تو تحریف نہ کر سکے لیکن سنت مطہرہ میں جیسی چاہی، جس کے لئے چاہی حدیث گڑھ لی، وہ محافظ قرآن و سنت، اہل بیتؑ کے دشمن تھے، ہر حادثہ کے لئے ایک حدیث گڑھ لی، اور اسے نبیؐ کی طرف منسوب کر دی اور مسلمانوں کو یہ فریب دیا کہ تمام حدیثوں سے زیادہ یہ حدیثیں صحیح ہیں، پس مسلمانوں نے حسن ظن کرتے ہوئے انھیں مان لیا اور میراث کے طور پر انھیں ایک دوسرے کی طرف منتقل کرتے رہے، حق تو یہ ہے کہ شیعوں نے بھی رسولؐ یا ائمہؑ میں سے کسی نہ کسی کی حدیث میں کمی زیادتی کی ہے اور اسے رسولؐ کی طرف منسوب کر دیا، طول تاریخ میں اس فعل سے مسلمانوں میں سنی، شیعہ کوئی نہیں بچا، لیکن شیعہ اہلسنت والجماعت پر تین چیزوں میں فوقیت رکھتے ہیں۔ یہ تین چیزیں انھیں تمام اسلامی فرقوں پر امتیاز بخشتی ہیں۔

اور ان کے صحیح اور قرآن و سنت و عقل کے مطابق عقائد کو ظاہر کرتی ہیں۔
وہ تین چیزیں یہ ہیں:

اوّلاً وہ اہلبیتؑ سے محبت رکھتے ہیں اور ان پر کسی کو فوقیت نہیں دیتے، اور یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ اہلبیتؑ وہ ہیں جن سے خدا نے رجس و کثافت کو دور رکھا ہے اور انھیں اس طرح پاک فرمایا جس طرح حق تھا۔

ثانیاً ائمہ اہلبیتؑ بارہ ہیں جن کی حیات کا سلسلہ تین صدیوں پر محیط ہے، اور یہ سب کے سب تمام احکام و احادیث کے سلسلہ میں متفق ہیں، ان کے درمیان ان چیزوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے جو ان کے شیعوں نے علم و معرفت کے ذریعہ حاصل کی ہے۔ ان کے عقائد وغیرہ میں کوئی تناقض نہیں ہے۔

ثالثاً انھیں اپنی کتابوں میں خطا و صواب کے احتمال کا اعتراف ہے، کتاب خدا کے سوا، کہ جس میں کسی طرح سے باطل داخل نہیں ہو سکتا، کسی بھی کتاب کو کلی طور پر صحیح نہیں سمجھتے ہیں، آپ کی اطلاع کے لئے اتنا کافی ہے کہ ان کی عظیم ترین کتابوں میں سے ایک اصول کافی ہے۔ وہ اس کے متعلق کہتے ہیں کہ اس میں ہزاروں حدیثیں جھوٹی ہیں۔ لہٰذا آپ نے ان کے علماء و مجتہدین کو دیکھا ہوگا کہ وہ مستقل تحقیق اور چھان بین میں لگے رہتے ہیں پس ان کتابوں سے انھیں احادیث کو لیتے ہیں جو متن اور سند کے لحاظ سے صحیح ثابت ہوتی ہیں اور قرآن و عقل کے خلاف نہیں ہوتیں۔

لیکن اہلسنت نے اپنے اوپر ان کتابوں کو لازم قرار دے

لیا ہے وہ جنھیں صحاح ستہ کا نام دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ جو کچھ ان میں ہے وہ سب صحیح ہے اہلسنت کی اکثریت بغیر کسی تحقیق و جستجو کے یہ بات کہتی ہے، ورنہ ان کتابوں میں بہت سی ایسی احادیث مروی ہیں کہ جن کی بنیاد علمی دلیل پر استوار نہیں ہے، بلکہ ان میں صریح طور پر کفر موجود ہے، اور قرآن واخلاق و افعال رسول کے سراسر خلاف ہیں اس سلسلہ میں قارئین کے لئے شیخ محمود ابوریہ مصری کی کتاب "اضواء علی السنۃ المحمدیہ" کا مطالعہ کافی ہوگا اس سے معلوم ہو جائے گا کہ صحاح ستہ کی کیا قدر و قیمت ہے۔ بحمداللہ اب بہت سے جوان محققین ان زنجیروں سے آزاد ہو گئے ہیں، اور حق و باطل میں فرق کرنے لگے ہیں، بلکہ ان کے متعصب سرغنہ میں سے بھی بہت سے صحاح کی روایات کا انکار کرنے لگے ہیں، لیکن اس لئے نہیں کہ ان کے نزدیک ان بعض احادیث میں ضعف ثابت ہو گیا ہے بلکہ اس لئے کہ ان میں شیعوں کی حجت و دلیل موجود ہے، کہ جن کے ذریعہ وہ فقہی احکام اور غیبت کے عقائد ثابت کرتے ہیں، جس عقیدہ و حکم کے شیعہ قائل ہیں وہ صحاح ستہ میں سے کسی نہ کسی میں آج بھی موجود ہے۔

بعض متعصبوں نے مجھ سے کہا کہ جب تمھارا یہ عقیدہ ہے کہ بخاری کی حدیثیں صحیح نہیں ہیں تو اس کی حدیثوں سے احتجاج کیوں کرتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ نہ ہی بخاری کی ساری حدیثیں صحیح ہیں اور نہ ساری جھوٹی ہیں۔ حق حق ہے باطل، باطل ہے، اس میں فرق کرنا ہمارا کام ہے۔

ایک صاحب نے کہا: کیا آپ کے پاس کوئی خاص خوردبین ہے کہ جو صحیح و غلط کو بتاتی ہے۔؟ میں نے کہا: جو تمھارے پاس ہے وہی ہمارے پاس ہے۔ جس بات پر سنی شیعہ متفق ہیں وہ صحیح ہے کیونکہ طرفین کے نزدیک اس کی صحت ثابت ہو چکی ہے۔ ہم اہلسنت سے انھیں کو قبول کرنے کے لئے کہتے ہیں۔

جن کو خود صحیح سمجھتے ہیں۔ جس حدیث میں اختلاف ہے خواہ وہ ایک کے نزدیک صحیح بھی ہو اس کو مدمقابل کے لئے حجت قرار نہیں دیا جاسکتا ہے، اسے قبول کر لینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، بالکل اسی طرح غیر مسلم کو بھی ہم اس کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس کے ذریعہ اس پر حجت قائم کر سکتے ہیں۔۔۔۔

اس سلسلہ میں میں آپ کے سامنے ایک مثال پیش کرتا ہوں کہ جس کے بعد کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا۔ اور نہ ہی متعدد طریقوں سے اس تنقید کو رد کیا جاسکے گا

○ شیعوں کا دعویٰ ہے کہ رسولؐ نے ۱۸ ذی الحجہ کو حجۃ الوداع کے روز غدیر خم میں علیؑ کو مسلمانوں کا خلیفہ مقرر کیا اور فرمایا :

من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ :

جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ مولا ہیں
بارالہا علیؑ کے دوست کو دوست اور علیؑ کے دشمن کو دشمن رکھ۔

اس حدیث اور واقعہ کو اہل سنت والجماعت کے بہت سے علماء نے اپنی صحاح ومسانید اور تواریخ میں نقل کیا ہے، پس شیعہ اس سے اہلسنت پر حجت قائم کر سکتے ہیں۔

○ اہل سنت والجماعت کا دعویٰ ہے کہ رسولؐ نے مرض موت میں ابوبکر کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور فرمایا : خدا اور رسولؐ اور مومنین صرف ابوبکر سے راضی ہیں۔

شیعوں کی کتابوں میں اس حدیث و واقعہ کا کہیں وجود نہیں

ملتا ہے ، ہاں ان کے یہاں یہ روایت ملتی ہے کہ رسُول نے علی علیہ السلام کو بلوایا لیکن عائشہ نے اپنے باپ ابوبکر کو بلایا ، جب رسُول نے یہ صورتحال دیکھی تو عائشہ سے فرمایا : " انکن لویحبات یوسف " تم ہی جیسی عورتیں یوسف کے ساتھ بھی تھیں اور خود نماز پڑھانے کی غرض سے گھر سے نکلے اور ابوبکر کو مصلے سے ہٹادیا :

یہ انصاف نہیں ہے اہلسنت شیعوں پر ان احادیث سے احتجاج کریں کہ جو انھیں سے مخصوص ہیں ، خصوصاً ان احادیث سے جن میں تناقض پایا جاتا ہے اور واقعات و تاریخ ان کی تکذیب کرتی ہیں ، اس لئے کہ رسُول نے ابوبکر کو جیش اسامہ میں شریک ہونے کا حکم دیا تھا ۔ اور اس لشکر کے سردار اسامہ تھے ، اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ امیر لشکر ہی پیش امام ہوتا ہے ۔ اور یہ بات تو تاریخ سے ثابت ہے کہ وفات رسُول کے وقت ابوبکر مدینہ میں موجود نہیں تھے وہ تو سنح میں اپنے امیر اسامہ ابن زید کہ جن کی عمر سترہ سال بھی نہیں تھی ، کی قیادت میں روانہ ہونے کی تیاری کر رہے تھے ۔ کیا اس کے باوجود ہم اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ رسُول نے نماز کی امامت کے لئے ابوبکر کو متعین فرمایا تھا ؟ مگر یہ کہ ہم عمر بن خطاب کے اس قول کی تصدیق کریں کہ (معاذاللہ) رسُول ہذیان بک رہے ہیں انھیں نہیں معلوم کہ میں کیا کر رہا ہوں اور کیا کہہ رہا ہوں ؟ یہ تو آنحضرتؐ کے لئے سوچا بھی نہیں جا سکتا ہے بلکہ یہ محال ہے اور شیعہ اس کے قائل نہیں ہیں ۔

یہاں محقق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی بحث میں خدا سے ڈرے عصبیت پرستی سے کام نہ لے کہ راہ حق سے ہٹ جائے اور ہوائے نفس کی پیروی کرنے کے نتیجہ میں گمراہ ہو جائے ، حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا اس کے لئے واجب ہے خواہ حق فریق ثانی کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو ۔ اسے اپنے نفس کو عواطف و انانیت سے آزاد کر کے ان لوگوں میں شامل ہو جانا چاہیئے کہ جن کی خدا نے اپنے اس قول میں

تعریف کی ہے :

﴿فبشّر عبادي الذين يستمعون القول فيتّبعون أحسنه أولئك الذين هداهُم الله وأولئك هم أولو الألباب﴾

زمرآیت : ۱۸ ان لوگوں کو بشارت دے دیجئے جو باتوں کو سنتے ہیں اور جو بات اچھی ہوتی ہے اس کا اتباع کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنھیں خدا نے ہدایت دی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو صاحب عقل ہیں۔

اس وقت یہ بات معقول نہیں ہوگی جب یہودی کہیں کہ حق ہمارے پاس ہے، نصاریٰ دعویٰ کریں کہ حق ہمارے پاس ہے، مسلمان دعویٰ کریں کہ حق ہمارے پاس ہے اور سب کے احکام وعقائد مختلف ہوں !

بحث کرنے والے کو تینوں ادیان کی تحقیق کرنا چاہیئے اور ان کا آپس میں موازنہ کرنا چاہیئے تاکہ حق آشکار ہوجائے ۔

اور یہ بات معقول نہیں ہے کہ اہلسنت یہ دعویٰ کریں کہ حق ہمارے ساتھ ہے ۔ اور شیعہ کہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں جبکہ ان کے احکام وعقائد میں اختلاف ہے۔ حق تو ایک ہی ہے اس کے ٹکڑے نہیں ہوسکتے ۔

اور بحث کرنے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ غیرجانبدار (نیوٹرل) ہوکے طرفین کے اقوال کی تحقیق کرے ۔ اور ایک سے دوسرے کا موازنہ کرے اور عقل سے فیصلہ کرے تاکہ اس پر حق آشکار ہوجائے ۔ یہ تو ہر حق کے دعویدار فرقہ کے لئے خدا کی ندا ہے، چنانچہ فرماتا ہے :

﴿قل هاتوا برهانكم إن كنتم صادقين﴾ بقرہ ۱۱۱

ان سے کہدیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل لے آؤ
اکثریت حق پر گامزن نہیں ہے . بلکہ مسئلہ اس کے برعکس ہے
جو کہ صحیح ہے جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے :

﴿وإن تطع أكثر من في الأرض يضلوك عن سبيل الله﴾
انعام / ۱۱۶

اور اگر آپ روئے زمین کی اکثریت کا اتباع کرلیں گے
تو یہ راہ خدا سے بہکا دیں گے ۔

نیز فرماتا ہے :

﴿وما أكثر النّاس ولو حرصتَ بمؤمنين﴾ یوسف / ۱۰۳
آپ کسی قدر کیوں نہ چاہیں انسانوں کی اکثریت
ایمان لانے والی نہیں ہے ۔

اور جس طرح تہذیب و تمدن اور ٹیکنالوجی و دولت مندی اس
بات کی دلیل نہیں ہے کہ مغرب حق پر اور مشرق باطل پر ہے خداوند عالم فرماتا ہے :

﴿فلا تُعجبْكَ أموالهم ولا أولادهم إنّما يريدُ الله ليعذّبهم
بها في الحياة الدنيا وتزهقَ أنفُسهم وهم كافرون﴾
توبہ / ۵۵

تمھیں ان کے اموال اور اولاد حیرت میں نہ ڈال
دیں . بس اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انھیں کے ذریعہ ان پر
زندگانی دنیا میں عذاب کرے اور حالت کفر
ہی میں ان کی جان نکل جائے ۔

خدا سے متعلق اہل ذکر کا نظریہ

حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں :

الحمد لله الذي بطنَ خفياتِ الأمور، ودلّتْ عليه أعلام الظهور. وامتنع على عين البصير. فلاعينُ من لم يره تُنكرهُ. ولا قلبُ من أثبتَهُ يبصرهُ، سبقَ في العلوِّ فلا شيء أعلى منه، وقرُبَ في الدُنوِّ فلا شيء أقربُ منه. فلا استعلاؤه بَاعدَهُ عن شيء من خلقِه، ولا قُربُه سَاواهم في المكانِ بِهِ. لم يُطلع العقولَ على تحديد صفته، ولم يحجبها عن واجِب معرفتِهِ فهو الذي تشهد له أعلام الوُجودِ على إقرارِ قلب ذي الجحود. تعالى الله عمّا يقولُ المشبّهونَ به والجاحدونَ له علوًّا كبيراً.

والحمد لله الذي لم يسبق له حالٌ حالا فيكون أوّلًا قبل أن يكون آخِراً. ويكون ظاهراً قبل أن يكون باطناً. كل مسمّى بالوحدة غيره - قليل، وكلُّ عزيز غيره ذليل. وكل قويّ غيره ضعيف، وكلّ مالك غيره مملوك، وكلّ عالم غيره متعلّمٌ، وكل قادر غيره يقدر ويعجزُ، وكل سميع غيره يصَم عن لطيف الأصواتِ ويُصمُّهُ كبيرها

ويذهبُ عنه ما بعدَ منها، وكل بصيرغيرُه يعمى
عن خفيّ الألوانِ ولطيف الأجْسام، وكل ظاهر غيره
باطن، وكل باطن غيره ظاهرٍ. لم يخلق ما خلقَه
لتشديد سلطان ولا تخوّفٍ من عواقب زمانٍ، ولا
استعانة على نِدّ مشاورٍ، ولا شريكٍ مكاثرٍ ولا ضدّ
مُنافرٍ، ولكن خلائق مربوبون وعبادٌ داخرون. لم
يحلل في الأشياء فيقال هو فيها كائن. ولم ينأ
عنها فيقالُ هو منها بائنٌ. لم يؤْدْهُ خلقُ ما ابْتدأ ـ
ولا تدبير ما ذرأ، ولا وقفَ به عجزٌ عمّا خلق،
ولا ولجتْ عليه شبهة فيما قضى وقدّر. بل قضاءٌ
متْقنٌ وعلمٌ محكم وأمرٌ مبرمٌ، المأمولُ مع النّقمِ
والمرهوبُ مع النّعَمِ ليس لأوليته ابتداءٌ ولا
لأزليته انقضاء، هو الأول لم يزلْ والباقي بلاأجل.
خرّتْ له الجباه ووحّدتْهُ الشفاهُ، لا تقدّره ـ
الأوهام بالحدود والحركات، ولا بالجوارح
والأدوات، لا يقالُ له متى، ولا يضربُ له أمدٌ ـ
بحتّى الظاهرُ لا يقالُ ممّا، والباطن لا يقالُفيما،
لا شبحٌ فيتقضّى ولا محجوبٌ فيُحوَى. تعالى
الله عمّا ينحلهُ المحدُّدونَ من صفاتِ الأقدار ـ
ونهايات الأقطارِ وتأثّل المساكنِ وتمكّن الأماكن،
فالحدّ لخلقه مضروبٌ والى غيره منسوبٌ. لم يخلق

الأشياء من أصول أزلية ولا أوائل أبدية، بل خلق ماخلق فأقام حدّه، وصوّر ما صوّر فأحسنَ صورتَهُ ليس لشيء منه امتناع. ولا له بطاعة شيء انتفاعٌ علمه بالأمواتِ الماضين كعلمِهِ بالأحياء الباقين، وعلمه بما في السماوات العُلَى كعلمِهِ بما في الأرضينَ السفْلى.

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جو چھپی ہوئی چیزوں کی گہرائیوں میں اترا ہوا ہے۔ اس کے ظاہر و ہویدہ ہونے کی نشانیاں اس کے وجود کا پتہ دیتی ہیں، گو وہ دیکھنے والے کی آنکھ سے نظر نہیں آتا، پھر بھی نہ دیکھنے والی آنکھ اس کا انکار نہیں کر سکتی اور جس نے اس کا اقرار کیا اس کا دل اسکی حقیقت کو نہیں پا سکتا وہ اتنا بلند و برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند تر نہیں ہو سکتی اور اتنا قریب سے قریب تر ہے کہ کوئی شئے اس سے قریب تر نہیں ہے اور نہ اس کی بلندی نے اسے مخلوقات سے دور کر دیا ہے، اور نہ اس کے قرب نے اسے دوسروں کی سطح پر لا کر ان کے برابر کر دیا ہے، اس نے عقلوں کو اپنی صفتوں کی حدو نہایت پر مطلع نہیں کیا اور ضروری مقدار میں معرفت حاصل کرنے کے لئے اُن کے آگے پردے بھی حائل نہیں کئے، وہ ذات ایسی ہے کہ جس کے وجود کے نشانات اسطرح کی شہادت دیتے ہیں کہ (زبان سے) انکار کرنے والے کا دل بھی اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا، اللہ ان لوگوں کی باتوں سے بہت بلند و برتر ہے،

جو مخلوقات سے اس کی تشبیہ دیتے ہیں، اور اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔ [1]

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے کہ جس کی ایک صفت سے دوسری صفت کو تقدم نہیں کہ وہ آخر ہونے سے پہلے اول اور باطن ہونے سے پہلے ظاہر رہا ہو، اللہ کے علاوہ جسے بھی ایک کہا جائے گا وہ قلت و کمی میں ہوگا، اس کے سوا ہر باعزت ذلیل اور ہر قوی کمزور و عاجز اور ہر مالک مملوک اور ہر جاننے والا سیکھنے والے کی منزل میں ہے، اس کے علاوہ ہر قدرت و تسلط والا کبھی قادر ہوتا ہے اور کبھی عاجز، اور اس کے علاوہ ہر سننے والا خفیف آوازوں کے سننے سے قاصر ہوتا ہے اور بڑی آوازیں (اپنی گونج سے) اسے بہرا کر دیتی ہیں اور دور کی آوازیں اس تک پہنچتی نہیں ہیں اور اس کے ماسوا ہر دیکھنے والا مخفی رنگوں اور لطیف جسموں کے دیکھنے سے نابینا ہوتا ہے۔ کوئی ظاہر اس کے علاوہ باطن نہیں ہو سکتا اور کوئی باطن اس کے سوا ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنی کسی مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ اپنے اقتدار کی بنیادوں کو مستحکم کرے یا زمانے کے عواقب و نتائج سے اسے کوئی خطرہ تھا، یا کسی برابر والے کے حملہ آور ہونے یا کثرت پر اترانے والے شریک یا بلندی میں ٹکرانے والے مدمقابل کے خلاف اسے مدد حاصل کرنا تھی،

---

[1] خطبہ ۹۴

بلکہ یہ ساری مخلوق اسی کے قبضے میں ہے اور سب اس کے عاجز و
ناتوان بندے ہیں۔ وہ دوسری چیزوں میں سمایا ہوا نہیں ہے۔
کہ یہ کہا جائے کہ وہ ان کے اندر ہے اور نہ ان چیزوں سے دور ہے
کہ یہ کہا جائے کہ وہ ان چیزوں سے الگ ہے ایجادِ خلق اور تدبیرِ عالم
نے اسے خستہ و درماندہ نہیں کیا۔ اور نہ (حسب منشا) چیزوں کے
پیدا کرنے سے عجز اسے دامن گیر ہوا ہے اور نہ اسے اپنے فیصلوں
اور اندازوں میں شبہ لاحق ہوا ہے۔ بلکہ اس کے فیصلے مضبوط،
علم محکم اور احکام قطعی ہیں، مصیبت کے وقت بھی اسی کی آس
رہتی ہے، اور نعمت کے وقت بھی اس کا ڈر لگا رہتا ہے۔ [1]

اس کی اولیت کی کوئی ابتدا اور نہ اس کی ازلیت کی
کوئی انتہا ہے، وہ ایسا اول ہے جو ہمیشہ سے ہے، اور بغیر کسی مدت
کی حد بندی کے ہمیشہ رہنے والا ہے پیشانیاں اس کے آگے (سجدہ میں)
گری ہوئی ہیں، اور لب اس کی توحید کے معترف ہیں، اس نے تمام
چیزوں کو ان کے پیدا کرنے کے وقت ہی سے جداگانہ صورتوں اور
شکلوں میں محدود کر دیا تاکہ اپنی ذات کو ان کی مشابہت سے الگ
رکھے، تصورات اسے محدود حرکات اور اعضاء و جوارح کے ساتھ
متعین نہیں کر سکتے اس کے لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کب سے ہے
اور نہ یہ کہہ کر اس کی مدت مقرر کی جا سکتی ہے کہ وہ کب تک ہے، وہ
ظاہر ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کس سے (ظاہر ہوا) وہ باطن ہے مگر

---

[1] خطبہ ر ۶۳

یہ نہیں کہا جائیگا کہ کس میں، وہ نہ دور سے نظر آنے والا کوئی ڈھانچہ ہے کہ مٹ جائے اور نہ کسی حجاب میں ہے کہ محدود ہو جائے۔ اسے محدود سمجھ لینے والے جن اندازوں اور اطراف و جوانب کی حدوں اور مکانوں میں بسنے اور جگہوں میں ٹھہرنے کو اس کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، وہ ان نسبتوں سے بہت بلند ہے۔ حدیں تو اس کی مخلوق کے لئے قائم کی گئی ہیں اور دوسروں ہی کی طرف ان کی نسبت دی جایا کرتی ہے اس نے اشیاء کو کچھ ایسے مواد سے پیدا نہیں کیا کہ جو ہمیشہ سے ہو اور نہ ایسی مثالوں پر بنایا کہ جو پہلے سے موجود ہوں۔ بلکہ اس نے جو چیز پیدا کی اسے مستحکم کیا، اور جو ڈھانچہ بنایا اسے اچھی شکل و صورت دی، کوئی اس کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا نہ اس کو کسی اطاعت سے، کوئی فائدہ پہونچتا ہے۔ اسے پہلے مرنے والوں کا ویسا ہی علم ہے جیسا باقی رہنے والے زندہ لوگوں کا اور جس طرح بلند آسمانوں کی چیزوں کو جانتا ہے۔ ویسے ہی زمینوں کی چیزوں کو پہچانتا ہے۔ [1]

---

[1] خطبہ ۱۶۱

دوسری فصل

رسولؐ سے متعلق

دوسرا سوال عصمت رسولؐ کے بارے میں

خداوند عالم اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرماتا ہے :

﴿واللہ یعصمک من النّاس﴾ مائدہ ر ۶۷

اور خدا تمھیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا

نیز فرماتا ہے :

﴿وما ینطق عن الھوی إن ھو إلا وحي یُوحَی﴾ نجم ر ۳

وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے ہیں، جو وحی ہوتی ہے وہی کہتے ہیں

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :

﴿وما أتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا﴾

حشر ر ۷

جس چیز کا رسول حکم دیں اسے بجالاؤ اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔

ان آیات کی واضح دلالت رسوؐل کی عصمت مطلقہ پر ہے، اور تم لوگ (اہلسنت) کہتے ہو کہ تبلیغ قرآن کے وقت رسوؐل معصوم تھے۔ اور اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں تمام لوگوں کی طرح صحیح کام بھی کرتے تھے اور غلط بھی اور متعدد واقعات و روایات سے اس پر استدلال کرتے ہو، جیسا کہ تمھاری صحاح میں موجود ہے۔

اس کے بعد آپ کے اس دعوے پر کون سی دلیل و حجت ہے کہ کتاب خدا اور سنت نبیؐ سے تمسک کافی ہے جبکہ یہ سنت تمھارے نزدیک غیر محفوظ اور اس میں خطا کا امکان ہے۔

تمھارے معتقدات کے لحاظ سے کتاب خدا اور حدیث نبیؐ سے تمسک ضلالت و گمراہی سے محفوظ نہیں ہے، خصوصاً جبکہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ پورے قرآن کی تفسیر بیان کرنے والی حدیث نبیؐ ہے، تمھارے پاس کون سی دلیل ہے کہ وہ تفسیر کتاب خدا کے مخالف نہیں ہے؟

ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ: رسوؐل نے مصلحت کی بنا پر احکام میں بہت جگہوں پر قرآن کی مخالفت کی ہے:

میں نے تعجب سے کہا: اس مخالفت کے سلسلہ میں کوئی مثال ہے؟

اس نے کہا: قرآن کہتا ہے:

﴿الزّانية والزّاني فاجلدوا كلّ واحد منهما مائة جلدة﴾

نور ر ۲

جبکہ رسوؐل نے زانی وزانیہ کو سنگسار کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم قرآن میں نہیں ہے،

میں نے کہا: زنائے محصنہ کرنے والے (شادی شدہ) کے لئے سنگسار کا حکم دیا ہے، خواہ مرد ہو یا عورت اور غیر شادی شدہ مرد وعورت کو کوڑے لگنے کا حکم دیا ہے۔

اس نے کہا: قرآن میں شادی شدہ وغیر شادی شدہ نہیں ہے، خدا نے مخصوص طور پر نہیں بلکہ مطلق طور پر فرمایا ہے کہ: زانی اور زانیہ۔

میں نے کہا: اس لحاظ سے تو قرآن میں ہر حکم مطلق ہے اسے رسوؐل نے مخصوص کیا ہے، اور یہ قرآن کے مخالف ہے، تم ہی تو کہہ رہے ہو کہ رسوؐل نے اکثر احکام میں قرآن کی مخالفت کی ہے۔

اس نے بوکھلا کے کہا: فقط قرآن معصوم ہے، کیونکہ اس کی حفاظت کی خود خدا نے ذمہ داری لی ہے، لیکن رسوؐل بشر ہیں ان سے خطا بھی ہوسکتی ہے، جیسا کہ آپ کی شان میں قرآن فرماتا ہے:

﴿قل ما أنا إلا بشر مثلكم﴾!

میں نے کہا: پھر تم صبح، ظہر وعصر اور مغرب وعشا کی نمازیں کیوں پڑھتے ہو کیونکہ قرآن نے بغیر وقت کی تخصیص کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ: قرآن میں ہے کہ:

﴿إن الصلاة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً﴾

نماز مومنین پر وقت کے ساتھ واجب کی گئی ہے ۔

صرف رسولؐ نماز کے اوقات بیان کر دیتے ہیں ۔

میں نے کہا : اوقات نماز کے بارے میں رسولؐ کی تصدیق کیوں کرتے ہو جبکہ زانی کے لئے سنگسار کے حکم میں ان کی تردید کرتے ہو ؟

موصوف نے مجھے بے نتیجہ اور متناقض فلسفہ سے مطمئن کرنے کی انتھک کوشش کی لیکن وہ اپنے مدعا پر کوئی عقلی و منطقی دلیل قائم نہ کر سکے ، مثلاً ان کا یہ قول کہ نماز کے متعلق شک کی گنجائش نہیں ہے ، کیونکہ رسولؐ نے اپنی پوری حیات میں ہر روز پانچ مرتبہ نماز ادا کی ہے لیکن رجم (سنگسار) پر اطمینان کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ آپ نے اپنی پوری زندگی میں ایک یا دو مرتبہ انجام دیا ہوگا ۔ اسی طرح اس کا یہ کہنا کہ رسولؐ سے اس وقت کوئی غلطی نہیں ہوتی تھی جب خدا رسولؐ کو اپنے پیغام پہونچانے کا حکم دیتا تھا ۔ لیکن جب اپنی طرف سے کوئی بات کہتے تھے تو وہ معصوم نہیں ہوتے تھے ۔ اسی لئے صحابہ آپ سے ہر ایک بات میں یہ پوچھتے تھے کہ یہ آپ اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں یا خدا کا پیغام ہے ، پس اگر رسولؐ کہتے کہ خدا کی طرف سے ہے تو صحابہ بغیر چون وچرا قبول کر لیتے تھے ۔ اور اگر یہ فرماتے کہ میں اپنی عقل سے کہہ رہا ہوں تو اس وقت صحابہ آپؐ سے بحث و مباحثہ کرتے اور آپ کو نصیحت کرتے تھے اور رسولؐ صحابہ کی رائے کو تسلیم کر لیتے تھے اور کبھی تو بعض صحابہ کی رائے کی موافقت اور آپ کی رائے کی مخالفت میں قرآن نازل ہوتا تھا ۔ جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں ہوا ایسے اور بھی بہت سے مشہور واقعات ہیں ۔

میں نے بھی اسے مطمئن کرنے کی پوری کوشش کی لیکن بے فائدہ ثابت ہوئی کیونکہ اہلسنت والجماعت اسی سے مطمئن ہوتے ہیں ان کی صحاح ایسی روایات سے بھری پڑی ہیں کہ جن سے رسولؐ کی عصمت مخدوش ہوتی ہے ۔ اور آپ کو عام

انسانوں سے بھی پست قرار دیتی ہیں؛ ایک ذہین یا فوج کے سپہ سالار سے یا صوفیوں کے شیخ طریقت سے بھی کم رتبہ انسان بنا کر پیش کرتی ہیں۔ میں نے اس بات میں مبالغہ نہیں کیا ہے کہ وہ عام لوگوں سے بھی رسُول کو کم رتبہ سمجھتے ہیں کیونکہ جب ہم اہلسنت کی صحاح کی بعض روایات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان سے واضح طور پر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ امویوں کی فکر اس عہد سے آج تک مسلمانوں کی عقلوں میں کارفرما ہے۔

جب ہم ان احادیث کی غرض وغایت کی تحقیق کریں گے تو ایک حتمی نتیجہ پر پہونچ جائیں گے۔ اور وہ یہ کہ امویوں نے اپنے عہد حکومت میں مسلمانوں سے حدیثیں گڑھوائیں، سب سے زیادہ معاویہ ابن ابوسفیان نے یہ کام کرایا، بنی امیہ ایک روز بھی اس بات کے معتقد نہیں ہوئے کہ محمد ابن عبد اللہ، اللہ کے رسُول یا وہ نبی برحق ہیں وہ تو زیادہ سے زیادہ آپ کو جادوگر سمجھتے تھے کہ جو لوگوں پر غالب آ گئے تھے اور غریب و مستضعف لوگوں کے نام پر اپنی حکومت مضبوط کر لی تھی خصوصاً غلاموں نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور مدد کی۔

بنی امیہ کا یہی گمان تھا، اور بعض ظن وگمان گناہ ہوتے ہیں جب ہم تواریخ کی کتب کا مطالعہ کریں گے تو معاویہ اور اس کی شخصیت واضح ہوگی اور یہ بات بھی آشکار ہو جائے گی کہ اس نے اپنی پوری زندگی میں کیا کیا خصوصاً حکومت کے زمانہ میں کیا کارنامے تھے۔ اس وقت یہ گمان حقیقت میں بدل جائے گا۔

ہم سب جانتے ہیں کہ معاویہ کون ہے، اس کی ولدیت کیا ہے، ابوسفیان، اس کی ماں ہندہ، وہ طلیق بن طلیق تھا کہ جس نے جوانی کو اپنے باپ کے ساتھ رسُول سے جنگ اور ان کی تبلیغ کے خاتمہ کے لئے لشکر جمع کرنے میں گذارا تھا۔ لیکن جب ان کی تمام کوششیں بے کار ہو گئیں اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غالب ہو گئے تو موقع غنیمت سمجھ کر اسلام قبول کر لیا۔ حالانکہ دل مطمئن نہ تھا، رسُول نے بھی شرافت

اور خلق عظیم کی بنا پر انھیں معاف کر دیا اور کہدیا کہ تم آزاد ہو، لیکن رسولؐ کی وفات حسرت آیات کے بعد ابوسفیان فتنہ پردازی اور اسلام کو نقصان پہونچانے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک شب امام علی علیہ السلام کے پاس آیا اور آپ کو ابوبکر کی حکومت و خلافت کے بارے میں برانگیختہ کرنا چاہا اور کہنے لگا کہ اموال و افواج سے میں حاضر ہوں، لیکن حضرت علی علیہ السلام اس کے ارادے کو سمجھ گئے اور اس کی باتوں کو رد کر دیا۔ ابوسفیان کی تمام عمر اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں گذری یہاں تک کہ جب خلافت کی باگ ڈور اس کے چچازاد بھائی عثمان ابن عفان کے ہاتھوں میں آئی تو اس نے اپنے کفر و نفاق کا کھل کر اظہار کیا اور کہا: اے بنی امیہ! خلافت کو گیند کی طرح نچاؤ ابوسفیان قسم کھا کے کہتا ہے کہ جنت و جہنم کوئی چیز نہیں ہے[1] ابن عساکر نے اپنی تاریخ کی جلد ۶ کے ص ۴۰۷ پر انس سے روایت کی ہے کہ جس زمانہ میں ابوسفیان کی آنکھوں کی بصارت ختم ہو چکی تھی، عثمان کے پاس آیا اور کہا کہ یہاں کوئی اور تو نہیں بیٹھا ہے؟ انھوں نے کہا کہ نہیں کوئی نہیں ہے: ابوسفیان نے کہا کہ: جاہلیت والا قانون جاری کر دو، اور ملک کو آسودگی میں بدلو اور عظیم عہدوں کو بنی امیہ میں تقسیم کر دو۔

ابوسفیان کے بیٹے معاویہ کے بارے میں آپ جانتے ہیں کہ معاویہ کون ہے؟ ہم یہاں اس کے حالات کو قلم بند کر رہے ہیں۔ اور یہ کہ اس نے شام میں اپنی حکومت کے زمانہ میں امت محمدیؐ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ جب معاویہ مسند خلافت پر جبراً متمکن ہوا تو اس نے قرآن و سنت کی ہتک کی، شریعت کی حدود کو پس پشت ڈال دیا اور ایسے افعال کا مرتکب ہوا جن کے لکھنے سے قلم کے تقدس پر حرف آتا ہے اور

---

[1] طبری جلد ۱۱ ص ۳۵۷، مروج الذہب جلد ۱، ص ۴۴۰

بیان کرنے سے زبان کی عظمت جاتی ہے، ہم ان عیوب پر اپنے سنی بھائیوں کی خاطر پردہ ڈالتے ہیں کیونکہ ان کے دل معاویہ کی محبت سے سرشار ہیں اور اس کا دفاع کرتے ہیں۔

لیکن ہم معاویہ کے نفسیات اور محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں اس کے عقیدہ کو بیان کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے، عقیدہ کے سلسلہ میں معاویہ بھی اپنے باپ دادا سے جدا نہیں ہے اس نے ہندہ جگر خوارہ کا دودھ پیا ہے کہ جو زنا و فسق و فجور میں مشہور تھی [1] اسی طرح اسے اپنے باپ شیخ المنافقین سے میراث ملی تھی کہ جس نے دل سے کبھی اسلام قبول نہیں کیا تھا

جیسا کہ ہم نے باپ کے نفسیات کے بارے میں بیان کیا تھا وہی آپ بیٹے کے لئے تصور کر لیجئے، لیکن معاویہ چالاکی اور نفاق میں اپنے باپ سے بھی آگے تھا۔

زبیر ابن بکار مطرف ابن مغیرہ نے ابن شعبہ ثقفی سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ:

ایک روز میرے والد معاویہ کے پاس گئے اور معاویہ سے گفتگو کر کے میرے پاس آئے اور معاویہ کا تذکرہ کر رہے تھے، ان کی عقل اس حرکت سے بہت پریشان تھی جو انھوں نے معاویہ سے سرزد ہوتے دیکھی تھی اور وہ یہ کہ جب ایک رات میرے والد واپس آئے تو میں نے انھیں رنجیدہ پایا، تھوڑی دیر تو میں خاموش رہا اور خیال کیا کہ کوئی بات ہو گئی ہوگی

---

[1] ربیع الابرار جلد ۳ باب القرابات والانسان، شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۱۱۱

پھر میں نے کہا آج کی رات میں آپ کو رنجیدہ کیوں دیکھ رہا ہوں؟
انھوں نے جواب دیا: بیٹے میں خبیث ترین شخص کے
پاس سے آرہا ہوں۔ میں نے کہا: کیا ہوا؟
انھوں نے کہا: کہ آج معاویہ کے پاس کوئی نہیں
تھا میں نے معاویہ سے کہا کہ اے امیر المومنین آپ اپنی مراد کو پا
گئے ہیں، اگر آپ عدل کا اظہار کریں سخاوت سے کام لیں تو آپ
کی عظمت و بزرگی میں اضافہ ہوگا اور اگر اپنے بھائی بنی ہاشم کی خبرگیری کریں
تو ان کے لئے صلہ رحم ہوگا۔ قسم خدا کی آج ان کے پاس کوئی ایسی
چیز نہیں ہے جو تمھارے لئے باعث خوف ہو۔
اس سے آپ کو دائمی ثواب ملے گا اور آپ کا ذکر باقی
رہے گا۔ معاویہ نے کہا افسوس صد افسوس! میں کس ذکر کی
بقا کی امید کروں، بنی تمیم کے ایک شخص کے ہاتھ میں حکومت
و خلافت آئی تو اس نے عدل سے کام لیا، اور جو کچھ کرنا تھا کیا،
جب وہ ہلاک ہوگیا تو اس کا ذکر بھی ختم ہوگیا، ہاں کوئی کہنے والا
کبھی ابوبکر کہہ دیتا ہے، پھر بنی عدی کے ایک شخص کے ہاتھ میں
زمام خلافت آئی تو اس نے اپنی سی کی اور دس سال سخاوت
کی، قسم خدا کی جیسے ہی وہ ہلاک ہوا ویسے ہی اسکا ذکر فنا ہوگیا مگر یہ
کہ کبھی کوئی عمر کے نام سے یاد کر لیتا ہے۔ پھر ہمارے خاندانی عثمان
بن عفان خلافت کے مدار المہام بنے ان کے بعد مسند خلافت
پر وہ شخص جلوہ افروز ہوا کہ نسب میں جس کی برابری کوئی نہیں کر
سکتا، اس نے جو کچھ کیا کیا اور جو اس کے ساتھ ہوا ہوا اور جب

وہ ہلاک ہوگیا تو اُس کا ذکر اور اُس کے ساتھ کئے جانے والے
سلوک کا ذکر بھی ختم ہوگیا، لیکن بنی ہاشم کی فرد کا نام باواز بلند ہر روز
پانچ مرتبہ لیا جاتا ہے، اشہدان محمداً رسول اللہ، بدبخت اس کے
ہوتے ہوئے کون سا عمل اور کون سا تذکرہ باقی رہے گا؟ قسم
خدا کی قتال کے علاوہ اب کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ [1]

بدبخت کمینہ خدا تجھے رسوا کرے، تو نے ذکر رسولؐ کو دفن کرنے
کی ٹھانی ہے، اور اس سلسلہ میں بے شمار دولت خرچ کی ہے، لیکن تیری ساری
تگ و دو بے کار ہوگئی کیونکہ خدا تیری گھات میں ہے۔ اور اپنے رسولؐ کے لئے
فرماتا ہے: "ورفعنا لک ذکرک"

تم اس ذکر کو کبھی دفن نہیں کرسکتے جس کو رب العزت نے
بلند کیا ہے، تم اپنی پوری کوشش اپنے ہمنواؤں کو جمع کرنے کے بعد بھی اس شمع کو
نہیں بجھا سکتے جسے خدا نے روشن کیا ہے، خدا اپنے نور کو کامل اور تمہارے نفاق کو
آشکار کرکے رہے گا، اگر تم مشرق و مغرب کے بھی بادشاہ بن جاؤ گے تو بھی تمہاری
ہلاکت کے ساتھ ساتھ تمہارا نام مٹ جائے گا۔ مگر یہ کہ کوئی ذاکر تمہارے ان سیاہ
کارناموں کا تذکرہ کرے گا کہ جن کے ذریعہ تم اسلام کو نابود کرنا چاہتے تھے، جیسا کہ رسولؐ
نے فرمایا ہے۔ [2]

ذریت ہاشم محمدؐ ابن عبداللہ کا ذکر صدیوں اور نسلوں کے بعد

---

[1] کتاب الموفقیات، ص۵۷۶، طبع وزارت الاوقاف بغداد، ۱۳۹۲ھ، مروج الذہب جلد ۱
ص۳۴۱، شرح ابن ابی الحدید جلد ۵ ص۱۳۰، الغدیر جلد ۱۰ ص۲۸۳
[2] کتاب صفین ص۳۴

بھی باقی رہے گا۔ یہاں تک کہ خدا پورے کرہ ارض پر ان کی حکومت قائم کرے گا۔ اور جب بھی ذاکر آپ کا ذکر کرے گا تو صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کرے گا۔

تمھاری اور بنی امیہ کی ناک گھسی جاتی رہے گی کہ انھوں نے تمھاری حکومت و خلافت کو اہلبیتؑ کے خلاف مستحکم بنانے کی کوشش کی اور ان کے فضائل کو چھپانا چاہا لیکن ان کے فضائل پھیلتے گئے روز قیامت جب تم خدا سے ملاقات کروگے وہ تم پر غضبناک ہوگا کیونکہ تم نے اس کی شریعت میں تحریف کی لہذا اس کی سزا تمھیں ملے گی۔

اور جب ہم ان کے خلف ناسلف یزید ابن معاویہ شراب خور، فاسق و فاجر کو دیکھتے ہیں تو جس طرح ان سے ذلت و رسوائی، شراب خوری، زناکاری قمار بازی میراث میں ملی تھی اسی طرح عقیدہ بھی معاویہ اور ابوسفیان سے میراث میں ملا تھا، اگر بیہودہ صفات اسے میراث میں نہ ملے ہوتے تو معاویہ اسے اپنا جانشین نہ بناتا اور مسلمانوں پر مسلط نہ کرتا، وہ سب اسے بخوبی جانتے تھے جب کہ ان میں فضلائے صحابہ حسینؑ ابن علیؑ سید شباب اہل جنت ایسے افراد موجود تھے میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ معاویہ نے اسلام اور مسلمانوں کی توہین میں اپنی تمام عمر اور حرام طریقہ سے حاصل کی ہوئی کافی دولت صرف کی تھی، اور ہم یہ دیکھ چکے کہ وہ رسولؐ کے نام کو کس طرح مٹا دینا چاہتا تھا لیکن جب وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوسکا تو وصی نبیؐ حضرت علی علیہ السلام کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکائی، اور اس وقت تک آپ سے لڑتا رہا جب تک جبراً بادشاہ نہ بن بیٹھا، بری باتوں کو رواج دیا، اپنی حکومت کے سارے عاملوں کو منبروں سے ہر نماز کے بعد حضرت علی علیہ السلام اور اہلبیتؑ نبیؐ پر لعنت کرنے کے لئے لکھا، اصل میں معاویہ اس راستہ سے رسولؐ پر لعنت کرنا چاہتا تھا، اور جب اس نے اپنی موت

کو قریب دیکھا اور نامراد و ناکام دنیا سے رخت سفر بندھتے دیکھا تو اپنے بیٹے یزید کو بلا کر امت کا حاکم بنا دیا تاکہ اس کے اور اس کے باپ ابو سفیان کے ارادوں کو یزید پورا کرے آگاہ ہو جاؤ! وہ مقاصد اسلام کی نابودی اور جاہلیت کی بازگشت تھی۔ [1]

فاسق و فاجر یزید نے زمام خلافت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اپنے باپ کی ترغیب کے مطابق اپنے سرداروں کو اسلام کو نابود کرنے کا حکم دے دیا، پہلا اقدام اس نے یہ کیا کہ مدینہ رسول کو اپنے کافر لشکر کے لئے مباح کر دیا، لشکر نے تین روز کی مدت میں جو کچھ کیا کیا، دس ہزار بہترین صحابہ کو قتل کیا، اس بت پرست نے سید شباب اہل جنت، ریحانۃ النبیؐ بلکہ تمام اہلبیتؑ کو قتل کیا حالانکہ وہ امت کے چاند تھے، اور اہلبیت عصمت کی چادر چھین لی، "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ"

اگر خدا نے اسے جلد ہی جہنم واصل نہ کیا ہوتا تو یہ بدبخت و کمینہ مزید اسلام و مسلمانوں کے سر پر بلا لاتا، جس طرح ہم نے یزید کے باپ دادا کے عقیدہ کا انکشاف کیا اسی طرح اس بحث میں یزید کے عقیدہ کا بھی انکشاف کرنا اہمیت کا حامل ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ حرہ وہ بدترین سانحہ ہے جس میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان مرد و عورت قتل ہوئے ہیں اور ہزاروں باکرہ لڑکیوں کا افضا ہوا ہے اور ہزاروں

---

[1] العقد الفرید جلد ۲ ص ۳۰۱ پر ابن عبد ربہ نے نقل کیا ہے کہ معاویہ نے منبر سے حضرت علیؑ پر لعنت کی اور اپنے کارندوں کو لکھا کہ منبر سے حضرت علیؑ پر لعنت کیا کریں سو انھوں نے شروع کر دی، ام سلمہ نے معاویہ کو لکھا: تم منبروں سے خدا اور رسولؐ پر لعنت کر رہے ہو، اس لئے کہ تم علی ابن ابیطالب اور ان کے دوستوں پر لعنت کر رہے ہو، اور میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا و رسولؐ انھیں دوست رکھتے ہیں لیکن معاویہ نے ان باتوں پر اعتناء نہ کیا۔

اسی لشکر کے سپاہیوں سے حاملہ ہوئیں ہیں، اور اس درندگی کو دیکھ کر باقی لوگوں نے اس بات پر یزید کی بیعت کر لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں اور جس نے بیعت سے انکار کیا وہ قتل کیا گیا۔ اور جب یزید کو اس شرمناک واقعہ کی اطلاع دی گئی کہ جس کی مثال تاریخ بھی پیش کرنے سے قاصر ہے، جس میں روا رکھے جانے والے مظالم کے سامنے مغلوں، تاتاریوں اور اسرائیلیوں کے جرائم ماند نظر آتے ہیں، تو وہ بہت خوش ہوا اور رسُول اسلام کی شماتت کا اظہار کرتے ہوئے زبعری کے وہ اشعار پڑھتا ہے۔[1] جو اس نے جنگ احد کے بعد پڑھے تھے۔

ليت أشياخي ببدر شهدوا	جزع الخزرج من وقع الأسلْ
لأهلّوا واستهلّوا فرحاً	ثم قالوا: يا يزيد لَا تشلْ
قد قتلنا القرم من ساداتهم	وعدلنا ميل بدر فاعتدلْ
لستُ من خندفٍ إن لم أنتقم	من بني أحمد ما كان فعلْ
لعبتْ هاشم بالملك فلا	خبرٌ جاء ولا وحيٌ نزلْ

کاش بدر میں قتل ہونے والے بزرگ ہوتے
تو آج تلوار کی باڑ سے گھبرائے ہوئے خزرج کو دیکھتے
اور خوشی سے اچھل پڑتے پھر کہتے اے یزید تیرے
ہاتھ شل نہ ہوں یقیناً ہم نے (بنی ہاشم کے) سورماؤں کو
قتل کیا اور یہ ہم نے بدر میں قتل ہونے والوں کا بدلہ
لیا ہے۔ اگر میں اولاد احمد سے انتقام نہ لوں تو خندف
سے نہیں ہوں یہ تو بنی ہاشم کا بادشاہت حاصل کرنے

---

[1] انساب الاشراف بلاذری جلد ۵، ص ۴۲، لسان المیزان جلد ۶، ص ۲۹۴، تاریخ ابن کثیر جلد ۸، ص ۲۲۱، الاصابہ جلد ۳، ص ۳۰۲

کے لیے ایک ڈھونگ تھا ورنہ نہ کوئی وحی نازل ہوئی ہے
اور نہ ہی کوئی خبر آئی ہے ۔

اور اس کا دادا ابو سفیان خدا و رسُول کا پہلا دشمن صاف لفظوں میں
یہ کہتا ہے کہ :

اے بنی امیہ خلافت کو گیند کی طرح نچاؤ ابو سفیان قسم کھا کے
کہتا ہے کہ جنت وجہنم کچھ نہیں ہے ،

اور اس کا باپ معاویہ خدا و رسُول کا دوسرا دشمن صراحت کے
ساتھ کہتا ہے کہ :

اس وقت جب موذن آذان میں اشہد ان محمداً رسولُ اللہ
کہتا ہے ، کم بخت اس کے کون سا ذکر و عمل باقی ہے ؟ ۔
قسم خدا کی قتال کے علاوہ کوئی اور چارہ
کار نہیں ہے ۔

لعبتْ هاشمُ بالملك فلا
خبرٌ جاء ولا وحيٌ نزلْ.

یہ تو اِ بنی ہاشم کا بادشاہت حاصل
کرنے کے لئے ایک ڈھونگ
تھا ۔ ورنہ نہ کوئی وحی نازل ہوئی
ہے اور نہ کوئی خبر آئی ہے

ہم خدا و رسول اور اسلام کے بارے میں ان کے عقائد سے آگاہ ہو چکے اور ان کے اعمال شنیع کا مطالعہ کر چکے کہ جن کے ذریعہ وہ اسلام کے ستون اور رسول اسلام کی شخصیت کو مخدوش کرنا چاہتے تھے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ان میں سے ہم نے بہت ہی مختصر کا تذکرہ کیا ہے اگر ہم وسعت دینا چاہیں تو صرف معاویہ کے ایسے اعمال کے لئے ایک ضخیم جلد درکار ہے ایک زمانہ میں جن پر ننگ و عار اور فضیحت کی بنیاد ہے اگرچہ بنی امیہ سے بخشش و عطا وصول لینے والے بعض علمائے سوء نے ان عیوب کی پردہ پوشی کی حتی القدور کوشش کی ہے، ان علماء کو لالچ نے اندھا بنا دیا تھا، انھوں نے دنیا کو آخرت کے عوض خریدا تھا، اور باطل سے حق کا سودا کر لیا تھا، حالانکہ وہ حقیقت سے واقف تھے، اکثر مسلمان اس سازش کا شکار ہو گئے۔

اس مختصر بحث میں جو چیز اہمیت کی حامل ہے وہ یہ کہ مسلمانوں پر بنی امیہ اور ان کے پیروکاروں کا کتنا اثر ہوا کہ جنھوں نے سو سال تک مسلمانوں پر حکومت کی ہے جبکہ انھوں نے اپنا پرانا مسلک نہیں چھوڑا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ منافقوں کا مسلمانوں پر بہت برا اثر پڑا ان کے عقیدے بدل دیئے، اخلاق و معاملات اور راستوں میں تبدیلی پیدا کر دی یہاں تک کہ ان کی عبادات میں رخنہ ڈال دیا ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ امت حق کی نصرت سے چشم پوشی کر کے دشمنان خدا و رسول کے شانہ بشانہ ہوتی اور اولیائے خدا کی ذلت و رسوائی نہ ہوتی۔

اور ہمارے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم طلیق ابن طلیق، لعین ابن لعین معاویہ کی خلافت تک رسائی کی تفسیر کریں، کہ جو اپنے کو رسول کا خلیفہ کہہ رہا تھا، ایک وقت میں مورخین ہمیں فریب دیتے ہیں کہ لوگوں نے عمر ابن خطاب سے کہا کہ اگر ہم آپ کو کجروی پر دیکھتے تو شورش برپا کر دیتے (تلواروں سے آپ کا مقابلہ کرتے) انھیں مورخین

کو ہم یہ دیکھتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ معاویہ نے قہر و غلبہ سے مسند خلافت پر قبضہ کر لیا اور اپنے پہلے خطبہ میں تمام صحابہ سے کہا کہ میں نے تم سے نماز پڑھنے روزے رکھنے کے لئے جنگ نہیں کی ہے میں نے تو تم پر اپنی حکومت کے استحکام کے لئے جنگ کی تھی سو آج میں تمہارا حاکم ہوں، صحابہ میں سے کسی نے جنبش نہ کی اور نہ ہی کسی نے کوئی اعتراض کیا بلکہ اس کے نقش قدم پر چلتے رہے، اور یہی نہیں بلکہ جس سال معاویہ خلیفہ ہوا اس سال کا نام بھی عام الجماعت رکھ دیا حالانکہ وہ سال عام الفرقہ تھا۔

اس کے بعد ہم صحابہ کو اس بات پر راضی دیکھتے ہیں کہ معاویہ اپنے بیٹے کو ولی بنا دے جس کے بارے میں وہ ناواقف نہ تھے، معاویہ کے اس فعل سے بھی ان میں کوئی تحریک پیدا نہ ہوئی، ہاں جن صالح افراد میں پیدا ہوئی تھی انھیں یزید نے حادثۂ حرہ میں قتل کرا دیا اور باقی بچ جانے والوں سے اس بات پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں، ان تمام باتوں کا کیا جواب ہو سکتا ہے؟ اس کے بعد ہم مومنوں کی امارت و ریاست کی باگ ڈور بنی امیہ کے فاسق ترین اشخاص مروان ابن حکم، اور ولید ابن عقبہ وغیرہ کے ہاتھوں میں دیکھتے ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مومنوں کے حاکم و امیر نے مدینۂ رسولؐ کو مباح قرار دے دیا لشکر نے جو کچھ کیا، کیا، عصمت دری کی، خانہ خدا کو آگ لگائی، حرم خدا میں بہترین صحابہ کا قتل عام کیا، مومنوں کے حاکم نے ذریت رسولؐ کا خون بہایا یعنی ریحانہ و ذریت رسولؐ کو تہ تیغ کیا، ان کی بیٹیوں کو قید کیا، امت میں سے کسی میں جرأت نہ ہوئی اور کسی نے بھی جوانان جنت کے سردار کی مدد نہ کی۔

انہی مومنوں کے امیروں میں سے ولید نے کتاب خدا کو پارہ پارہ کیا اور قرآن کو مخاطب کر کے کہا، جب روز حشر خدا کے پاس جانا تو کہہ دینا کہ پروردگارا مجھے ولید نے پارہ پارہ کیا۔

انہی مومنوں کے امیروں نے حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ پر منبروں سے لعنت کی اور اپنی حکومت کے لوگوں کو علی علیہ السلام پر لعنت کا حکم دیا اس طریقہ سے وہ رسولؐ پر لعنت کرتے تھے پھر بھی ان مومنوں میں کوئی حرکت و جنبش پیدا نہ ہوئی، اور اگر کسی نے علی علیہ السلام پر لعنت کرنے سے انکار کر دیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔ دار پر چڑھا دیا گیا۔

انہی مومنوں کے امیروں نے کھلم کھلا شراب خوری، زناکاری، لہو ولعب، ناچ وغیرہ کا ارتکاب کیا۔ لیکن کوئی اہمیت نہ دی گئی۔

پس جب امت اسعدیہ کے حاکموں کے اخلاقی انحطاط کی یہ حالت ہے تو ان میں ایسے عوامل بھی ہوں گے جنھوں نے ان کے عقیدوں کو متاثر کیا ہوگا ہماری اس بحث کا یہ مہم عنصر ہے کیونکہ اس کا تعلق عصمت اور رسولؐ کی شخصیت سے ہے۔

اولاً جس سے ہماری تنبیہ کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ ابوبکر و عمر و عثمان نے حدیث نبیؐ کو قلم بند کرنے سے منع کر دیا تھا بلکہ بیان کرنے سے بھی روک دیا تھا۔

ابوبکر نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک روز لوگوں کو جمع کیا اور کہا تم لوگ رسولؐ سے احادیث نقل کرتے ہو اور ان میں اختلاف کرتے ہو، اس سے تمھارے بعد لوگوں میں شدید اختلاف ہوگا لہذا آج سے تم رسولؐ کی کوئی حدیث بیان نہ کرنا اور جو شخص تم سے سوال کرے اس سے کہدو ہمارے اور تمھارے درمیان کتابِ خدا موجود ہے۔ اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھو۔ [۱]

اسی طرح عمر ابن خطاب نے لوگوں کو حدیث رسولؐ بیان کرنے سے منع کیا، قرظہ ابن کعب کہتے ہیں جب ہم عمر ابن خطاب کے ساتھ عراق جا رہے تھے اس

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ "ذہبی"، جلد ۱ ص ۲-۳

وقت درمیان راہ عمر نے کہا کہ تم لوگ جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیوں چل رہا ہوں ؟ سب نے کہا کہ ہماری عزت افزائی کے لئے آنہوں نے کہا اسکے علاوہ یہ بھی ہے کہ جب تم دیہاتوں سے گذرو تو قرآن کو اس طرح پڑھنا جس طرح مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے انھیں احادیث سے آگاہ نہ کرنا کہ اس میں مشغول ہو جائیں قرآن کو زیادہ پڑھو اور رسول سے کم روایت نقل کرو میں بھی تمہارا شریک کار ہوں ۔

یہی راوی کہتا ہے کہ میں نے اس کے بعد کوئی حدیث نقل نہیں کی جب ہم لوگ عراق پہونچے تو لوگ تیزی سے ہمارے پاس آئے تاکہ ہم سے حدیث کے بارے میں سوال کریں قرظہ نے ان سے کہا کہ ہمیں اس سے عمر نے منع کر دیا ہے [۱]

عبد الرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ عمر ابن خطاب نے چپہ چپہ سے صحابہ کو جمع کر کے کہا : رسول کی حدیث بیان نہ کیا کرو ، اور کہا کہ اس سلسلہ میں تازندگی میرا ساتھ دینا اور مجھ سے جدا نہ ہونا پس صحابہ نے ان کی زندگی میں کوئی حدیث بیان نہ کی ۔ [۲]

خطیب بغدادی اور ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں تحریر کیا ہے کہ :
عمر ابن خطاب نے مدینہ میں تین صحابہ یعنی ابو درداء ، ابن مسعود اور ابو مسعود انصاری کو زیادہ حدیثیں بیان کرنے کے جرم میں قید کر دیا ۔ اسی طرح عمر نے صحابہ کو حدیثوں کی کتابوں کو جمع کرنے کا حکم دیا ، صحابہ نے سوچا شاید عمر انھیں ایک انداز سے مرتب کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے اس لئے انھوں نے اپنی کتابوں کو عمر کے حوالے کر دیا اور عمر نے سب کو جلا دیا ۔ [۳]

---

[۱] مستدرک الحاکم جلد ۱ ص ۱۰۱ ، کنز العمال جلد ۵ ص ۲۳۹ [۲] الطبقات الکبریٰ ابن سعد جلد ۵ ص ۱۴۰
[۳] سنن ابن ماجہ جلد ۱ ص ۱۲ ، سنن دارمی جلد ۱ ص ۸۵ ، تذکرۃ الحفاظ جلد ۱

اس کے بعد عثمان مسند خلافت پر آتے ہیں اور وہ تمام لوگوں کو آگاہ کرتے ہیں کہ کسی کو اجازت نہیں ہے کہ وہ ان حدیثوں کو بیان کرے جو ابوبکر و عمر کے زمانہ میں نہیں سنی گئیں ۔ [1]

اس کے بعد معاویہ ابن ابوسفیان کا زمانہ آتا ہے جب وہ مسندِ خلافت پر متمکن ہوا تو منبر پر جاکر کہا: لوگو! خبردار تم نے رسولؐ سے کوئی حدیث نقل کی مگر وہ حدیث جو عہد عمر میں بیان کی گئی ۔ [2]

رسولؐ کی حدیثوں کے نقل کرنے پر پابندی میں کوئی نہ کوئی راز ضرور تھا اور وہ یہ کہ کوئی ان حدیثوں پر عمل نہ کرے ورنہ اس طویل مدت میں رسولؐ کی حدیثوں کو نقل کرنے پر کیوں پابندی لگائی تھی ۔ اور حدیثوں کا لکھنا بھی عمر ابن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں شروع ہوا ۔

گذشتہ بحثوں سے خصوصاً اس نص صریح سے خلافت کے بارے میں جس کا رسولؐ نے اعلان کیا تھا۔ ابوبکر و عمر نے اس حدیث کو رسولؐ سے نقل کرنے سے اس لئے منع کر دیا تھا کہ کہیں یہ نصوص دنیا کے گوشہ و کنار میں یہاں تک کہ دیہاتوں میں نہ پہونچ جائیں کہ لوگوں پر یہ بات آشکار ہو جائے گی کہ عمر و ابوبکر کی خلافت شرعی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے حقیقی وارث تو علیؑ بن ابیطالبؑ ہیں اور ان کے اس حق کو غصب کر لیا گیا ہے اس موضوع پر ہم اپنی کتاب ۔ لِأَكُونَ مَعَ الصَّادِقِينَ ،، میں سیر حاصل بحث کر چکے ہیں۔ مزید اطمینان کے لئے اس کا مطالعہ فرمائیں ۔

عمر بن خطاب کے بارے میں تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ وہ ہر اس

---

[1] منتخب کنز العمال حاشیہ مسند احمد جلد ۴ ص ۶۴

[2] خطیب بغدادی ، شرف اصحاب الحدیث ص ۹۱

اور آپ کی طرف بھی ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے، ان کے
لئے ان احکام کو واضح کر دیں جو ان کی طرف نازل کئے گئے ہیں۔

یا یہ صاحب قرآن کو رسولؐ سے بھی زیادہ جانتے تھے

یہ ان لوگوں کی کوشش ہے کہ جو کہتے ہیں کہ قرآن مجید اکثر عمر کی رائے کے
موافق اور رسولؐ کی رائے کے مخالف نازل ہوتا تھا، ان ناسمجھوں نے بہت بڑی بات کہہ دی۔

صحیح بخاری میں مجھے یہ واقعہ پڑھتے ہوئے ہمیشہ تعجب ہوتا ہے کہ عمر
نے عمار یاسر کی روایت قبول کرنے سے انکار کر دیا، خصوصاً اس روایت کو جس میں نبیؐ نے
انھیں تیمم کا طریقہ تعلیم دیا تھا۔ اسی طرح عمار کے اس قول سے بھی مجھے تعجب ہوتا ہے کہ انھوں نے عمر کے
خوف سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں اسے بیان نہ کروں، یہ بات تو واضح ہے کہ عمر حدیث رسولؐ
بیان کرنے والے پر غضبناک ہوتے تھے۔ اور راوی کو مصائب کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

جب خلیفہ سے وہ صحابہ بھی خوف کھاتے تھے جنکا تعلق قبیلۂ قریش
سے تھا وہ مدینہ سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ جو لوگ کہیں جاتے تھے انھیں
حدیث بیان کرنے سے شدت کے ساتھ منع کیا جاتا تھا۔ ان کی ان کتابوں کو جن
میں انھوں نے حدیثیں جمع کی تھیں جلا دیا گیا تھا۔ اور ان میں کچھ کہنے کی جرأت بھی نہیں
تھی۔ تو بے چارے عمار کی حیثیت ہی کیا تھی اور علیؑ ابن ابیطالب کے شیعہ ہونے کے سبب
ویسے بھی قریش کی نظروں میں خار تھے۔

اور جب ہم ٹھنڈے دل سے تامل کے ساتھ "یوم الخمیس" کہ جس
روز رسولؐ معبود حقیقی سے جاملے۔ کہ جس دن کو ابن عباس نے روز مصیبت کا نام دیا
ہے۔ اس روز رسولؐ نے حاضرین سے قلم دوات طلب کیا تاکہ ان لوگوں کے لئے ایک
نوشتہ لکھ دیں جس سے ان کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوں، اس روز بھی ہم عمر ابن خطاب کو رسولؐ پر
اعتراض کرتے ہوئے دیکھتے ہیں "معاذ اللہ" رسولؐ پر ہذیان کا الزام لگاتے ہیں اور

متناقض رائے کا موافق تھا جس کا تعلق خلافت سے ہوتا تھا۔

ایک جگہ ہم انھیں ابوبکر کی بیعت کو استوار کرتے —— اور لوگوں سے جبراً بیعت لیتے دیکھتے ہیں جو اتفاقی امر تھا۔ اور خدا ہی نے اس کے شر سے محفوظ رکھا پھر انھیں خلافت سے متعلق چھ رکنی کمیٹی بناتے اور یہ کہتے دیکھتے ہیں کہ اگر میں علیؑ ابن ابیطالب کو خلیفہ بنا دوں تو وہ لوگوں کو صحیح راستہ پر چلائیں گے۔ پس جب انھیں اس بات کا اعتراف ہے کہ علیؑ ہی تنہا وہ شخص ہیں کہ جو لوگوں کو راہ راست پر چلا سکتے ہیں تو انھیں خلیفہ کیوں نہیں بنایا اور قصہ پاک کیوں نہیں کیا تاکہ اس سے امت محمدؐ کی اصلاح و حفاظت ہو جاتی۔

اس کے بعد ہم پھر تناقض دیکھتے ہیں اور عمر ابن عوف کو ترجیح دیتے ہیں پھر تناقض دیکھتے ہیں اور عمر کہتے ہیں کہ اگر حذیفہ کا غلام سالم زندہ ہوتا تو میں اس کو خلیفہ بنا دیتا۔ [1]

اس سے زیادہ تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ ابوحفصہ عمر نے نبیؐ سے حدیث نقل کرنے پر پابندی لگادی، اور صحابہ کو مقید کر دیا، باہر نکلنے سے منع کر دیا اور جن لوگوں کو وہ کہیں تعینات کرتے تھے انھیں بھی لوگوں کے سامنے حدیث بیان کرنے سے پہلے ہی منع کر دیتے تھے۔ صحابہ کی ان کتابوں کو جلا دیتے تھے جن میں نبی کی احادیث مرقوم تھیں۔

کیا عمر نہیں جانتے تھے کہ سنت نبیؐ قرآن کو بیان کرتی ہے؟ کیا ان کی نظروں سے خدا کا یہ قول نہیں گذرا تھا:

﴿وأنزلنا إليك الذكر لتبيّن للنّاس ما نُزّل إليهم﴾ نحل ر ۴۴

---

[1] اسی حدیث سے ابوحنیفہ نے دوگروں کی خلافت پر حجت قائم کی ہے اور اسی طرح انھوں نے رسولؐ کی اس حدیث کی مخالفت کی ہے کہ "خلافت قریش ہی میں رہے گی" اور شاید یہی وجہ ہے کہ ترکیوں نے خلافت حاصل کرنے کے لئے ابوحنیفہ کے مذہب کو قبول کر لیا اور انھیں امام اعظم کا نام [illegible]

کہتے ہیں کہ ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے، اس واقعہ کو بخاری، مسلم، ابن ماجہ، نسائی ابوداؤد، اور امام احمد وغیرہ کے علاوہ بہت سے مؤرخین نے بھی نقل کیا ہے۔

جب عمر خود رسولؐ کو اپنی حدیث لکھنے سے منع کر سکتے ہیں اور وہ بھی صحابہ اور اہلبیتؑ کے ایک جم غفیر کے سامنے جسارت کے ساتھ رسولؐ کی شان میں گستاخی کر سکتے ہیں اور ان پر ہذیان کی تہمت لگا سکتے ہیں کہ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ انھوں نے رسولؐ کی وفات کے بعد زرخرید غلاموں اور لوگوں کو رسولؐ کی احادیث نقل کرنے سے منع کر دیا ہو اور پھر وہ خلیفہ (حاکم) وقت تھے جن کے پاس طاقت و ثروت موجود تھی۔ اور اس میں بھی شک نہیں ہے۔ کہ صحابہ کی کثیر تعداد کا تعلق انصار اور قریش سے تھا یہی بہترین افراد تھے، قبیلوں میں ان کا اثر درسوخ تھا یہ قبیلے خوف، طمع یا نفاق کی وجہ سے آنحضرتؐ کے ساتھ رہتے تھے ان صحابہ کی اکثریت کو بھی ہم عمر کی ہاں میں ہاں ملاتے دیکھتے ہیں کہ وہ نبیؐ پر ہذیان کا الزام لگا رہے ہیں اور احادیث رسولؐ کے لکھنے کی پابندی میں بھی ہم انھیں عمر کے شانہ بہ شانہ دیکھتے ہیں میرا عقیدہ ہے کہ نبیؐ نے جو حدیث لکھوانے کو نظر انداز کیا ہے اس کا سب سے بڑا سبب یہی تھا کیونکہ وہ وحی کے ذریعہ اس بات کو جانتے تھے کہ منصوبے قوی ہیں اگر اس سلسلہ میں کوئی کتاب لکھی جائے گی تو اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنیں گے۔

رسولؐ وہ چیز لکھنا چاہتے تھے جو امت کو ضلالت و گمراہی سے محفوظ، رکھنے والی تھی یعنی اگر امیر و خلفا موقف بدل دیں گے تو وہ کتاب (اگر لکھی جائے) ضلالت و گمراہی سے محفوظ رہنے کا باعث ہو گی۔

پس رسول اسلام کے چہرۂ اقدس کا رنگ کیسے متغیر نہ ہوتا جب کہ آپ بستر مرگ پر تھے اور آپ کے کان میں پروردگار کی طرف سے وحی کی مسلسل آواز آ رہی تھی، اپنی امت کی سرکشی دیکھ کر آپ کا دل حسرت و یاس سے بھر گیا۔

﴿أفإن ماتَ أو قتل انقلبتم على أعقابكم﴾

یہ آیت عبث تو نازل نہیں ہوئی بلکہ یہ ایک حتمی نتیجہ ہے، کیونکہ خداوند عالم نے اپنے نبیؐ کو امت کی دسیسہ کاریوں اور ان کے مکر و فریب سے آگاہ کر دیا تھا۔ پس وہ تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں میں چھپے ہوئے رازوں سے آگاہ ہے، اور قسم ہے اس ذات کی جس نے اپنے رسولؐ کو عزت بخشی اور ان کو ہر ایک چیز سے باخبر کیا۔ اور ان کو اس سے کہیں بہتر جزا دی کہ جو ان کی امت کی طرف سے مل سکتی تھی۔ اور ان کو امت کے ارتداد و کفر کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا بلکہ آپ سے فرمایا:

﴿ويومَ يَعَضُّ الظالِمُ على يديه يقولُ يا ليتني اتخذتُ مع الرسول سبيلاً، يا ويْلتي ليتني لَمْ أتّخذْ فلاناً خليلاً لقد أضلّني عن الذكر بعد إذ جاءني وكان الشيطانُ للإنسان خذُولاً وقالَ الرسولُ يا ربِّ إنّ قومي اتخذُوا هذا القرآن مهجوراً وكذلك جعلنا لكل نبيّ عدُوًّا من المجرمين وكفى بربّك هادياً ونصيراً﴾ فرقان / ۲۷ - ۳۱

اس روز ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور کہے گا کہ کاش میں نے رسول کے ساتھ ہی راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے افسوس کاش میں نے فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا اس نے تو ذکر کے آنے کے بعد بھی مجھے گمراہ کر دیا اور شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہے ہی اور اس روز رسولؐ آواز دے گا کہ ــــ پروردگارا اس میری قوم نے اس قرآن کو بھی نظر انداز کر دیا ہے اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے مجرمین میں سے

کچھ دشمن قرار دیئے ہیں اور ہدایت وامداد کے لئے تمھارا
پروردگار کافی ہے ۔

اس بحث میں جس چیز کی طرف اشارہ کردینا ضروری ہے وہ یہ غم انگیز نتیجہ ہے کہ جس تک ہم پہونچ چکے ہیں وہ نتیجہ یہ ہے کہ ابوسفیان اور معاویہ نبیؑ کی شان میں گستاخی کرنے کی جرأت نہ کرتے اگر ان کے سامنے عمر ابن خطاب کا رسولؐ کے خلاف سابقہ مذموم موقف اور جسارت نہ ہوتی ۔ خصوصاً جب ہم رسولؐ کے طول حیات میں عمر کے موقف کو دیکھتے ہیں تو عمر بے شمار موقعوں پر رسولؐ کی مخالفت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مخالفت کے پس پشت ضرور کوئی بڑا راز مخفی تھا ۔ اور وہ راز رسولؐ کی شخصیت کو گرانا اور لوگوں کی نظروں میں ان کو ایک عام شخص ثابت کرنا تھا ۔ اس میں نژاد پرستی ، گمراہی اور خواہش نفس کی پیروی شامل تھی اور یہ سب کچھ اس لئے کیا جا رہا تھا تاکہ لوگوں کو یہ باور کرادیں کہ رسولؐ معصوم نہیں ہیں ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عمر ابن خطاب نے متعدد مواقع پر رسولؐ کی مخالفت کی اور کہا گیا ہے کہ قرآن عمر ابن خطاب کی تائید میں نازل ہوا ، نوبت یہاں تک آپہونچی کہ خداوند عالم نے اپنے نبیؑ کو ڈرایا پس آپؐ رونے لگے اور کہنے لگے :

اگر خداوند عالم ہم کو مصیبت میں مبتلا کردے تو سوائے
عمر ابن خطاب کے کوئی نجات دلانے والا نہیں ہے ۔ [1]

کبھی عمر رسولؐ کو حکم دیا کرتے تھے کہ آپ اپنی بیویوں سے پردہ کروائیں

---

[1] ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ، مسلم ، احمد بن حنبل ، ابی داؤد اور ترمذی سے نقل کیا ہے اور اسی طرح سیرت حلبیہ اور سیرت دحلانیہ کی جلد ۱ ص ۵۱۲ پر مرقوم ہے ۔

لیکن رسولؐ عمر ابن خطاب کے کہنے کے مطابق عمل نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ عمر ابن خطاب کی تائید میں قرآن نازل ہوا اور نبیؐ کو حکم دیا کہ آپ اپنی بیویوں سے پردہ کروائیں ۔ [1]

شیطان رسولؐ سے نہیں ڈرتا تھا لیکن عمر سے بھاگتا ہی نظر آتا تھا،

اس کے علاوہ اور بہت سی مضحکہ خیز روایات ہیں کہ جو رسولؐ کی عظمت و شخصیت کو مجروح کرتی ہیں اور صحابہ کی قدر و منزلت میں اضافہ کرتی ہیں لیکن عمر کو اس سلسلہ میں زیادہ ہی اہمیت حاصل ہے ۔ یہاں تک کہ ان کے چاہنے والوں نے خدا ان کو رسوا کرے رسولؐ کے بارے میں یہ روایت بھی گڑھ دی کہ رسولؐ کو عمر کی نبوت میں شک تھا۔

اور یہ حدیث انھوں نے اس لئے گڑھی ہے کہ ایک مرتبہ رسولؐ نے فرمایا کہ جب بھی جبرئیل کو میرے پاس آنے میں تاخیر ہوتی ہے تو میں یہ ہی سمجھتا ہوں کہ وہ عمر ابن خطاب کے پاس گئے ہوں گے !!

میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ اس قسم کی حدیثیں معاویہ ابن ابو سفیان کے زمانہ میں اس لئے گڑھی گئیں تاکہ حضرت علیؑ کی عظمت و فضیلت پر پردہ ڈالا جا سکے اس لئے اس نے ابوبکر، عمر، عثمان کی تعریف اور ان کے فضائل کے سلسلے میں حدیثیں گڑھوائیں تاکہ لوگوں کی نظروں میں ان کی عظمت بڑھ جائے اور علی علیہ السلام کی شخصیت مجروح ہو جائے ۔ اس سے دو مقصد سامنے آتے ہیں ۔

پہلا مقصد یہ کہ : علی علیہ السلام کی عظمت کو گھٹانا جیسا کہ ان کو ابوتراب کہتے ہیں ۔ اور لوگوں کو ان کی طرف سے بدظن کرنا اور خلفائے ثلاثہ کو ان پر فوقیت دینا ۔

دوسرا مقصد یہ کہ : احادیث وضع کرانا تاکہ خلافت کے سلسلہ میں

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۴۶

حکم رسولؐ اور ان کی وصیتوں کو پس پشت ڈال دیں بالخصوص حسنینؑ کی خلافت کہ جو معاویہ کے ہمعصر تھے پس جب علیؑ کے بارے میں خلفائے ثلاثہ نے حکم رسولؐ کی پرواہ نہ کی تو معاویہ کے لئے اولاد علیؑ کے بارے میں حکم رسولؐ کی مخالفت کیا مشکل تھی۔

پس ہندہ نے اپنے مقصد میں بڑی کامیابی حاصل کی اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم آج حضرت علی علیہ السلام کے علم و شجاعت، قرابت اور اسلام و مسلمانوں پر آپ کے احسان کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں تو ہماری آنکھوں کے سامنے "کسی کا یہ قول آتا ہے کہ" رسول اسلام نے فرمایا:

"اگر ابوبکر کے ایمان کو پوری امت کے ایمان کے ساتھ تولا جائے تو بھی ابوبکر کے ایمان کا پلہ بھاری رہے گا"۔

اور کبھی ہماری نظروں کے سامنے کسی کا یہ قول آتا ہے کہ: عمر فاروق وہ ہیں کہ جو حق کو باطل سے الگ کرتے ہیں۔

اور کبھی ہماری نظروں کے سامنے عثمان کے بارے میں کسی کا یہ قول آتا ہے کہ: عثمان ذوالنورین ہیں اور ان سے ملائکہ بھی شرم کرتے ہیں۔

ان بحثوں کی تحقیق کرنے والے پر یہ بات آشکار ہو جائے گی کہ عمر ابن خطاب کو زیادہ فضیلت دی گئی ہے یہ کوئی اتفاقی امر نہیں ہے، ہرگز، کیونکہ اس کا موقف ہی رسالتمآبؐ سے جھگڑنا اور ان کے حکم کی مخالفت کرنا تھا اس لئے قریش عمر کو بہت دوست رکھتے تھے۔ خصوصاً قریش کی نگاہوں میں عمر کی اہمیت اسی وقت اور زیادہ بڑھ گئی تھی جب انھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے خلافت چھین کر قریش کو دوبارہ حاکم بنا دیا تھا۔ پھر کیا تھا خلافت کی طمع بنی امیہ کے طلقا اور ملعون قسم کے لوگوں میں بھی پیدا ہو گئی اور سارے قریش اور ان کے رأس دُرِیس ابوبکر بخوبی جانتے تھے

مسلمانوں پر ہماری حکومت عمر ابن خطاب کی مرہون منت ہے ۔ رسولؐ کی مخالفت میں عمر بڑے مشہور تھے اور عمر ہی نے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا نوشتہ لکھنے سے رسولؐ کو باز رکھا تھا ۔ عمر ہی وہ ہے جس نے لوگوں کو ڈرایا اور نبیؐ کی وفات کے سلسلہ میں انھیں ابوبکر کی بیعت ہونے تک شک میں مبتلا رکھا تاکہ لوگ علیؑ کی بیعت نہ کرلیں ۔ سقیفہ کے چمپین عمر ہی تھے ۔ عمر ہی نے ابوبکر کی بیعت کو استحکام بخشا اور ان ہی نے ابو بکر کی بیعت سے منکر اور حضرت علی علیہ السلام کے گھر میں پناہ گزین افراد سے کہا کہ گھر سے باہر نکل آؤ اور ابوبکر کی بیعت کرلو ورنہ میں گھر میں آگ لگا کر سب کو جلا دونگا ۔ اسی عمر نے لوگوں سے جبراً ابوبکر کی بیعت لی ، ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں خود عمر ہی نے عہدے تقسیم کئے ، اگر میں یہ کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ ابوبکر کے دور خلافت میں عمر ہی اصل حاکم تھے بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب مؤلفۃ القلوب ابوبکر کے پاس اپنا وہ حصہ لینے آئے جو خدا نے مقرر کیا اور رسولؐ نے دیا ہے تو ابوبکر نے انھیں لکھ دیا لیکن جب وہ نوشتہ لے کر عمر کے پاس آئے تو عمر نے نوشتہ لے کر پھاڑ دیا ۔ اور کہا ہمیں تمھاری کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ خدا نے اسلام کو عزت و سرفرازی عطا کی ہے ، وہ تمھارا محتاج نہیں ہے ، اگر تم اسلام قبول کرتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ہمارے اور تمھارے درمیان تلوار ہے ۔ عمر کا رویہ دیکھ کر وہ لوگ ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ خلیفہ وہ ہیں یا آپ ؟ تو ابوبکر نے عمر کے فعل سے خوش ہو کر کہا کہ وہی ہیں ۔ [1]

ایک مرتبہ ابوبکر نے دو صحابہ کے لئے ایک زمین کا قطعہ لکھ دیا اور اسے دستخط کے لئے عمر کے پاس بھیج دیا جب عمر کے پاس پہونچا تو انھوں نے اس پر تھوک دیا اور تحریر کو مٹا دیا ، ان لوگوں نے عمر کو برا بھلا کہا اور پھر ابوبکر کے پاس آئے اور ان سے

---

[1] کتاب الجوہرۃ النیرہ فی الفقہ الحنفی جلد ۱ ص ۱۶۴

غصہ میں کہا کہ: ہمیں نہیں معلوم خلیفہ آپ ہیں یا وہ؟! ابوبکر نے کہا کہ عمر! اس کے بعد عمر غضب کے عالم میں ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ: تمھیں ان دونوں کو زمین دینے کا کوئی حق نہیں پہونچتا۔ ابوبکر نے کہا کہ میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ اس کام کے لئے مجھ سے زیادہ مناسب ہیں۔ لیکن آپ نے مجھ پر زور دیا۔[1]

یہاں پر یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ عمر ابن خطاب کی بالعموم قریش میں اور خصوصاً بنی امیہ میں تقویت کا راز کیا تھا۔ کہ وہ ان کو عبقری کے نام سے پکارنے لگے اور فاروق کے لقب سے نوازنے لگے، عدل مطلق کا خطاب دیا جانے لگا۔ یہاں تک کہ رسولؐ پر بھی ان کو فضیلت دینے لگے۔

یہیں سے دشمنان اسلام اور مستشرقین کے لئے دروازہ کھل گیا اور وہ کہنے لگے کہ محمدؐ مرد عبقری تھے۔ اور ان کی قوم بت پرست تھی، پتھروں کے خداؤں کو پوجنا ان کی عادت تھی۔ محمد نے ان کی یہ عادت تو ختم کر دی لیکن پرستش کے لئے حجر اسود چھوڑ گئے۔

ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ ہم عمر ابن خطاب کو حدیث رسولؐ لکھنے سے منع کرنے میں پیش پیش دیکھتے ہیں یہاں تک کہ انھوں نے صحابہ کو مدینہ میں محبوس کر دیا۔ حدیثوں کی کتابوں کو نذر آتش کر دیا تاکہ سنت نبیؐ لوگوں میں رواج نہ پا سکے۔

انھیں باتوں سے یہ نکتہ بھی ہماری سمجھ میں آ جاتا ہے کہ علیؑ کیوں گھر میں بیٹھ رہے تھے۔ اور آپ صرف اس وقت گھر سے نکلتے تھے جب صحابہ کسی مسئلہ کے حل کرنے سے عاجز ہو کر آپ کو مشکل کشائی کے لئے بلاتے تھے۔ عمر نے علیؑ کو نہ شہر کا والی بنایا اور نہ کوئی دوسرا منصب دیا۔ بلکہ انھیں میراث فاطمہؑ سے بھی محروم کر دیا۔ آپ کے پاس

---

[1] الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ ابن حجر عسقلانی نے عیینہ کے حالات میں لکھا ہے نیز ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ کی ج ۳ ص ۱۰۸ پر درج کیا ہے۔

مال دنیا میں سے کچھ نہ تھا۔

شاید اسی لئے مورخوں نے یہ بھی لکھ دیا کہ جب آپ نے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی وفات کے بعد لوگوں کی بے رخی دیکھی تو آپ بیعت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

اے ابوالحسنؑ آپ کو مبارک ہو یہ لوگ آپ کے کیونکر دشمن نہ ہوتے اس لئے آپ نے ان کے بڑے بڑے سورماؤں اور عزیزوں کو تہ تیغ کیا تھا۔ ان کے شیرازہ کو منتشر کیا تھا، ان کی نیندیں حرام کر دی تھیں، ان کے فضائل کا سد باب کر دیا تھا، نیکیوں کے میدان میں ان کے لئے کوئی جگہ نہ چھوڑی تھی اس کے علاوہ آپؑ رسولؐ کے ابن عم اور ان سے سب سے زیادہ قریب ہیں، فاطمہؑ زہرا کے شوہر اور سبطینؑ سیدا شباب اہل الجنۃ کے والد ہیں سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے زیادہ علم والے ہیں۔

آپ کے چچا حمزہ سید الشہداؑ ہیں اور آپ کے حقیقی بھائی جعفر طیار ہیں، سید البطحا نبیؐ کے کفیل ابوطالب آپ کے والد ہیں، سارے ائمہ آپ ہی کے صلب سے ہیں آپ سابقوں میں سابق اور لاحقوں میں لاحق ہیں، آپ شیر خدا اور اس کے رسولؐ کے محافظ ہیں۔ آپ اللہ اور اس کے رسولؐ کی شمشیر ہیں، آپ خدا و رسولؐ کے امین ہیں چنانچہ آپ کو سورۂ برات دے کر بھیجا اور آپ کے بغیر وہ محفوظ بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ آپ ہی صدیق اکبر ہیں، آپ کے بعد اس کا دعویدار مہا جھوٹا ہے۔ آپ فاروق اعظم ہیں کہ جس کے ساتھ ساتھ حق مڑتا تھا، باطل کی تاریکیوں میں آپ ہی سے حق کی شناخت ہوتی تھی، آپ کھلی اور واضح نشانی ہیں کہ جس کی محبت سے مومن کا ایمان اور دشمنی سے منافق کا نفاق پہچانا جاتا ہے۔ آپ شہر علم کے دروازہ ہیں، (رسولؐ کے پاس) آنے والا اسی سے آئے گا، آپ تک رسائی کے بغیر رسولؐ تک رسائی کا دعویدار جھوٹا ہے۔

پس اے ابوالحسنؑ ان میں سے کون آپ کی برابری کر سکتا ہے

آپ جیسی فضیلتوں کا حامل کون ہے ۔ اگر شرافت کا کوئی نمونہ ہے تو آپ عظمت و بزرگی کا آغاز و انجام ہیں ۔ یقیناً خدا نے جو اپنے فضل سے آپ کو عطا کیا ہے ۔ اس پر حسد ہوگا ۔ اور آپ کو اس لیئے دور رکھا جائے گا کہ خدا نے اپنے قرب سے آپ کو مخصوص کیا ہے ۔

فسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون . . .

ہمارا قلم یقیناً حضرت امیر المومنین ؑ کی تعریف کی طرف مڑ گیا جو اپنی زندگی میں بھی مظلوم تھے اور موت کے بعد بھی مظلوم رہے ۔

یقیناً آپ کے لیئے رسوؐل میں اسوۂ حسنہ تھے وہ بھی اپنی زندگی اور مرنے کے بعد مظلوم تھے ۔

کیونکہ آپ نے پوری زندگی جہاد ، نصیحت اور مومنین کی نجات کی کوشش میں گذاری ، لیکن لوگوں نے آخری وقت انھیں برے الفاظ سے نوازا ، آپ پر ہذیان کا بہتان لگایا اور جب آپ نے لشکر اسامہ میں شرکت کا حکم دیا تو سرکشی و تمرد سے پیش آئے اور خلافت کی طمع میں سقیفہ میں جا بیٹھے اور آپؐ کے جسد مبارک کو بے گور و کفن چھوڑ دیا اور وفات کے بعد لوگوں کی نظروں میں آپ کی شخصیت کو گرانے کی کوشش میں لگ گئے ۔ آپؐ کو غیر معصوم قرار دیا جبکہ قرآن و وجدان آپؐ کی عصمت کی گواہی دے رہے ہیں ۔ اور یہ سب اس لیئے تھا کہ ہر حکم زائل اور دنیا فانی ہے ۔

گذشتہ بحث سے ہمیں معلوم ہوگیا کہ صحابہ نے خلافت کے چکر میں رسوؐل کی شخصیت کو مجروح کیا ۔ پس جب خلافت میراث کے طور پر بنی امیہ اور ان کے رأس و رئیس معاویہ کے ہاتھ میں پہونچی تو وہ اسکی طرف سے مطمئن ہو گئے لیکن وہ ان میں سے کسی ایک کے گرد گھومنے والی نہیں تھی کسی نہ کسی دن ان کے ہاتھ سے جانی تھی ، اسی لیئے بنی امیہ نے رسوؐل کی شخصیت و عظمت کی تنقیص

میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور ان کی شخصیت کے منافی احادیث گڑھوائیں۔
میرا یہ عقیدہ ہے کہ اس کے دو بڑے اسباب تھے:

پہلا سبب

رسولؐ کی عظمت گھٹانا، قبائل عرب کے درمیان بنی ہاشم کو رسولؐ کی بدولت حاصل شدہ عزت و شرافت کو خاک میں ملانا اور بنی ہاشم کو ذلیل و خوار کرنا خصوصاً جب ہمیں یہ علم ہے کہ بنی امیہ اپنے بھائی ہاشم سے ہمیشہ حسد کرتا رہا، اور ان کے خلاف مستقل نبرد آزما رہا۔

سونے پہ سہاگہ یہ کہ علیؑ رسولؐ کے بلا تردید بنی ہاشم کے سردار تھے اور اس بات کو خاص و عام سب ہی جانتے ہیں کہ معاویہ کو حضرتؑ سے سخت بغض تھا ان سے خلافت چھیننے کے لئے فسادات اور جنگوں کی آگ بھڑکاتا رہا، اور آپ کی شہادت کے بعد منبروں سے آپ پر لعنت کرائی۔ معاویہ کے لحاظ سے رسولؐ کی شخصیت کی ہتک علیؑ کی شخصیت کی شکست و ریخت میں منحصر تھی، بالکل اسی طرح جس طرح حضرت علیؑ پر سب و شتم کرنا درحقیقت رسولؐ پر سب و شتم کرنا ہے۔

دوسرا سبب

رسولؐ کی عزت اور قدر و قیمت گرانا اس لئے تھا کہ بنی امیہ اپنے ان سیاہ کرتوتوں، برے اعمال کی پردہ پوشی کرسکیں جن سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ جس طرح بنی امیہ نے رسولؐ کی تصویر کشی کی کہ (معاذ اللہ) آپ خواہش نفس کے تابع، عورتوں کے ایسے رسیا تھے کہ واجبات تک کو چھوڑ دیتے تھے اور بعض کے تو ایسے عاشق ہوتے تھے کہ دوسری ازواج کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے یہاں تک کہ انھوں نے عدل کا مطالبہ کیا۔

پس جب رسولؐ کی یہ کیفیت ہوگی تو پھر معاویہ و یزید ایسے (بدکار) لوگوں پر کیسے لعنت وملامت کی جاسکے گی۔

ممکن ہے دوسرے سبب میں یہ راز بھی پوشیدہ ہو کہ امویوں نے رسولؐ کے لئے وہ روایات واحادیث گڑھیں کہ جن پر قبل اسلام عمل ہوتا تھا۔ اور مسلمان انھیں مسلّم و صحیح رسولؐ کے اقوال وافعال سمجھتے ہیں سو وہ ان کے نزدیک سنت نبیؐ ہیں۔

مثال کے طور پر بعض احادیث آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ جو رسولؐ کی عظمت کو گھٹانے اور ان کے مرتبہ کو کم کرنے کے لئے گڑھی گئی ہیں۔ میں اس موضوع کو پھیلانا نہیں چاہتا ہوں بلکہ اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے وہی تحریر کرونگا جو بخاری و مسلم نے اپنی صحاح میں روایت کی ہے

نبیؐ کے بارے میں ذلت آمیز حدیثیں!

(۱) بخاری نے کتاب الغسل کے جماع کرکے دوبارہ جماع کرنے والے باب میں روایت کی ہے کہ انس نے کہا کہ:

نبیؐ رات دن میں گیارہ بیویوں سے ایک گھنٹے کے اندر اندر مجامعت کرتے تھے، راوی کہتا ہے کہ میں نے انس سے پوچھا کہ نبیؐ اس کی طاقت رکھتے تھے؟ انس نے کہا: ہم یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ انھیں تیس کی قوت عطا کی گئی تھی۔

قارئین محترم اس اہانت آمیز روایت کو ملاحظہ فرمائیے کہ جو ہمارے سامنے رسولؐ کو خواہشات کا پیکر بنا کر پیش کرتی ہے۔ (معاذ اللہ) آپ گیارہ بیویوں سے ایک گھنٹہ میں رات یا دن میں جماع کیا کرتے تھے۔ اس سرعت سے اور بغیر غسل کئے پہلی سے فراغت حاصل کرکے دوسری سے جماع کرنے لگتے تھے۔

قارئین محترم آپ تصور کیجئے، سوچئے کہ کیا انسان اپنی بیوی پر کسی حیوان کی طرح جھپٹ پڑتا ہے۔ نہ اس کے ساتھ خوش فعلی کرتا ہے نہ اسے آمادہ کرتا ہے جبکہ یہ چیز ہم نے حیوانات میں بھی دیکھی ہے کہ وہ جماع کے عمل کو کافی دیر تک جاری رکھتے ہیں، پہلے اس کے مقدمات مہیا کرتے ہیں، تیار ہوتے ہیں تو رسولؐ اعظم ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟ خدا انھیں غارت کرے اور ان پر لعنت کرے . . . .

اور یہ کہ اس زمانہ میں عرب جماع پر فخر کیا کرتے تھے، اور اسی کو مردانگی کی علامت قرار دیتے تھے۔ پس لوگوں نے رسولؐ کے لئے یہ قصہ گڑھ دیا حاشا آپ خود فرماتے ہیں کہ:

اپنی بیویوں سے حیوانوں جیسا سلوک نہ کرو بلکہ اپنے اور ان کے درمیان کے مسائل ثالث سے حل کرو۔

اس قسم کی روایات ہی نے نبیؐ کے خلاف دشمنان اسلام کی زبان درازی کی جرأت دلائی ہے کہ رسولؐ جنس پرستی، جماع کے شوقین، عورتوں کے رسیا ایسی تہمتیں لگائی ہیں۔

کیا ہم اس قصہ کے راوی انس ابن مالک سے یہ پوچھ سکتے ہیں کہ آپ کو یہ واقعہ کس نے سنایا؟ آپ کو یہ کس نے بتایا کہ رسولؐ اپنی گیارہ بیویوں سے ایک گھنٹے میں ہمبستری کر لیتے تھے؟

کیا نبیؐ ہی نے یہ واقعہ سنایا تھا؟ کیا ہم میں سے کسی کے شایان شان یہ بات ہے کہ وہ اپنی زوجہ سے ہمبستری کی روداد کو لوگوں کے سامنے سنائے؟ کیا ازواج نبیؐ نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے؟ کیا کسی مسلمان عورت کے لئے یہ زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے شوہر سے مباشرت کی کیفیت کو مردوں کے سامنے بیان کرے؟ یا انس ابن مالک خود نبیؐ کے تجسس میں رہتا تھا اور جب نبیؐ اپنی بیویوں کے ساتھ خلوت

میں ہوتے تو انس دروازوں کے سوراخوں سے جھانک کر دیکھا کرتے تھے ؟ میں شیطانی وسوسوں سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، جھوٹوں پر خدا لعنت کرے۔

مجھے اس سلسلہ میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے کہ بنی امیہ اور بنی عباس کے حکام کہ جو عورتوں اور کنیزوں کے رسیا ہونے میں مشہور تھے انھوں نے اپنی گلوخلاصی کے لئے یہ واقعہ گڑھا ہے۔

(۲) بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۲ ص ۱۳۲، اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح کی جلد ۷ ص ۱۳۶ پر عائشہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ:

ایک روز چند ازواج نبیؐ نے جناب فاطمہؑ کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ فاطمہؑ آئیں اور اجازت چاہی، آپؐ میرے پاس لیٹے ہوئے تھے۔ رسولؐ نے اجازت دی، فاطمہؑ نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ آپ کی ازواج نے مجھے آپ کی خدمت میں یہ پیغام دیکر بھیجا ہے کہ آپ اپنی ازواج اور بنت ابو بکر عائشہ کے درمیان عدل وانصاف سے کام لیں۔

عائشہ کہتی ہیں کہ میں خاموش تھی، پھر عائشہ کہتی ہیں کہ رسولؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا: میری لخت جگر کیا وہ چیز تمھیں پسند نہیں جو مجھے محبوب ہے۔ فاطمہؑ نے عرض کی بالکل محبوب ہے، آپ نے فرمایا تو اس (عائشہ) سے محبت کرو۔

روایت آگے بڑھ کر پھر کہتی ہے کہ:

دوسری مرتبہ ازواج نبیؐ نے زوجۂ نبیؐ زینب بنت جحش کو بھیجا کہ آپؐ سے عائشہ اور دوسری ازواج کے درمیان عدل و انصاف کا تقاضا کرے زینب رسولؐ کی خدمت میں آئی ہیں اور

رسولؐ عائشہ کے پاس لیٹے ہیں اور عائشہ کی ٹانگوں پر کپڑا نہیں ہے، زینب ازواجِ نبیؐ کی طرف سے ابوبکر کی بیٹی کے سلسلہ میں انصاف کا مطالبہ کرتی ہیں اور پھر عائشہ پر برس پڑتی ہیں، پھر عائشہ زینب پر لعن طعن کر کے جب خاموش ہوتی ہیں تو رسولؐ کو ہنسی آجاتی ہے اور کہتے ہیں "یہ ابوبکر کی بیٹی ہے"۔

میں بلاخوف کے یہ بات کہتا ہوں کہ یہ روایت کہ جو رسولؐ کو ہوا و ہوس کا شیدائی، بیویوں کے سلسلہ میں غیر عادل ہونا قرار دیتی ہے گڑھی ہوئی ہے یہ وہ رسولؐ ہے جس کی زبان سے قرآن کی یہ آیت بھی آئی ہے۔

﴿وإن خفتم ألّا تعدلوا فواحدة أو ما ملكت أيمانكم﴾
اگر تمھیں ان میں انصاف نہ کر سکنے کا خطرہ ہو تو صرف ایک یا جو کنیزیں تمھاری ملکیت ہیں۔

اور پھر رسولؐ اپنی بیٹی فاطمہؑ کو داخل ہونے کی کیسے اجازت دیتے ہیں جبکہ وہ اپنی زوجہ کے پاس اور اس عالم میں کہ عائشہ کے پیر پر چادر بھی نہیں تھی، اور رسولؐ نہ اٹھ کے بیٹھتے ہیں نہ کھڑے ہوتے ہیں بلکہ لیٹے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیٹی کیا تمھیں وہ چیز پسند نہیں جو مجھے محبوب ہے؟ اور بالکل یہی حادثہ زینب کے داخل ہونے پر سامنے آتا ہے، جب وہ انصاف کا تقاضا کرتی ہیں تو آپ مسکراتے ہیں اور یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔

قارئین کرام ان اہانت آمیز باتوں کو ملاحظہ فرمائیں کہ جن کو رسولؐ سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ عدالت و مساوات کے بارے میں اہلسنت کا نظریہ دیکھیے وہ کہتے ہیں کہ عدل تو عمر ابن خطاب کے ساتھ دفن ہو گیا اور رسولؐ کی ایسی تصویر کشی کرتے ہیں کہ جو اخلاقی اقدار سے عاری ہے۔ بے حیائی کی کوئی حد ہے؟

اس روایت کی صحاحِ اہلسنت میں اور بہت سی مثالیں مل جائیں گی کہ جن سے راویوں کا مقصد یا تو کسی صحابی کی عزت افزائی ہے یا عائشہ کی فضیلت بڑھانا کیونکہ ابوبکر کی دختر ہے۔ پس اہلسنت جان بوجھ کر یا لاشعوری طور پر رسولؐ کی منقصت کرتے ہیں جیسا کہ میں گذشتہ بحث میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ احادیث و روایات رسولؐ کی عظمت و منزلت کم کرنے کے لئے گڑھی گئی ہیں۔ اسی کے مثل آپ کے سامنے تیسری روایت پیش کرتا ہوں۔

۳ مسلم نے اپنی صحیح میں فضائل عثمان ابن عفان کے باب میں عائشہ اور عثمان سے روایت کی ہے کہ:

> ابوبکر نے رسولؐ کے پاس آنے کی اجازت چاہی جبکہ آپ عائشہ کے پاس لیٹے ہوئے تھے آپ نے ابوبکر کو اجازت دی اور ایسے ہی لیٹے رہے، جب ابوبکر کی حاجت پوری ہو گئی اور وہ واپس چلے گئے تو عمر نے داخل ہونے کی اجازت طلب کی انھیں بھی اجازت دی لیکن ایسے ہی لیٹے رہے، ان کی ضرورت پوری ہو گئی تو وہ بھی لوٹ گئے، عثمان کہتے ہیں کہ پھر میں نے اجازت طلب کی تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور عائشہ سے فرمایا اپنے کپڑے صحیح کر کے بیٹھو۔ پس جب میری حاجت پوری ہو گئی تو میں بھی واپس آ گیا عائشہ نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ میں نے آپ کو ابوبکر و عمر کی آمد پر اس طرح گھبراتے نہیں دیکھا جس طرح آپ عثمان کی آمد سے گھبرا گئے۔ رسولؐ نے جواب دیا اے عائشہ عثمان شرم و حیا والے آدمی ہیں مجھے یہ خوف تھا کہ اگر میں ایسے لیٹا رہا تو عثمان میرے پاس نہیں آئیں گے۔ اور ان کی احتیاج پوری نہ ہو سکے گی۔

یہ روایت بھی اسی روایت کے مثل ہے جسکو بخاری نے فضائل عثمان ابن عفان میں نقل کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ :

رسُول ران کھولے ہوئے لیٹے تھے کہ ابوبکر نے باریابی کے لئے اجازت طلب کی آپ نے اجازت دی لیکن رانوں پر کپڑا نہ ڈالا پھر عمر نے اجازت چاہی آپ نے ان کو بھی اجازت دی اور ایسے ہی لیٹے رہے لیکن جب عثمان نے اجازت طلب کی تو رسُول نے رانوں کو چھپایا اور کپڑے درست کر کے بیٹھ گئے جب عائشہ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کیا میں اس شخص سے شرم نہ کروں جس سے ملائکہ بھی شرم کرتے ہیں۔

بنی امیہ کو خدا غارت کرے وہ اپنے سردار کی فضیلت بڑھانے کے لئے رسُول کی منقصت کرتے تھے۔

(۴) مسلم نے اپنی صحیح کے التقاء ختانین سے غسل واجب ہو جانے والے باب میں زوجۂ نبیؐ سے روایت کی ہے کہ :

ایک شخص نے رسُول سے دریافت کیا کہ ایک شخص اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے اس کا بدن سست پڑ جاتا ہے کیا دونوں (میاں بیوی) پر غسل واجب ہے ؟ عائشہ پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی رسُول نے فرمایا کہ میں اور یہ (عائشہ) ایسے ہی کرتے ہیں پھر غسل کرتے ہیں۔

اس روایت کی حاشیہ آرائی ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔ رسُول کی راہنمائی سے آپ کی زوجہ عائشہ کے لئے جواز پیدا ہو گیا کہ وہ اپنے جماع کو خاص و عام سے بیان کریں۔ عائشہ بنت ابوبکر کی بیان کردہ ایسی اور بہت سی احادیث ہیں جن

سے رسُول کی بزرگی پر حرف آتا ہے ۔ اور آپ کی عظمت جاتی رہتی ہے ایک مرتبہ روایت کرتی ہیں کہ :

رسُول اپنا رخسار ان کے رخسار پر رکھے ہوئے حبشیوں
کا تماشہ دیکھ رہے تھے ۔

کبھی رسُول عائشہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے دکھائے جاتے ہیں اور کبھی ان کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے کہ جس میں عائشہ آپ پر غالب آجاتی ہیں ۔ اور رسُول منتظر رہتے ہیں یہاں تک کہ آنحضرت موٹے تازے ہوجاتے ہیں ۔ اور پھر مقابلہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تمھاری کاٹ ہے ۔ کبھی آنحضرتؐ اپنے گھر میں عائشہ کو اپنے دوش پر اٹھائے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ عورتیں دف و مزمار بجاتی رہتی ہیں یہاں تک کہ ابوبکر جھڑکتے ہیں ۔

صحاح میں اور نہ جانے ایسی کتنی توہین آمیز روایات ہیں جن کا مقصد صرف رسُول اسلام کی عظمت کو داغدار بنانا ہے ۔ مثلاً یہ روایت کہ :

آنحضرت پر سحر کر دیا جاتا تھا تو آپؐ یہ نہیں سمجھ پاتے تھے
کہ میں کیا کر رہا ہوں کیا کہہ رہا ہوں یہاں تک کہ آپ خیال کرتے
تھے کہ ازواج میں سے کوئی ان کے پاس آئی ہے جب کہ کوئی نہیں
آئی تھی ۔ [۱]

اسی طرح یہ روایت کہ :

رسُول صبح تک حالت جنابت میں باقی رہتے تھے ۔ [۲]

---

[۱] بخاری جلد ۴ ص ۶۸ و جلد ۷ ص ۲۹

[۲] بخاری جلد ۲ ص ۲۳۲ و ص ۲۳۴

یا آپ گہری نیند سو جانے کے بعد اٹھتے تھے تو بغیر وضو کے نماز پڑھنے لگتے تھے۔ [۱]

نماز میں شک ہو جاتا تھا تو یہ نہیں سمجھ پاتے تھے کہ کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔ [۲]

رسولؐ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ روز قیامت ان کا کیا ہوگا۔ [۳] اور ان کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا جائے گا۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں، اصحاب ان سے دور ہٹ جاتے ہیں اور رسولؐ انھیں آواز دیتے ہیں تاکہ وہ قریب آجائیں اور وہ اس وقت تک پاس رہیں جب تک وہ فارغ نہ ہو جائیں۔ [۴]

جی ہاں ! رسولؐ اپنی زوجہ عائشہ بنت ابوبکر کی اتنی ناز برداری کیا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ انھیں کی ناز برداری کے لئے خود اور لوگوں کو جنگل میں عائشہ کے ہار کی تلاش کے لئے مقید کر دیا تھا جبکہ نہ آپ کے پاس پانی تھا اور نہ ہی وہاں آس پاس کہیں پانی تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے عاجز آکر عائشہ کے والد ابوبکر سے انکی شکایت کی پس ابوبکر آئے اور انھیں سرزنش کرنے لگے اور رسولؐ اپنی زوجہ کے پہلو میں سوتے ہی رہے۔

بخاری و مسلم نے اپنی صحیح کے باب تیمم میں عائشہ سے روایت

---

[۱] بخاری جلد ۱ ص ۴۴ و ص ۱۷۱

[۲] بخاری جلد ۱ ص ۱۲۳ و جلد ۲ ص ۶۵

[۳] بخاری جلد ۲ ص ۷۱

[۴] صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۵۷ باب المسح علی الخفین

کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ :

ایک مرتبہ ہم رسولؐ کے ساتھ سفر میں تھے جب ہم "بیدا" (بیابان) یا بذات الجیش[1] میں پہونچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا رسولؐ اور دوسرے لوگ اسے تلاش کرنے کے لئے ٹھہر گئے جبکہ ان کے پاس یا کہیں آس پاس پانی موجود نہ تھا لوگ ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے : کیا آپ نے عائشہ کی حرکت کو نہیں دیکھا، رسولؐ اور ان کے ساتھ دوسرے لوگوں کو پریشان کر دیا ہے، جبکہ ان کے پاس یا کہیں آس پاس پانی نہیں ہے : پس ابوبکر آئے جبکہ رسول اللہ عائشہ کے زانو پر سر رکھے ہوئے سو رہے تھے، ابوبکر نے کہا : عائشہ تم نے رسول اللہ اور تمام لوگوں کو معطل کر دیا ہے، حالانکہ یہاں یا ان کے پاس پانی نہیں ہے ۔ عائشہ کہتی ہیں کہ ابوبکر مجھ پر بہت غضبناک ہوئے اور بہت کچھ کہا اور کوکھ میں مارتے رہے مگر ان کی تعظیم کے لئے اس لئے نہ اٹھ سکی کہ میرے زانو پر رسولؐ کا سر تھا ، یہ پورا واقعہ گذر گیا رسولؐ سوتے ہی رہے یہاں تک کہ اسی پانی نہ ہونے کی حالت میں صبح ہو گئی تو خدا نے آیت تیمم "فتیمموا . . . . " نازل فرمائی ۔ اسید ابن خضیر کہ جو نقباء میں سے ایک ہیں کہتے ہیں : اے آل ابوبکر یہ تمھاری پہلی ہی برکت نہیں ہے تمھارے اور بہت سے برکات ہیں ۔ عائشہ کہتی ہیں جب میرے اونٹ کو اٹھایا گیا تو میرا ہار اس کے نیچے سے

---

[1] خیبر اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے

نکل آیا۔ لہ

ایک اسلام شناس مومن اس بات کی تصدیق نہیں کرسکتا ہے کہ رسولؐ نماز کو اتنی حقیر سمجھتے تھے اور مسلمانوں کو ایسے جنگل میں قید کر دیا تھا جہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا اور نہ ہی ان لوگوں کے ہمراہ تھا، یہ سارا قصہ آپ کی زوجہ کے ہار کے لئے تھا۔ اور پھر مسلمان نماز چھوٹ جانے کا افسوس کرتے ہیں اور اس کی ابوبکر سے شکایت کرتے ہیں ابوبکر عائشہ کے پاس جاتے ہیں دیکھا رسولؐ اپنی زوجہ کے زانو پر سر رکھے سو رہے ہیں، اور اس طرح نیند میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ ابوبکر کے داخل ہونے اور عائشہ کو ان کی ڈانٹ پھٹکار سے آپ کو مطلق خبر نہیں ہوتی، اور نہ ہی ان کے کوکھ میں مارنے کا علم ہوتا ہے رسولؐ کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو پانی کے لئے زحمت میں مبتلا کریں، نماز کا وقت آجائے اور آپ زوجہ کی آغوش میں سر رکھے سوتے ہی رہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ روایت معاویہ ابن ابوسفیان کے زمانہ میں گڑھی گئی ہے۔ جس کی کوئی اساس نہیں ہے۔ ورنہ ایسے واقعہ کی ہم کیا تفسیر کریں کے کہ جس میں تمام صحابہ واقف تھے لیکن عمر ابن خطاب کو اس کی کوئی اطلاع نہیں تھی۔ انھیں معلوم نہیں تھا جیسا کہ تیمم کے بارے میں ان سے سوال کیا گیا چنانچہ بخاری ومسلم دونوں نے اپنی اپنی صحیح میں اس کو نقل کیا ہے۔

اس بحث میں مہم بات یہ ہے کہ ہم رسولؐ کے خلاف سازش کو پہچانیں یہ بہت ہی پست اور رکیک سازش تھی جو رسولؐ کی شخصیت کو مجروح کر رہی تھی، اور ان کی قدر ومنزلت کو اس قدر داغدار بنا رہی تھی کہ آج (جبکہ فسق وفجور کا دنیا میں عام رواج ہے) بھی ان باتوں کو کوئی انسان اپنے لئے برداشت نہیں کرسکتا ہے اس شخصیت کے

لہ۔ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۸۶ ، صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۹۱

بارے میں ہمارا کیا فریضہ ہے تاریخ بشریت میں جسکی مثال نہیں اور جس کے اخلاق کی
شہادت پروردگار اس طرح دے رہا ہے کہ" وہ اخلاق کے بلند مرتبہ پر فائز ہیں "۔
میرا عقیدہ ہے کہ یہ سازشیں حجۃ الوداع اور بروز غدیر علی علیہ السلام
کو خلیفہ مقرر کرنے کے بعد شروع ہوئیں کیونکہ ریاست و حکومت کی طمع رکھنے والوں
کو معلوم ہو گیا تھا کہ اب ہمارے پاس اس نص کی مخالفت میں سرکشی اور فساد کے علاوہ اور
کوئی راستہ نہیں ہے خواہ ہمیں پچھلے پاؤں کفر کی طرف لوٹنا پڑے۔ اس طرح نبیؐ کے
مقابلہ میں آنے والے افراد کے سلسلہ میں آپ صحیح فیصلہ کر سکیں گے خواہ اس سرکشی کا تعلق
نوشتہ لکھنے سے ہو یا جیش (لشکر) اسامہ میں شرکت نہ کرنے کی صورت میں ہو، اسی
طرح وہ رسولؐ کی وفات حسرت آیات کے بعد بھی سرکشی سے دست بردار نہیں ہوئے
مثلاً لوگوں سے جبراً (ابوبکر کی) بیعت لینا، بیعت نہ کرنے والوں کو جلا دینے کی دھمکی
دینا کہ جن میں علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ بھی شامل تھے لوگوں کو حدیث رسولؐ نقل کرنے سے
منع کرنا، ان کتابوں کو جلا دینا جو احادیث رسولؐ سے مملو تھیں، صحابہ کو اس لئے قید
کرنا تاکہ وہ احادیث رسولؐ بیان نہ کر سکیں اسی طرح ان صحابہ کو قتل کر دینا جنھوں نے
ابوبکر کو زکواۃ دینے سے منع کر دیا تھا کیونکہ ابوبکر ان کے نزدیک خلیفہ نہیں تھے، نبیؐ
کی موجودگی میں انھوں نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی فاطمہؑ زہرا کے حق فدک، خمس
اور میراث کو غصب کر لینا اور ان کے دعوے کو جھٹلانا حضرت علی علیہ السلام کو کسی قسم
کی کوئی ذمہ داری اور عہدہ نہ دینا، بنی امیہ کے فاسق و فاجر لوگوں کو مسلمانوں کا حاکم بنا
دینا، صحابہ کو نبیؐ کے آثار و تبرکات کی تعظیم سے منع کرنا، اذان سے آپ کے نام نامی
کو نکالنے کی کوشش کرنا، مدینہ منورہ کو کافر لشکر کے لئے مباح کر دینا کہ جس نے
جو چاہا کیا، منجنیق کے ذریعہ خانہ کعبہ پر آگ برسا کر جلا دینا حرم خدا میں صحابہ کے خون کی
ہولی کھیلنا، عترت رسولؐ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کرنا اور ان پر سب و شتم کرنا

اور لوگوں کو لعنت کرنے کا حکم دینا، اہلبیتؑ کے شیعوں اور دوستوں کو یہانتک کہ (دین خدا) ایک کھیل اور مذاق بن کے رہ گیا اور قرآن کو پارہ پارہ کیا جانے لگا۔

اس سازش کا سلسلہ آج تک جاری ہے اور اس کے آثار و نتائج امت اسلامیہ میں سرایت کرتے چلے آرہے ہیں اور جب مسلمان معاویہ اور یزید سے خوش رہیں گے۔ اور ان کے افعال کو حقیقت کے جامہ میں پیش کرتے رہیں گے اور یہ کہتے رہیں گے کہ ان سے خطائے اجتہادی ہوئی ہے۔ انھیں (معاویہ و یزید کو) اس کا بھی خدا کے یہاں ایک اجر ملے گا۔ اور جب تک مسلمان شیعیان اہلبیتؑ کے خلاف کتاب و مقالات لکھتے رہیں گے اور ان پر لعن طعن کرتے رہیں گے، اور جب تک حرم خدا اور حج کے زمانہ میں شیعیان اہلبیتؑ کے خون بہانے کو مباح سمجھتے رہیں گے اس وقت تک اس سازش کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور ظہور حضرت مہدیؑ تک اس کا سلسلہ جاری رہے گا۔

میرے اندر اتنی سکت نہیں ہے کہ میں اس کا پورے طریقہ سے انکشاف کردوں یا اس کی تفصیلی کیفیت کو قلم بند کردوں، لیکن میری شائستہ کوشش یہی ہوگی کہ میں ان ذلت آمیز روایات سے رسولؐ اور آپ کی عصمت کا دفاع کردوں۔ اور ذہین اور آزاد طبیعت مسلمان کو یہ بات باور کرانے کی کوشش کروں گا کہ رسولؐ کو خدا نے تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا، اور آپ کو قمر دسراج منیر قرار دیا۔ وہ جلیل القدر با عظمت اور خدا کی نشانی ہیں، خلق خدا میں آپ پاکیزہ ترین انسان ہیں، ایسی روایات پر ہمارا خاموش بیٹھ جانا ممکن نہیں ہے۔ کہ جن کے گڑھنے کا مقصد رسولؐ کی عظمت کو گھٹانا اور آپؐ کی قدر و منزلت کو گرانا ہے۔ ہرگز نہیں ایسی روایات پر کبھی خاموش نہیں بیٹھیں گے اگرچہ اہلسنت کا ان پر اتفاق ہے۔ اور انھوں نے اپنی صحاح اور مسانید میں انھیں نقل بھی کیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اگر ان روایات

پر تمام اہل ارض اتفاق کرلیں تو بھی ہمارے لئے خدا کا یہ قول کافی ہے "انك لعلى خلق عظیم" یہ قول فیصل ہے اس کے علاوہ تمام اقوال باطل و بیکار ہیں۔

سید الانام، ضلالت و گمراہی سے نجات دلانے والے، منادیٔ امنیت و سلامت کے بارے میں یہی شیعوں کا قول ہے۔

فاعتبروا یا اولی الالباب

رسولؐ کے متعلق اہل ذکر کا نظریہ

يقول الإمام علي: حتّى أفضتْ كرامةُ الله سبحانه إلى محمّد صلى الله عليه وآله وسلم فأخرجه من أفضل المعادنِ منبتاً وأعزّ الأرُوماتِ مغرساً. من الشجرة التي صدع منها أنبياءه وانتخبَ منها أمناءَهُ، عترتهُ خير العتر وأسرتهُخير الأسر وشجرته خير الشجر نبتت في حرمٍ وبسقت في كرم، لها فروع طوالٌ وثمرة لا تنال فهو إمامُ من اتّقى وبصيرةُ من اهتدى، سراجٌ لمع ضَوءَهُ وشهابٌ سطع نورُه وزندٌ برق لمعُه سِيرتُه القصدُ وسنّتُهُ الرّشدُ وكلامه الفصْلُ وحكمهُ العدلُ، أرسلَهُ على حين فتْرةٍ من الرسُلِ وهفوةٍ عن العمل وغباوة من الأمم... فبالغ صلّى الله عليه

وآله في النّصيحة ومضى على الطريقة و
دعا إلى الحكمة والموعظة الحسنة.....
مستقره خير مستقرّ ومنبتُهُ أشرف منبتٍ
في معادن الكرامة ومماهد السلامة قد
صُرفتْ نحوه أفئدة الأبرار وثنيتْ إليه أزمة
الأبصار دفن به الضّغائن وأطفأ به الثّوائر.
ألّفَ به اخواناً وفرّقَ به أقراناً، أعزّ به
الذلّة وأذلّ به العزّة كلامهُ بيانُ وصمتُه
لسان أرسله بحجة كافية، وموعظة شافية
ودعوة متلافية، أظهر به الشرائع المجهولة
وقمع بهالبدع المدخولة، وبيّن به الأحكام
المفصولة.

أرسله بالضياء وقدّمه فی الاصطفاء
فرتق به المفاتقَ وساور به المُغالبَ وذَلَّلَ به
الصّعوبةَ وسهّل به الحُزُونةَ حتّى سرّح
الضّلال عن يمين وشمال.

حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام فرماتے ہیں :
یہاں تک کہ یہ الٰہی شرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچا
جنھیں ایسے معدنوں سے کہ جو پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہترین
اور ایسی اصلوں سے کہ جو نشوونما کے لحاظ سے بہت باوقار تھیں پیدا
کیا۔ اس شجرہ سے کہ جس سے بہت سے انبیاء پیدا کئے اور جس میں

سے اپنے امین منتخب فرمائے، ان کی عزت بہترین عزت اور قبیلہ بہترین قبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے جو سرزمین حرم پر اگا اور بزرگی کے سائے میں بڑھا جس کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے باہر ہیں وہ پرہیزگاروں کے امام، ہدایت حاصل کرنے والوں کے لئے (سرچشمۂ) بصیرت ہیں، وہ ایسا چراغ ہیں جس کی روشنی لو دیتی ہے وہ ایسا روشن ستارہ ہیں جس کا نور ضیا پاش اور ایسا چقماق جس کی ضو شعلہ فشاں ہے، ان کی سیرت (افراط و تفریط سے بچ کر) سیدھی راہ پر چلنا اور سنت کی ہدایت کرنا، ان کا کلام حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا اور حکم عین عدل ہے۔ اللہ نے انھیں اس وقت بھیجا کہ جب رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا، بدعملی پھیلی ہوئی تھی، اور امتوں پر غفلت چھائی ہوئی تھی پس نبیؐ نے لوگوں کو سمجھانے بجھانے کا پورا حق ادا کیا، خود سیدھے راستے پر جمے رہے اور لوگوں کو حکمت و دانش کی طرف بلاتے رہے۔ . . . [1]

رسولِ اکرم کا مقام بہترین مقام ہے، اور مرزبوم بہترین مرزبوم ہے ان کی طرف نیک لوگوں کے دل جھکا دئے گئے ہیں خدا نے ان کی وجہ سے فتنے دبا دئے ہیں اور (عداوتوں کے) شعلے بجھا دئے ہیں، بھائیوں میں الفت پیدا کی اور جو (کفر میں) اکٹھے تھے انھیں علیحدہ علیحدہ کر دیا (اسلام کی) پستی اور ذلت کو عزت بخشی اور (کفر کی) عزت و بلندی کو ذلیل کر دیا ان کا کلام (شریعت

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۹۳

کا) بیان اور سکوت (احکام کی) زبان ہے . . . ؎۱

اللہ نے انھیں روشنی کے ساتھ بھیجا اور انتخاب کی منزل میں سب سے آگے رکھا تو ان کے ذریعہ سے تمام پراگندگیوں اور پریشانیوں کو دور کیا، اور غلبہ پانے والوں پر تسلط جمالیا، . . . مشکلوں کو سہل اور دشواریوں کو آسان بنایا۔ یہاں تک کہ دائیں بائیں (افراط و تفریط) کی سمتوں سے گمراہی کو دور ہٹایا۔ ؎۲

؎۱ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۹۴

؎۲ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۱۱

تیسری فصل

اہلبیت علیہم السلام سے متعلق

تیسرا سوال : اہلبیتؑ کون ہیں ؟

خداوند عالم کا ارشاد ہے :

﴿إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيراً﴾ احزاب ر ۳۳

(اے) اہلبیتؑ اللہ کا بس یہ ارادہ ہے کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جس طرح پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ۔

اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ آیت ازواج نبیؐ کے بارے میں نازل ہوئی ہے ، وہ اس مدعیٰ پر آیت کے سیاق و سباق سے استدلال کرتے ہیں ، پس ان کے زعم کے مطابق خدا نے نبیؐ کی ازواج سے رجس کو دور کیا اور پاک

وپاکیزہ کر دیا ۔

اہل سنت کے بعض افراد نے اہلبیتؑ میں ازواج نبیؐ کے ساتھ ساتھ علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کا بھی اضافہ کیا ہے ۔ لیکن عقل و نقل اور تاریخ اس کی تردید کرتی ہے ۔ کیونکہ اہلسنت اپنی صحاح میں روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت پانچ اشخاص یعنی محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے ۔ اور رسولؐ نے خود اس آیت کو انھیں افراد سے مخصوص کیا ہے ۔ جب علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ چادر کے نیچے آ گئے اس وقت آپ نے فرمایا پروردگارا! یہی میرے اہلبیت ہیں ان سے رجس کو دور فرما اور پاک و پاکیزہ رکھ ۔

اہلسنت کے علماء کی ایک بڑی تعداد نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے ۔ میں ان میں سے بعض کا ذکر کر رہا ہوں ۔

۱۔ صحیح مسلم در باب فضائل اہلبیت النبیؐ جلد ۲ ص ۳۶۸
۲۔ صحیح ترمذی جلد ۵ ص ۳۰
۳۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۳۳۰
۴۔ مستدرک الحاکم جلد ۳ ص ۱۲۳
۵۔ خصائص امام نسائی ص ۴۹
۶۔ تلخیص الذہبی جلد ۲ ص ۱۵۰
۷۔ معجم الطبرانی جلد ۱ ص ۶۵
۸۔ شواہد التنزیل للحاکم الحسکانی جلد ۲ ص ۱۱
۹۔ البخاری فی التاریخ الکبریٰ جلد ۱ ص ۶۹
۱۰۔ الاصابہ لابن حجر العسقلانی جلد ۲ ص ۵۰۲
۱۱۔

۱۲۔ تفسیر الفخر الرازی جلد ۲ ص ۷۰۰

۱۳۔ ینابیع المودت للقندوزی حنفی ص ۱۰۷

۱۴۔ مناقب الخوارزمی ص ۲۳

۱۵۔ السیرت الحلبیہ جلد ۲ ص ۲۱۲

۱۶۔ السیرت الدحلانیہ جلد ۳ ص ۳۲۹

۱۷۔ اسد الغابہ لابن الاثیر جلد ۲ ص ۱۲

۱۸۔ تفسیر الطبری جلد ۲۲ ص ۶

۱۹۔ الدر المنثور للسیوطی جلد ۵ ص ۱۹۸

۲۰۔ تاریخ ابن عساکر جلد ۱ ص ۱۸۵

۲۱۔ تفسیر الکشاف للزمخشری جلد ۱ ص ۱۹۳

۲۲۔ احکام القرآن لابن عربی جلد ۲ ص ۱۶۶

۲۳۔ تفسیر القرطبی جلد ۱۴ ص ۱۸۲

۲۴۔ الصواعق المحرقہ لابن حجر ص ۸۵

۲۵۔ الاستیعاب لابن عبد البر جلد ۳ ص ۳۷

۲۶۔ العقد الفرید لابن عبد ربہ جلد ۳ ص ۳۱۱

۲۷۔ منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۹۶

۲۸۔ مصابیح السنہ للبغوی جلد ۲ ص ۲۷۸

۲۹۔ اسباب النزول للواحدی ص ۲۰۳

۳۰۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۸۳

ان کے علاوہ اہلسنت والجماعت کے اور بہت سے علماء نے بھی اس کو قلمبند کیا ہے۔ ہم اتنے ہی پر اکتفا کر کے آگے بڑھتے ہیں۔

جب ان سب کو اس بات کا اعتراف ہے کہ خود رسولؐ نے اس آیت کا مصداق بیان فرمایا ہے تو پھر آپؐ کے قول کے بعد صحابہ یا تابعین یا ان مفسرین کے اقوال کی کیا حقیقت ہے کہ جو اس آیت کو معاویہ کی خوشنودی اور اس سے بخشش لینے کی طمع میں ان معانی پر حمل کرنا چاہتے ہیں جو خدا اور رسولؐ کی مراد نہیں ہیں۔

اسی طرح رسولؐ نے ایک اور موقع پر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اہلبیتؑ میں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے جب آیۂ مباہلہ یعنی فَقُلْ تَعَالَوْا[1] الخ نازل ہوئی تو آپؐ نے علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو ساتھ لیا اور فرمایا:

یہی میرے بیٹے، مرد، اور عورت ہیں پس تم اپنے مردوں بیٹوں اور عورتوں کو لاؤ۔

مسلم کی روایت میں "اللھم ھؤلاء اہلی" کی لفظ ہے۔[2]

جن علمائے اہلسنت والجماعت کے مصادر کا میں نے ذکر کیا ہے ان سب کو اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ آیت مذکورہ پانچ افراد کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ہم اس آیت کا مصداق ازواج نبیؐ رضی اللہ عنہن ہی کو تسلیم کرتے اگر ان میں سے کسی ایک نے بھی اس کا دعویٰ کیا ہوتا خصوصاً ام سلمہ و عائشہ کو بھی اس پر اصرار نہیں ہے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک نے یہی روایت کی ہے کہ یہ آیت رسولؐ، علیؑ فاطمہ اور حسنؑ و حسینؑ سے مخصوص ہے۔ ازواج کے اس اعتراف کو مسلم و ترمذی، حاکم وطبری، سیوطی و ذہبی اور ابن اثیر وغیرہ نے تحریر کیا ہے۔

---

[1] سورۂ آل عمران آیت ۶۱

[2] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۲۱ ـ فضائل علی ابن ابی طالبؑ کے باب میں

پھر رسولؐ نے اس شک اور اشکال کو خود ہی رفع کر دیا تھا کیونکہ آپؐ جانتے تھے کہ مسلمان قرآن پڑھیں گے اور آیت کے سیاق وسباق سے اہلبیت کی لفظ کو دوسروں پر حمل کریں گے لہذا جو چیز اہلبیت کے زمرہ سے ازواج نبیؐ کو خارج کرتی ہے وہ یہ ہے کہ رسولؐ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد امت کو بتانے کے لئے چھ مہینے تک نماز سے قبل علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ کے دروازہ پر تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے : اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہ . . . الخ

رسول کے اس عمل کو ترمذی نے اپنی صحیح کی جلد ۵ ص ۳۱ پر اور حاکم نے مستدرک کی جلد ۳ ص ۱۵۸ پر اور ذہبی نے اپنی تلخیص میں ۔ احمد بن حنبل نے مسند کی جلد ۳ ص ۲۵۹ پر ابن اثیر نے اسد الغابہ کی جلد ۵ ص ۵۲۱ پر حسکانی نے شواہد ۔ التنزیل کی جلد ۲ ص ۱۱ پر سیوطی نے درمنثور کی جلد ۵ ص ۱۹۹ پر طبری نے اپنی تفسیر کی جلد ۲۲ کے ص ۶ پر ، بلاذری نے انساب الاشراف کی جلد ۲ ص ۱۰۴ پر ابن کثیر نے اپنی تفسیر کی جلد ۳ کے ص ۴۸۳ پر اور ہیثمی نے مجمع الزوائد کی جلد ۹ کے ص ۱۶۸ پر تحریر کیا ہے ۔

اور جب ہم ان میں آئمہ اہلبیتؑ اور شیعہ علماء کا اضافہ کرتے ہیں کہ جن کو اس سلسلہ میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ آیت محمدؐ علیؑ ، فاطمہؑ ، اور حسنؑ و حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے ۔ تو پھر دشمنان اہلبیتؑ اور معاویہ و بنی امیہ کے گماشتوں کی مخالفت کی کوئی حقیقت نہیں رہ جاتی کہ جو نور خدا کو اپنی پھونک سے بجھا دینا چاہتے ہیں ۔ خدا اپنے نور کو کامل کر کے رہے گا اگرچہ کافروں کو یہ برا ہی کیوں نہ لگے ۔

یہاں اس بات کا انکشاف ہو جاتا ہے کہ نبیؐ کی تفسیر سے ہٹ کر تفسیر کرنے والے ہر زمانہ میں وہ افراد رہے ہیں جو بنی امیہ و بنی عباس کے زر خرید غلام تھے یہ وہ ناصب افراد تھے کہ جو علی علیہ السلام سے دشمنی رکھتے تھے اگرچہ یہ سارے کے سارے فقہاء علماء کے لباس میں ملبوس تھے ۔

اس بات کو عقل بھی کہتی ہے کہ آیت تطہیر میں ازواج نبیؐ شامل نہیں ہیں

(۱) جب ہم عائشہ کو دیکھتے ہیں کہ اس بات کی دعویدار ہیں کہ نبیؐ تمام ازواج میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت فرماتے تھے۔ اور ان سے سب سے زیادہ قریب تھیں یہاں تک کہ دیگر ازواج کو ان سے پرخاش ہوگئی تھی۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ ازواجِ نبیؐ نے کہلوایا کہ بنت ابوبکر کے سلسلہ میں عدل سے کام لیں۔ تو یہ بھی اہلبیتؑ میں صاف طور سے نظر نہیں آتیں اور نہ ہی ان کے چاہنے والوں میں سے کسی نے یہ کہنے کی جرأت کی ہے کہ عائشہ اس آیت کے نزول کے دن کساء کے نیچے تھیں، پس محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اقوال و افعال سے زیادہ کسی کے قول وفعل کی عظمت نہیں ہے اور ان کی اس میں کوئی عظیم حکمت تھی کہ انھوں نے اس آیت کے روز نزول اپنے اہلبیتؑ ہی کو کساء کے نیچے جمع کیا اور بس، یہاں تک کہ جب ام المومنین ام سلمہ نے کساء کے نیچے آنے کا ارادہ کیا اور اپنے شوہر رسولؐ سے اجازت طلب کی تو آپؐ نے داخل کساء ہونے سے منع کر دیا۔ اور فرمایا تم خیر پر ہو۔

(۲) پھر آیت اپنے مفہوم خاص و مفہوم عام کے لحاظ سے عصمت پر دلالت کر رہی ہے، کیونکہ رجس کا دور کرنا ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں، رذیلتوں کے دور کرنے کو شامل ہے۔ خصوصاً جب ہم طہارت کی نسبت خدا کی طرف دیتے ہیں۔ جبکہ مسلمان اپنے بدنوں کی طہارت پانی اور مٹی سے کرتے ہیں کہ جس سے باطنی جسم پاک نہیں ہو سکتا ہے۔ پس خدا نے اہلبیتؑ کی روح کو طاہر کیا اور عقل و قلب کو اس طرح پاک و پاکیزہ کر دیا کہ شیطانی وسوسوں اور معصیت کے ارتکاب کا امکان ہی ختم ہو گیا۔ پس ان کے قلوب حرکات و سکنات میں اپنے خالق کے لئے صاف و شفاف اور مخلص ہے۔

(۳) وہ سب انسانیت کے لئے طہارت کا نمونہ تھے کہ جن میں

زہد، تقویٰ، اخلاص، علم و حلم، شجاعت و مروت، وعفت و پاکیزگی، دنیا سے علیحدگی اور خدا سے تقرب شامل ہے۔ تاریخ نے ان کی طول حیات میں ایک بھی گناہ کی نشاندہی نہیں کی ہے۔

جب یہ حقیقت واضح ہوگئی تو اب ہم ازواج نبیؐ کے سلسلہ میں پہلی مثال کی طرف لوٹتے ہیں اور وہ یہ کہ عائشہ نے بلند مرتبہ، عالی شان اور بڑی شہرت حاصل کی تھی کہ جو نبیؐ کی کسی دوسری زوجہ کو حاصل نہ ہو سکی۔ نہ صرف ان میں سے کسی کو یہ مرتبہ نہ مل سکا بلکہ اگر ان سب کے ہم تمام فضائل کو جمع کرلیں تب بھی عائشہ بنت ابوبکر کے عشر عشیر تک نہیں پہونچیں گی۔ اس کے تو اہلسنت بھی قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ نصف دین تو عائشہ سے لیا گیا ہے۔

اور اگر ہم تعصب سے الگ ہٹ دھرمی کو بالائے طاق رکھ کر حقیقت بینی سے کام لیں تو کیا یہ بات معقول ہے کہ وہ تمام گناہ اور معاصی سے پاک تھیں؟ یا خداوند عالم نے نبیؐ کے بعد وہ طہارت کا حصار ان سے ہٹا لیا تھا۔ آئیے حقیقت تلاش کریں۔



عائشہ

نبی کی حیات میں

عائشہ کو جب ہم رسولؐ کے ساتھ دیکھتے ہیں تو ان کی زندگی میں
بہت سے گناہ اور معصیت نظر آتی ہیں۔ عائشہ نے بہت سے موقعوں پر حفصہ کے ساتھ مل کر ایسی شرارتیں کیں کہ نبیؐ نے خدا کی حلال کی ہوئی چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا جیسا کہ بخاری و مسلم میں مرقوم ہے۔ اور دونوں نے نبیؐ کے خلاف سازش بھی کی جیسا کہ صحاح اور تفاسیر کی کتابوں میں نقل ہوا ہے۔ ان میں سے دو واقعوں کا ذکر خدا نے اپنی کتاب قرآن مجید میں کیا ہے۔

جس طرح اس کے قلب و عقل پر رشک طاری تھا کہ جس کی
وجہ سے وہ نبیؐ کے سامنے بے ادبی کیا کرتی تھی۔ نبیؐ ایک مرتبہ خدیجہ کا ذکر خیر فرما رہے تھے کہ عائشہ نے کہا کہ مجھ میں اور خدیجہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے، وہ ایسی بڑھیا تھی جسکے گالوں پر جھریاں پڑ گئی تھیں۔ آپ کو خدا نے اس سے بہتر عطا کی

ہے ۔عائشہ کی اس بات سے رسولؐ اتنے غضبناک ہوئے کہ آپ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ۔ [1]

ایک مرتبہ آپ کی ازواج میں سے ایک نے آپ کی خدمت میں کھانے کا ایک کاسہ بھیجا (رسولؐ اس وقت عائشہ کے گھر میں تھے) نبیؐ بھوکے تھے لیکن عائشہ نے کاسہ پھینک دیا ۔ [2]

ایک مرتبہ نبیؐ سے کہا : آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ میں خدا کا نبی ہوں [3] اور کبھی آپ پر غضبناک ہو جاتی ہیں اور کہتی ہیں عدل سے کام لو جب کہ ان (عائشہ) کے والد وہاں موجود تھے ۔انھوں نے عائشہ کو اتنا مارا کہ خون بہہ نکلا [4]

ان کے رشک کی یہ انتہا تھی کہ اسماء بنت نعمان پر اس وقت تہمت لگائی جب وہ نبیؐ کی زوجیت میں آئیں اور کہا کہ نبیؐ اس عورت کو بہت زیادہ پسند فرماتے ہیں جو دخول کے وقت اعوذ باللہ منک کہتی ہے ۔اس سے عائشہ کا مقصد یہ تھا کہ یہ شریف و سادہ عورت جب یہ بات کہے گی تو نبیؐ اسے طلاق دے دیں گے ۔ [5]

رسولؐ کے سامنے ان کی بے ادبی کی حد ہو گئی تھی ۔ایک مرتبہ نبیؐ نماز پڑھ رہے تھے اور یہ پیر پھیلائے سامنے بیٹھی تھیں جب آپ سجدہ میں جاتے ہیں تو پیر سمیٹ لیتی ہیں ، اور جب کھڑے ہوتے ہیں تو پھیلا دیتی ہیں ۔ [6]

---

[1] صحیح بخاری جلد ۴ ص ۲۳۱ باب تزویج النبیؐ خدیجہ اسی طرح صحیح مسلم میں ہے ۔

[2] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۵۷ باب الغیر ۸

[3] احیاء علوم الدین امام غزالی جلد ۲ ص ۲۹ کتاب ادب النکاح

[4] کنز العمال جلد ۷ ص ۱۱۶ ، احیاء العلوم

[5] طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۱۴۵ ، اصابہ لابن حجر جلد ۴ ص ۲۳۳ ، تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۲۹ =

ایک مرتبہ عائشہ اور حفصہ نے نبیؐ کو اتنا پریشان کیا کہ آپ نے ایک مہینے کے لئے ازواج سے علیحدگی اختیار کرلی، اور چٹائی پر سوتے رہے [۱] اور جب خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ترجي من تشاءُ منهنّ وتؤوي إليك من تشاء...﴾
سورۂ احزاب / ۵۰

ان میں سے جس کو چاہیں آپ الگ کردیں اور جس کو چاہیں اپنی پناہ میں رکھیں۔

تو بے حیائی کے ساتھ نبیؐ سے کہتی ہیں کہ میں نے آپ کے پروردگار کو آپ کی خواہشات نفسانی ہی کے بارے میں تعجیل کرتے دیکھا ہے۔ [۲]

جب عائشہ کو غصہ آتا تھا (اور زیادہ تر آتا تھا) تو آپؐ کو نبیؐ کہنا چھوڑ دیتی تھی۔ محمدؐ بھی کہہ کے نہیں پکارتی تھیں بلکہ ابراہیم کے باپ کہہ کے صدا دیتی تھیں۔ [۳]

عائشہ نبیؐ کی طرف سے زیادہ بدگمان رہتی تھیں، ان کی طرف سے نالاں رہتی تھیں لیکن نبیؐ رؤف و رحیم تھے، آپؐ کا اخلاق بلند اور صبر مستحکم تھا آپ اکثر عائشہ سے فرمایا کرتے تھے، اے عائشہ اپنے شیطان کو روکو،، اور اکثر آپ عائشہ و حفصہ بنت عمر کے بارے میں خدا کی تہدید پر افسوس کیا کرتے تھے، کتنی مرتبہ انھیں کی حرکت کی وجہ سے قرآن نازل ہوا۔ عائشہ و حفصہ کے بارے میں ارشاد ہے۔

= ۶ صحیح بخاری جلد / ۳ ص ۱۰۱ باب الصلوٰۃ علی الفراش

۱ صحیح بخاری جلد / ۳ ص ۱۰۵

۲ صحیح بخاری جلد / ۶ ص ۱۲۸ ص ۲۴ باب هل للمراة تهب نفسها لأحد

۳ صحیح بخاری جلد / ۶ ص ۱۵۸ باب غیرت النساء ووجدهنّ

﴿إن تتوبا إلى الله فقد صغتْ قلوبكما﴾ تحریم آیت ر۴

تم دونوں توبہ کرو تمھارے دلوں میں کجی پیدا ہوگئی ہے ۔

یعنی یہ حق سے منحرف ہوگئی ہیں [1] اور خدا کا یہ قول کہ :

﴿إن تظاهرا عليه فإن الله هو مولاه وجبريل وصالح المؤمنين والملائكة بعد ذلك ظهيرا﴾ تحریم آیت ر۴

اور اگر اس کے خلاف تم سازش کروگی تو یاد رکھو اللہ اس کا سرپرست ہے اور جبرئیل اور نیک مومنین و ملائکہ سب اس کے مددگار ہیں ۔

عائشہ وحفصہ کے لئے خدا کی طرف سے یہ کھلی تنبیہ ہے ، عائشہ اکثر حفصہ کے کہنے کے مطابق عمل کیا کرتی تھیں ایک جگہ خداوند عالم دونوں کے بارے میں فرماتا ہے :

﴿عسى ربّه إن طلّقكن أن يبدله أزواجاً خيراً منكنّ ، مسلمات مؤمنات﴾ تحریم آیت ر۵

وہ اگر تمھیں طلاق بھی دے دے گا تو خدا تمھارے بدلے اسے تم سے بہتر مسلمہ و مومنہ بیویاں عطا کر دے گا ۔

عمر ابن خطاب کہتے ہیں یہ آیتیں عائشہ وحفصہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ۔ [2] اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ سے بہتر تو مسلمانوں کی مومنہ عورتیں ہیں ۔

---

[1] صحیح بخاری جلد ر۳ ص ۱۰۶ باب الغرفہ والعلیہ من کتاب المظالم

[2] صحیح بخاری جلد ر۶ ص ۶۹ و ص ۷۱ باب واذا اسر النبیؐ الی بعض ازواجہ

نبیؐ نے ایک مرتبہ انھیں دحیہ کلبی کی بہن کو دیکھنے کے لیے بھیجا کہ آپؐ اس سے نکاح کرنا چاہتے تھے، آپ نے عائشہ سے کہا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ جب وہ دیکھ کر واپس آئیں تو ان پر حمیت وغیرت طاری ہو چکی تھی، رسولؐ نے دریافت کیا عائشہ تم نے اسے کیسا پایا؟ کہنے لگیں میں نے تو ان میں کوئی خاص بات نہیں دیکھی، آپؐ نے فرمایا: یقیناً تم نے کوئی انوکھی بات ان میں دیکھی ہے اور تم اسے چھپا رہی ہو، تم نے اسے اتنی خوبصورت اور حسین دیکھا کہ جس سے تمھیں اپنی ہوا اکھڑنے کا خوف لاحق ہو گیا۔ عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ بھلا آپؐ سے کوئی راز پوشیدہ رہ سکتا ہے اور کون آپ سے کوئی بات چھپا سکتا ہے۔ [1]

جو کچھ عائشہ نے نبیؐ کے ساتھ کیا ہے ان میں سے اکثر سازشیں ایسی تھیں جن میں حفصہ بنت عمر بھی شریک رہتی تھی۔ عجیب! ہم ان دونوں عورتوں (عائشہ وحفصہ) میں ایسے تعلقات وفکری ہم آہنگی دیکھتے ہیں جیسی ان دونوں کے والد ابوبکر وعمر میں تھی مگر یہ کہ آپ کی ازواج میں عائشہ ہمیشہ قوی وجری رہیں۔ ہاں حفصہ بنت عمر اسے ہر چیز کے بارے میں اکسایا کرتی تھی بالکل اسی طرح جس طرح ابوبکر جہاں کمزور پڑتے تھے وہاں عمر آگے بڑھتے تھے، وہ اس طرح معاملہ میں قوی وجرات مند تھے آپ نے گذشتہ بحثوں میں ملاحظہ فرمایا کہ ابوبکر اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی کمزور تھے اصلی حاکم عمر ابن خطاب تھے، بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب عائشہ حضرت علیؑ سے جنگ کرنے کے لئے مدینہ سے بصرہ کی طرف چلیں تو دیگر ازواج نبیؐ سے بھی گذارش کی کہ تم بھی میرے ساتھ چلو لیکن حفصہ بنت عمر کے علاوہ اور کسی نے عائشہ کی بات کو تسلیم نہ کیا اس نے بھی عائشہ کے ساتھ چلنے کا ارادہ کیا لیکن اس کے بھائی عبداللہ ابن عمر

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۱۱۵، کنز العمال جلد ۶ ص ۲۹۴

نے اسے روکا اور اس پر ناراض ہوئے تو اس نے رخت سفر کھول دیا۔[1] اسی لیے خداوند عالم نے عائشہ اور حفصہ دونوں کو ایک ساتھ تہدید کی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

﴿وإن تظاهرا عليه فإن الله هو مولاه وجبريل وصالح المؤمنين والملائكة بعد ذلك ظهيرا﴾

اور اس کے خلاف اگر تم اتفاق کروگی تو یاد رکھو کہ اللہ اس کا سرپرست اور جبرئیل و نیک مومنین اور ملائکہ سب اس کے مددگار ہیں۔ تحریم آیۂ

اسی طرح یہ قول:

﴿إن تتوبا إلى الله فقد صغت قلوبكما﴾ تحریم آیت ر ۳

تم دونوں توبہ کرو تمھارے دلوں میں کجی پیدا ہوگئی ہے۔

یقیناً سورۂ تحریم میں خداوند عالم نے ان دونوں (عائشہ و حفصہ) اور دوسرے ان مسلمانوں کی آگہی کے لیے ایک مثال دی ہے جو ام المومنین کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گی کیونکہ وہ رسولؐ کی بیوی ہیں۔ ہرگز نہیں: خداوند عالم نے اپنے بندوں میں سے ہر ایک مرد و عورت کو آگاہ کر دیا ہے کہ زوجیت کوئی فائدہ یا نقصان پہونچانے والی نہیں ہے خواہ شوہر رسولؐ ہی کیوں نہ ہو۔ خدا کے نزدیک جو ضرر رساں یا سودمند ہے وہ انسان کے اعمال ہیں چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ضرب الله مثلاً للذين كفروا امرأة نوح وامرأة لوط كانتا تحت عبدين من عبادنا صالحين فخانتاهما فلم يغنيا عنهما من الله شيئاً وقيل أدخلا النار مع الدّاخلين﴾ تحریم آیۂ

---

[1] شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۸

خدا نے کفر اختیار کرنے والوں کے لئے نوح اور لوط کی زوجہ کی مثال بیان کی ہے کہ یہ دونوں ہمارے نیک بندوں کی زوجیت میں تھیں لیکن دونوں نے ان سے خیانت کی تو اس زوجیت نے خدا کی بارگاہ میں کوئی فائدہ نہیں پہونچایا اور ان سے کہدیا گیا کہ تم بھی تمام جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ تحریم آیت ۱۰

اور مومنوں کے لئے خدا نے زن فرعون کی مثال پیش کی ہے اور ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

﴿رب ابن لي عندك بيتاً في الجنّة ونجّني من فرعون وعمله ونجّني من القوم الظالمين. ومريم ابنة عمران التي أحصنتْ فرجها فنفخنا فيه من روحنا وصدقت بكلمات ربّها وكتبه وكانتْ من القانتين﴾

تحریم آیت ۱۱، ۱۲،

پروردگار میرے لئے اپنے یہاں بہشت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کی کارستانی سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں (کے ہاتھ) سے چھٹکارا عطا فرما۔ اور (دوسری مثال) عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اس نے اپنے پروردگار کی باتوں کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور فرمانبرداروں میں تھی۔

ان آیات کے بعد تمام لوگوں پر یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ زوجیت اور صحبت میں اگرچہ بہت سے فضائل ہیں لیکن یہ دونوں عذاب خدا سے

نجات نہیں دلاسکتی ، ہاں ــ جب صالح اعمال سے منسلک ہونگی تو یہ بات دوسری ہے اور اگر برے اعمال ہوں گے تو عذاب بھی دوگنا ہوگا کیونکہ خدا کے عدل کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس شخص پر کم عذاب کرے کہ جس نے قریب والے کی طرح کہ جس کے گھر میں قرآن نازل ہوتا ہے ۔ وحی نہ سنی ہو اور انسان نے حق پہچاننے کے بعد اس جاہل کی طرح حق کا انکار کر دیا ہو جو حق سے واقف نہ ہو ۔

اب قارئین محترم ان کی بعض روایات کو تفصیل سے ملاحظہ فرمائیں تاکہ ان اشخاص کو پہچانا جا سکے کہ جنھوں نے علیؑ کو خلافت سے الگ رکھنے کے لیئے بڑے بڑے کھیل کھیلے اور آپ سے برسرپیکار رہے

اور آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان کی طہارت اور ان سے رجس کے دور ہونے میں اتنا ہی بعد ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے ۔ اکثر اہلسنت تو گڑھی ہوئی حدیثوں کے پیروکار ہیں کیونکہ انھوں نے بغیر سوچے سمجھے ہی امیہ کا اتباع کیا ہے ۔

خود اپنے خلاف

ہمیں عائشہ کی کہانی خود ان کی زبانی سننی چاہیئے اور یہ کہ حسد نے کیسے انھیں راہ راست سے دور کر دیا تھا اور نبیؐ کے ساتھ وہ کس بداخلاقی سے پیش آتے ہوئے کہتی ہیں :

> ایک روز زوجۂ نبیؐ صفیہ نے آپؐ کی خدمت میں کھانا بھجوایا ، رسولؐ میرے یہاں تھے جب میں نے کنیز کو کھانا لاتے دیکھا تو میرے تن بدن میں آگ لگ گئی اور میں کانپنے لگی پس

میں نے پیالہ توڑ دیا اور کنیز کو بھگا دیا، پھر کہتی ہیں کہ۔ میں نے
جب رسول کے چہرہ پر نظر کی تو غضب کے آثار دیکھے تو کہا کہ آج
میں رسول سے پناہ چاہتی ہوں کہ مجھ پر لعنت و ملامت نہ کریں۔
آپ نے فرمایا تم امان میں ہو، میں نے کہا: یا رسول اللہ اس
کا کفارہ کیا ہے؟ فرمایا: اس کے کھانے کے مثل کھانا اور
پیالے کے مثل پیالہ۔ [1]

عائشہ پھر فرماتی ہیں کہ:

آپ کو ایسی ایسی صفیہ مبارک ہو، مجھ سے نبیؐ
نے فرمایا: تم نے اتنی بڑی بات کہہ دی ہے کہ اگر اسے دریا کے
پانی میں ملا دیا جائے تو سارا پانی گندا ہو جائے۔ [2]

سبحان اللہ! ام المومنین کا اخلاق کہاں ہے، اور ان حقوق کا نام و نشان کہاں ہے۔ جو اسلام نے ان پر فرض کئے ہیں۔ مثلاً غیبت، چغل خوری؟ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان کا یہ قول کہ "آپ کو ایسی ایسی صفیہ مبارک ہو" اور رسول کا یہ کہنا کہ "تم نے بہت بڑی بات کہی ہے اگر اس کو دریا کے پانی میں ملا دیا جائے تو وہ بھی گندہ ہو جائے"، عائشہ نے اپنی سوتن صفیہ کے بارے میں کتنی بڑی بات کہی ہے۔

میرا خیال تو یہ ہے کہ اس حدیث کے راویوں نے عائشہ کی عظمت کے پیش نظر اور اس حدیث کی حیثیت کو کم کرنے کے لئے لفظِ کذا کذا (ایسی ایسی) کا

---

[1] مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۶ ص ۲۷۷، سنن نسائی جلد ۲ ص ۱۴۸
[2] صحیح ترمذی سے زرکشی نے ص ۳۷ پر نقل کیا ہے۔

اضافہ کر دیا ہے۔ جیسا کہ ان کی عادت ہے۔

ام المومنین عائشہ دیگر امہات المومنین سے اپنے حسد کے بارے میں خود فرماتی ہیں کہ:

> میں نے ماریہ سے زیادہ کسی سے حسد نہیں کیا ان سے میرا حسد اس لئے تھا کہ وہ اتنی خوبصورت اور ایسے بالوں والی تھی کہ رسولؐ اس پر رشک کیا کرتے تھے، رسولؐ نے اولین بار اسے حارث ابن نعمان کے گھر میں اتارا تھا، وہ ہم سے خوف کھا گئی تو رسولؐ نے اسے اس کے خاندان میں منتقل کر دیا، آپؐ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے، آپؐ کا وہاں تشریف لے جانا ہمارے اوپر اور شاق گذرتا تھا، پھر خدا نے انھیں لڑکا عطا کیا اور ہم ایسے ہی رہ گئے۔ [۱]

عائشہ اس بارے میں کہ ان کا حسد ان کی سوتن ماریہ سے ان کے فرزند ابراہیم تک پہونچ گیا کہتی ہیں کہ:

> جب ابراہیم پیدا ہوئے تو رسولؐ اسے لے کر میرے پاس آئے اور فرمایا: میری طرف دیکھو! (یہ بالکل) میری شبیہ ہے۔ میں نے کہا کہ: مجھے تو آپ کی شبیہ نہیں لگتا۔ رسولؐ نے فرمایا: کیا تمھیں اس کا گورا رنگ اور موٹاپن نظر نہیں آتا؟ عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا جو زیادہ بچوں والی عورت کا دودھ پیئے وہ گورا اور موٹا ہو گا [۲]

---

[۱] طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۲۱۲، انساب الاشراف جلد ۱ ص ۴۴۹، اصابہ فی معرفۃ الصحابہ للعسقلانی

[۲] طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۳۷ ترجمہ ابراہیم بن النبیؐ، اسی طرح انساب الاشراف میں ہے۔

ان کا حسد تمام حدود سے تجاوز کر چکا تھا جب انھیں رسولؐ کے بارے میں شک ہوتا اور بدگمانی و وسواس کا بھوت سر چڑھتا تو ایسی حرکتیں کرتیں جن کو بیان نہیں کیا جا سکتا ہو اکثر ایسے لیٹ جاتی تھیں جیسے سو رہی ہیں جبکہ رسولؐ انھیں کے گھر میں سوئے ہوتے تھے پھر بھی وہ اپنے شوہر کے تعاقب میں رہتی تھیں اور اندھیرے میں ان کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھتی تھیں اور تعاقب کر کے دیکھتی تھیں کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ کے سامنے میں انھیں کی بیان کردہ روایت پیش کر رہا ہوں جس کو مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام احمد ابن حنبل نے مسند میں نقل کیا ہے کہتی ہیں کہ :

> ایک شب رسولؐ میرے پاس تشریف لائے ردا کو ایک طرف رکھ دیا اور نعلین اتار کر اپنے پاؤں کے پاس رکھ لی اور اپنے بستر پر لیٹ گئے، تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ آپ یہ سوچ کر کہ میں (عائشہ) سو رہی ہوں جلدی سے اپنی ردا اٹھائی نعلین پہنی اور دروازہ کھول کر روانہ ہوئے میں نے روسری باندھی، دوپٹہ ڈالا، مقنع اوڑھا پھر ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ وہ بقیع (قبرستان) پہونچ کر ٹھہر گئے۔ آپؐ کافی دیر تک کھڑے رہے پھر تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور واپس ہوئے، میں بھی واپس ہوئی وہ تیز تیز چلنے لگے تو میں نے بھی اپنی رفتار بڑھادی، انھوں نے اور تیزی اختیار کی تو میں دوڑنے لگی، وہ گھر میں داخل ہوئے تو میں ان سے پہلے پہونچ کر لیٹ گئی تھی، رسولؐ داخل ہوئے اور فرمایا: اے عائشہ تمھیں کیا ہو گیا کہ تم اپنے شوہر سے بدظن ہو؟ عائشہ

کہتی ہیں میں نے کہا کچھ تو نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ: تم بتاؤگی یا لطیف و خبیر مجھے اس کی خبر دے گا۔ عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ ہی بتائیے۔ آپ نے فرمایا: تم ہی وہ سیاہی تھیں جسے میں نے اپنے سامنے دیکھا تھا۔ میں نے کہا ہاں۔ اس سے میرا دل کانپ اٹھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تمھیں یہ گمان تھا کہ خدا اور رسولؐ تم پر ظلم کریں گے۔ [1]

ایک جگہ عائشہ فرماتی ہیں کہ:

ایک مرتبہ میں نے رسولؐ کو اپنے پاس نہ پایا تو میں نے سوچا کہ آپ کسی کنیز کے پاس پہونچ گئے ہیں ان کی تلاش میں نکلی تو دیکھا کہ آپؐ سجدہ میں سر رکھے ہوئے فرما رہے ہیں "رب اغفر لی"۔ [2]

پھر فرماتی ہیں کہ:

ایک شب رسولؐ میرے پاس سے کہیں چلے گئے مجھ پر جنون طاری ہوگیا، تھوڑی دیر بعد آپؐ تشریف لے آئے اور میری حرکت دیکھ لی اور فرمایا: اے عائشہ تمھیں کیا ہوگیا ہے یہ بدگمانی؟ میں نے کہا کہ مجھے کیا ہوگیا کہ میں آپؐ جیسے انسان کو تلاش نہ کروں؟ رسولؐ نے فرمایا: کیا تم پر

---

[1] صحیح مسلم جلد ۳ ص ۶۴، مسند احمد ابن حنبل جلد ۲ ص ۲۲۱

[2] مسند امام احمد ابن حنبل جلد ۶ ص ۱۴۷

شیطان سوار ہوگیا تھا۔ ۔ ۔ [1]

یہ آخری روایت ہے جو واضح طور سے اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ جب انھیں بدگمانی ہوتی تھی تو ان سے عجیب و غریب حرکت دیکھنے میں آتی تھی۔ جیسے برتن توڑ دینا، لباس پھاڑ ڈالنا اسی لئے تو عائشہ نے اس روایت میں کہا ہے کہ جب رسولؐ واپس آئے اور میری حرکت دیکھی تو کہا کہ: تمھارے اوپر شیطان سوار ہو گیا ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں ہے شیطان اکثر عائشہ پر سوار رہتا تھا یا ان میں حلول کر جاتا تھا۔ یقیناً اس بدگمانی اور غیرت و حسد کی وجہ سے شیطان نے ان کے قلب کا راستہ دیکھ لیا تھا۔ رسولؐ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

مرد کے لئے غیرت، ایمان، اور عورت
کے لئے کفر ہے۔

اگر مرد اپنی زوجہ کے سلسلہ میں غیرت دار ہے تو اس لئے کہ شرعی لحاظ سے یہ جائز نہیں ہے کہ زوجہ میں اس کا کوئی شریک ہو لیکن عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کے سلسلہ میں غیرت دار ہو کیونکہ خداوند عالم نے مرد کے لئے ایک سے زیادہ زوجہ رکھنے کو مباح قرار دیا ہے۔ پس ایک صالحہ اور مومنہ عورت کہ جس کو خدا کے احکام کا یقین ہے وہ نفس کی ریاضت کی بنا پر سوتن کو قبول کر لیتی ہے۔ خصوصاً جب اس کا شوہر عادل اور صرف خدا سے ڈرتا ہو پس اگر سید البشر نمونۂ کمال و عدل صاحب خلق عظیم متعدد ازواج رکھے تو ان کے لئے کیا اشکال ہے؟ جس طرح عائشہ کی محبت میں واضح تناقض ہے اسی طرح اہلسنت کے اس قول میں بھی تناقض ہے کہ آنحضرتؐ تمام ازواج میں

---

[1] مسند احمد ابن حنبل جلد ۶ ص ۱۱۵

سب سے زیادہ عائشہ سے محبت فرماتے تھے۔ اور وہی آپ کے نزدیک معزز تھیں یہاں تک کہ انھوں نے یہ روایت گڑھ دی کہ ازواج نبیؐ میں سے بعض نے اپنی راتیں بھی عائشہ کو ہبہ کر دی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ رسولؐ عائشہ سے بہت زیادہ محبت فرماتے ہیں ان کے بغیر نہیں رہ سکتے کیا یہ ممکن ہے؟ جبکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ عائشہ کے حسد کی توجیہ کرنے کے سلسلہ میں پریشان ہیں، بلکہ قضیہ اس کے برعکس ہے یعنی دیگر ازواج نبیؐ کو عائشہ پر حسد کرنا چاہیئے تھا کیونکہ آنحضرتؐ کو ان سے شدید محبت تھی۔ انھیں کی طرف مائل تھے، جیسا کہ اہلسنت کی روایت اور ان کا گمان ہے، اور جب وہ رسول کی چہیتی تھیں تو پھر ان کے حسد کے کیا معنی؟

تاریخ میں یہ بات کہیں نہیں ملتی مگر احادیث و سیر کی کتابیں ان کی فضیلت سے بھری پڑی ہیں اور یہ کہ وہ رسولؐ کی ایسی ناز و نخرے والی اور چہیتی بیوی تھیں کہ جس کی جدائی آنحضرتؐ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ یہ خرافات امولیوں کی ایجاد ہیں جو عائشہ کو دوست رکھتے اور انھیں فضیلت دیتے تھے کیونکہ عائشہ نے بھی ان کے لئے بہت کچھ کیا تھا، جیسا کہ وہ چاہتے تھے اسی مناسبت سے حدیث بیان کر دیتی تھیں اور ان کے دشمن علیؑ ابن ابی طالب سے جنگ کی تھی۔

اسی طرح میرا عقیدہ یہ بھی ہے کہ رسولؐ عائشہ کو ان کی نازیبا حرکتوں کی بنا پر قطعی پسند نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ ہم ان کی حرکتیں بیان کر چکے ہیں، رسولؐ جھوٹ بولنے والی، غیبت کرنے والی، عیب جوئی کرنے والی کو کیسے دوست رکھ سکتے ہیں اور اسے کیونکر پسند فرما سکتے ہیں۔ جو خدا و رسولؐ کو ظالم سمجھتی ہو، خدا و رسولؐ اسے کیسے دوست رکھ سکتے ہیں جو رسولؐ کی ٹوہ میں رہتی ہو، آپؐ کے گھر سے بغیر اجازت کے اس لئے نکل جاتی ہے تاکہ دیکھے کہ آپؐ کہاں تشریف لے گئے ہیں۔ آپؐ اسے کیونکر

محبوب رکھ سکتے ہیں جو آپ کے سامنے آپ کی ازواج کو برا بھلا کہتی ہو۔ رسُولؐ اسے کس طرح عزیز رکھ سکتے ہیں جو آپؐ کے فرزند ابراہیم سے بغض رکھتی ہو اور ان کی ماں ماریہ پر بہتان لگاتی ہو۔ ۱؎ رسُولؐ اسے کیونکر دوست رکھ سکتے ہیں جو آپؐ کے اور آپؐ کی ازواج کے درمیان جھوٹ کی نسبت دیتی ہو۔ کبھی آپ کے اور ان کے درمیان دشمنی پیدا کرا دینا چاہتی ہو۔ کہ جو طلاق کا باعث بنے۔ رسُولؐ اسے کیسے جان و دل سمجھ سکتے ہیں جو آپ کی لخت جگر زہرا سے بغض رکھتی ہو، اور آپؐ کے ابن عم حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے اتنا بغض رکھتی ہو کہ حضرت علیؑ کا نام لینا بھی گوارہ نہ کرتی ہو اور کبھی ان سے خوش نہ رہتی ہو۔ ۲؎ یہ تمام چیزیں تو آنحضرتؐ کی حیات طیبہ کی ہیں لیکن اب رسُولؐ کی وفات کے بعد کے واقعات بیان کئے جا رہے ہیں۔

خدا و رسُولؐ ان تمام باتوں کو دوست نہیں رکھتے اور نہ ہی ان کے ارتکاب کو پسند کرتے ہیں کیونکہ اللہ حق ہے اور رسُولؐ حق کا نمونہ ہیں۔ ممکن نہیں ہے کہ آپ حق پر نہ ہونے والے کو دوست رکھیں۔

عنقریب آنے والی بحثوں میں ہم اس بات کو جان جائیں گے کہ رسُولؐ عائشہ سے قطعی طور پر خوش نہ تھے بلکہ آپؐ نے تو امت کو اس کے شر سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ۳؎

میں نے اپنے ان بزرگوں سے پوچھا جو عائشہ کی محبت میں تفریط سے کام لیتے ہیں کہ نبیؐ عائشہ سے کیوں اتنی محبت فرماتے تھے۔ اور کسی سے اتنی محبت

۱؎ اس سلسلہ میں علامہ جعفر مرتضیٰ عاملی کی کتاب "حدیث الافک" ملاحظہ فرمائیں

۲؎ صحیح بخاری جلد ۳ ص۱۳۵ "باب هبة الرجل لامراته من كتاب الهبه وفضلها

۳؎ الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۲ ص۲۹

کیوں نہیں فرماتے تھے ؟ انھوں نے متعدد جوابات دیئے لیکن سب رکیک و بیکار۔

ایک صاحب نے جواب دیا عائشہ کم سن اور خوبصورت تھیں۔

رسولؐ نے فقط اسی باکرہ سے دخول کیا۔ عائشہ نے کسی دوسرے سے شادی نہیں کی تھی۔ دوسرے نے کہا اس لئے کہ عائشہ ابوبکر صدیق کی بیٹی تھیں جو آپ کے یار غار ہیں۔

تیسرے نے جواب دیا چونکہ عائشہ نے رسولؐ سے نصف دین سیکھا اور وہ عالمہ و فقیہہ تھیں۔

چوتھے نے کہا چونکہ جبرئیل ان کی صورت میں نازل ہوتے تھے اور اسی وقت آتے تھے جب آپؐ عائشہ کے گھر میں ہوتے تھے۔

قارئین محترم جیساکہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ ان جوابات میں سے کسی ایک کی بھی بنیاد دلیل پر استوار نہیں ہے۔ اور نہ ہی اسے حقیقت و عقل سے واسطہ ہے۔ عنقریب ہم ان کو دلیلوں سے باطل کریں گے پس جب رسولؐ عائشہ سے ان کے حسن و خوبصورتی کی بنا پر محبت فرماتے تھے اور یہی ایسی باکرہ تھیں جن سے رسولؐ نے دخول کیا تو وہ کون سی چیز تھی جس نے رسولؐ کو ایسی حسین و جمیل عورتوں سے نکاح کرنے سے باز رکھا جن کا کوئی ثانی نہ تھا جن کا حسن قبائل عرب میں ضرب المثل تھا۔ جو فقط آپ کے اشارہ کی منتظر تھیں، جیساکہ مورخین نے عائشہ کے رشک کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ عائشہ زینب بنت جحش، صفیہ بنت حیی اور ماریہ قبطیہ کے حسن پر رشک کیا کرتی تھیں کیونکہ یہ سب عائشہ سے زیادہ حسین تھیں

ابن سعد نے طبقات کی جلد ۸ ص۱۴۸ پر اور ابن کثیر نے اپنی تاریخ کی جلد ۵ ص۲۹۹ پر روایت کی ہے کہ نبیؐ نے ملیکہ بنت کعب سے نکاح کیا وہ حسن و جمال میں یکتا سمجھی جاتی تھیں، ایک مرتبہ ان کے پاس عائشہ آئیں اور کہا تمھیں۔

اپنے باپ کے قاتل سے نکاح کرتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ (عائشہ کے اکسانے سے) اس نے رسولؐ سے طلاق مانگی آپؐ نے طلاق دیدی تو اس کے خاندان والے رسولؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کی یا رسول اللہ وہ بچی ہے اس کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور پھر اسے بہکایا گیا ہے پس آپ رجوع کر لیجئے، لیکن رسولؐ نے انکار کر دیا، اس کے باپ کو فتح مکہ کے دن خالد ابن ولید نے قتل کیا تھا۔

یہ روایت واضح طور پر اس بات کی طرف ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ رسولؐ کو کمسن اور حسین وخوبصورت سے نکاح کرنے کا شوق نہیں تھا۔ اگر شوق ہوتا تو ملیکہ بنت کعب کو طلاق نہ دیتے، کیونکہ وہ کمسن بھی تھی اور حسن وجمال میں یکتا بھی۔

اور اس جیسے اور واقعات مختلف طریقوں سے ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ عائشہ نے نیک وشریف مومنات کو دھوکے دیئے اور انھیں رسولؐ کی زوجیت سے محروم کر دیا، جیسا کہ اسماء بنت نعمان کو طلاق دلوادی، ہوا یہ تھا کہ عائشہ کو ان کے حسن وجمال پر رشک ہوگیا تھا، اس نے اسماء کو فریب دیا اور کہا کہ نبیؐ اس عورت کو بہت چاہتے ہیں جو دخول کے وقت ان سے "اعوذ باللہ منک" (میں آپ سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں) کہتی ہے۔ اور ملیکہ کو اس کے باپ کا قتل یاد دلا کر جذباتی بنا دیا تھا۔ اور اسے یہ باور کرایا تھا کہ تمھارے باپ کے قاتل رسولؐ ہیں اور کہا تمھیں اپنے باپ کے قاتل سے نکاح کرتے ہوئے شرم نہ آئی۔ اس غریب کے پاس اس کے سوا اور کیا چارہ کار تھا کہ رسولؐ سے طلاق طلب کرے۔

ہمیں یہاں یہ سوال کرنے کا حق پہونچتا ہے کہ رسولؐ نے ان مذکورہ دونوں نیک وشریف عورتوں کو کیوں طلاق دے دی کہ جو عائشہ کی چال بازیوں کا شکار ہوئی تھیں؟

ہمارے لئے ہر چیز سے پہلے یہ فرض کرنا ضروری ہے کہ رسولؐ معصوم

ہیں اور معصوم کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے وہ تو صرف وہی کام انجام دیتا ہے جو حق ہوتا ہے ۔
لہذا ان دونوں کی طلاق میں ضرور کوئی حکمت پوشیدہ تھی جسے خدا اور اس کا رسولؐ جانتا تھا جس طرح عائشہ کے ناشائستہ افعال کے باوجود طلاق نہ دینے میں کوئی حکمت تھی ۔ آنے والی بحثوں میں ہم اس کی وضاحت کریں گے ۔

پہلی عورت یعنی اسماء بنت نعمان کی سادگی اور سادہ لوحی تو اسی وقت ظاہر ہوگئی تھی جب اس پر عائشہ کی حیلہ بازی کارگر ہوگئی تھی اور جب رسولؐ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہدیا "اعوذ باللہ منک" (میں آپ سے خدا کی پناہ چاہتی ہوں) رسولؐ نے اس کی بات کو قبول کر لیا باوجودیکہ وہ حسن وجمال میں یکتا تھی لیکن اس کی بیوقوفی کی بنا پر رسولؐ نے اپنے پاس رکھنا گوارا نہ کیا ۔ ابن سعد نے اپنی طبقات کی آٹھویں جلد کے ص ۱۴۵ پر ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ :

رسولؐ نے اسماء بنت نعمان سے نکاح کیا کہ جو اپنے زمانہ کی حسین ترین عورت تھی ۔

شاید رسولؐ اس واقعہ کے ذریعہ یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ عقلمندی جمال و خوبصورتی سے بہتر ہے ۔ کتنی ہی حسین وجمیل عورتوں کو ان کی کند ذہنی برے کاموں کی طرف کھینچ لے گئی ۔

لیکن ملیکہ بنت کعب کہ جو عائشہ کے فریب میں اس لئے آگئی تھی کہ وہ (رسولؐ) تمہارے باپ کے قاتل ہیں پس رسولؐ نے اس غریب کے ساتھ آنے والے حادثات کی بنا پر زندگی گزارنا گوارا نہ کیا ۔ (اگرچہ وہ کمسن تھی اور اس کی کسی بات کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا تھا جیسا کہ خود اس کے خاندان والوں نے کہا تھا) کیونکہ یہ کند ذہنی کبھی بہت بڑے بڑے مصائب کا سبب بن جاتی ہے خصوصاً عائشہ کی موجودگی میں تو اور خوف تھا ۔ وہ ہمیشہ ان سے کھیلا کرتی اور کبھی رسولؐ کے ساتھ

خوشگوار زندگی نہ گزار پاتی۔ لاریب اس کے علاوہ اور بہت سے اسباب ہونگے جنھیں رسولؐ ہی جانتے تھے۔

ہمیں یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ رسولؐ خوبصورتی، جسمانی شہوتوں اور جنسیات کی طرف نہیں دوڑتے تھے جیساکہ بعض جاہل و ناواقف اور بعض مستشرقین کا گمان ہے کہ محمدؐ حسین و جمیل عورتوں کو اہمیت دیتے تھے۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ رسولؐ نے کس طرح مذکورہ دو عورتوں کو طلاق دے دی اگرچہ وہ دونوں کمسن اور حسین ہی نہیں بلکہ اپنے زمانہ کی حسین ترین تھیں جیساکہ تاریخ و احادیث کی کتابوں میں نقل ہوا ہے پس اس شخص کی بات کی کوئی حقیقت نہیں جو یہ کہتا ہے کہ رسولؐ عائشہ کو کم سنی اور خوبصورتی کی بنا پر زیادہ چاہتے تھے۔

لیکن جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسولؐ عائشہ سے اس لئے زیادہ محبت رکھتے تھے کہ وہ ابوبکر کی بیٹی تھیں۔ تو یہ بات بالکل غلط ہے، ہاں ہم زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابوبکر کی وجہ سے عائشہ سے رسولؐ نے نکاح کیا تھا کیونکہ رسولؐ نے بہت سے خاندانوں کی عورتوں سے سیاست کی بنا پر نکاح کئے تھے تاکہ ان خاندانوں میں محبت و مودت بڑھ جائے اور بغض و نفرت ختم ہو جائے اسی بنا پر معاویہ کی بہن ام حبیبہ بنت ابوسفیان سے آپؐ نے نکاح کیا تھا تاکہ کسی کو کوئی پرخاش نہ رہے۔ کیونکہ وہ رحمۃ للعالمین تھے۔ کبھی تو آپ کی محبت عرب کے قبائل و خانوادوں سے تجاوز کر کے یہود و نصاریٰ و قبطیوں کی دامادی تک پہونچ جاتی ہے اور اس کی وجہ یہی تھی تاکہ مختلف مذہب والے ایک دوسرے سے قریب ہو جائیں۔

خصوصاً جب ہم سیرت کی کتابوں کے لب لباب سے آگاہی حاصل کرتے ہیں تو یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ ابوبکر نے خود رسولؐ سے عائشہ سے نکاح کرنے کی خواہش کی تھی اسی طرح عمر نے بھی اپنی بیٹی حفصہ سے نکاح کرنے کی

خواہش کی تھی۔ اور رسولؐ نے دونوں کی خواہش کا بھرم رکھا کیونکہ آپ کا قلب تمام اہل ارض کے لئے وسیع تھا۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے :

﴿ولو كنتَ فظًّا غليظ القلب لانفضّوا من حولك﴾

آل عمران آیت ر ۱۵۹

اے پیغمبر اگر آپ سخت مزاج ہوتے تو یہ تمھارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔

اور جب ہم عائشہ کی بیان کردہ روایت کو دیکھتے ہیں کہ جس میں انھوں نے یہ بات کہی ہے کہ :

رسولؐ کو داخل ہوئے تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ انھوں نے گمان کیا کہ میں سو رہی ہوں آپؐ نے آہستہ سے ردا اٹھائی دروازہ کھولا اور بند کر کے چلے گئے اس روایت سے عائشہ کے سلسلہ میں یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے کہ رسولؐ ان کے بغیر صبر ہی نہیں کر سکتے تھے۔ ؎

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کوئی خیالی پلاؤ نہیں ہے، بلکہ صحاح اہلسنت میں اس کی دلیلیں موجود ہیں مسلم وغیرہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ عمر ابن خطاب نے فرمایا : جب نبیؐ نے اپنی ازواج سے علیحدگی اختیار کر لی تو میں مسجد میں داخل ہوا تو لوگ کنکریاں پھینک رہے تھے اور کہہ رہے تھے رسولؐ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے، جبکہ انھیں پردہ کا حکم نہیں دیا تھا۔ میں نے کہا میں انھیں

؎ صحیح مسلم جلد ر ۳ ص ۶۴ ۔ مسند امام احمد جلد ر ۶ ص ۲۲۱

ضرور سمجھاؤں گا۔ عمر کہتے ہیں کہ میں عائشہ کے پاس پہونچا اور کہا :

اے بنت ابوبکر اب تمھاری یہ جرائت ہوگئی کہ تم رسُول کو اذیت دینے لگی ہو۔ عائشہ نے کہا اے پسر خطاب آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ کا الزام آپ ہی کے سر! عمر کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں حفصہ کے پاس پہونچا اور اس سے کہا اب تمھاری یہ جرائت ہوگئی ہے کہ تم رسُول کو اذیت دو! خدا کی قسم تم اس بات کو جانتی ہو کہ رسُول تمھیں پسند نہیں کرتے ہیں اگر میں نہ ہوتا تو اب تک تمھیں طلاق دے چکے ہوتے۔ (یہ سُن کر) حفصہ پر شدید رقت طاری ہوگئی۔ [1]

یہ روایت صریح طور پر ہمیں یہ بات بتاتی ہے کہ نبیؐ حفصہ بنت عمر سے محبت نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ سیاسی مصلحت اور اقتضائے زمانہ کی وجہ سے رکھے ہوئے تھے۔

اور جو چیز ہمارے اس یقین میں اضافہ کرتی ہے کہ ہمارا مسلک صحیح ہے وہ یہ کہ عمر ابن خطاب خدا کی قسم کھا کر کہہ رہے ہیں کہ رسُول حفصہ سے محبت نہیں رکھتے تھے۔ پھر عمر نے یہ کہکر ہمارے یقین میں اور اضافہ کر دیا کہ حفصہ جانتی ہے کہ رسُول اس سے محبت نہیں رکھتے ہیں۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے۔ کہتے ہیں خدا کی قسم تم جانتی ہو کہ رسُول تمھیں قطعی پسند نہیں فرماتے ہیں۔

اس کے بعد ہمارے لئے اس بات میں شک کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ رسُول نے بعض عورتوں سے سیاست کی بنا پر نکاح کیا تھا جیسا کہ عمر ابن خطاب کے قول سے ظاہر ہے کہ اگر میں نہ ہوتا تو رسُول تمھیں طلاق دے دیتے۔ [2]

---

[1] صحیح مسلم جلد ۴ ص۱۸۸ فی باب الایلاء واعتزال النساء وتخیرهن وقوله تعالیٰ : وان تظاهرا علیه۔

یہ روایت ہمیں اس سلسلہ میں ایک اور فکر دیتی ہے کہ نبی نے عائشہ بنت ابوبکر کو سیاست کی بنا پر طلاق نہیں دی اور ابوبکر کی بنا پر اسکی اذیتوں پر صبر کرتے رہے ورنہ حفصہ اس کی زیادہ حقدار ہیں کہ رسول اس سے محبت کرتے کیوں کہ اس سے عائشہ بنت ابوبکر کے عشر عشیر بھی ایسی چیز صادر نہیں ہوئی جو رسول کے لئے تکلیف کا باعث ہوتی۔ جب ہم بنی امیہ کی عائشہ کے فضائل میں گڑھی ہوئی حدیث سے قطع نظر اصل واقعہ کی تحقیق کریں گے تو یہ واضح ہوجائے گا کہ رسول کو عائشہ سے کتنا صدمہ پہونچا ہے۔ اور کتنی مرتبہ آپ ان پر غضبناک ہوئے ہیں۔ اب ہم ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ جسکو بخاری اور بہت سے اہلسنت کے محدثین نے نقل کیا ہے۔ اس سے اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ رسول کو عائشہ سے کتنی نفرت تھی خود عائشہ بھی اس بات کو جانتی تھیں کہ ان کے شوہر نامدار رسول ان سے کتنی نفرت کرتے ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۷ کے باب قول المریض انی وجع او وارأساہ " میں تحریر کیا ہے۔

> میں نے قاسم ابن محمد سے سنا کہ انھوں نے کہا کہ عائشہ نے وارأساہ (یعنی ہائے میرا سر پھٹا) کہا! تو رسول نے فرمایا اگر ایسا ہوگیا ہوتا تو میں تمھارے لئے خدا سے دعا کرتا! عائشہ نے کہا: **وامصیباہ**! خدا کی قسم میں یہ سمجھتی ہوں کہ آپ میرا مرجانا پسند کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہوگیا تو آپ اپنی آخری عمر تک دوسری ازواج سے لطف اٹھاتے رہیں گے۔ [۱]

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۷ ص۸ من کتاب المرضی والطب

کیا یہ روایت آپ کو یہ بات بتاتی ہے کہ نبیؐ عائشہ سے محبت فرماتے تھے ؟ ؟

آخر کار ہم اس نتیجہ پر پہونچے کہ بنی امیہ اور ان کے راس و رئیس معاویہ ابن ابی سفیان رسولؐ سے بغض رکھتے تھے۔

میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ کسی کو بڑھانے یا گرانے میں ان کے پاس ایک ہی پیمانہ تھا۔ اور وہ محمدؐ اور ان کے اہلبیت علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ سے شدید دشمنی اور بے انتہا بغض و حسد تھا۔ پس جو شخص رسولؐ کا مخالف اور آپ کے اہلبیت اطہارؑ کا دشمن ہوتا تھا اسے فضیلت دیتے تھے اور اس کی شان میں احادیث گڑھواتے تھے اسے مقرب بناتے تھے بڑے بڑے عہدوں سے سرفراز کرتے تھے بخشش سے نوازتے تھے۔ اور لوگ اس کا احترام کرنے لگتے تھے۔

اور جو شخص رسولؐ کا محب اور آپ کا دفاع کرنے والا ہوتا اسکی تذلیل کرتے مرتبہ سے گراتے بہتان لگاتے اس کی مذمت کے لئے احادیث گڑھواتے۔

عمر ابن خطاب اسی بنا پر بنی امیہ کی حکومت کے زمانہ سے مسلمانوں کے درمیان اسلام کی عظیم شخصیت بنے ہوئے ہیں کیوں کہ وہ بات بات میں رسولؐ کی مخالفت کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کی حیات کے آخری لمحات میں آپ پر ہذیان کا بہتان لگادیا۔ لیکن علی ابن ابیطالب علیہ السلام کہ جو آپ کے لئے ایسے ہی تھے جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔ جو خدا و رسولؐ کو دوست رکھتے تھے، جن کو خدا و رسولؐ دوست رکھتے تھے، جو ہر ایک مومن کے مولا تھے ان پر مسلمانوں کے منبروں سے اسّی سال تک لعنت کی جاتی رہی۔

اسی طرح عائشہ جو رسولؐ کو خون کے گھونٹ پلاتی رہی۔

اور اپنے پروردگار کے حکم کی مخالفت کی طرح رسولؐ کے حکم کی مخالفت کرتی رہی۔ آپ کے جانشین سے جنگ کی، انہی کی وجہ سے بڑے بڑے فتنوں نے سر اٹھایا کہ جن سے مسلمان بخوبی آگاہ ہیں جن میں ہزاروں (بے گناہ) مسلمانوں کا خون بہہ گیا۔ وہ اسلام کی مشہور ترین عورت ہوگئی۔ انہی سے احکام لئے جانے لگے۔ لیکن فاطمہؑ زہرا سیدہ نساء العالمین کہ جن کی ناراضگی سے خدا ناراض ہوتا ہے اور جن کی خوشنودی سے خدا راضی ہوتا ہے۔ وہ نسیاً منسیا ہوگئیں۔ مخفیانہ طور پر رات میں دفن کی گئیں۔ جبکہ انھیں جلانے کی دھمکی دی گئی، بطن مبارک میں بچہ کو شہید کر دیا گیا۔ اہلسنت میں سے ایک مسلمان بھی ان کی کسی ایک حدیث سے واقف نہیں ہے کہ جو انھوں نے اپنے پدر بزرگوار سے نقل کی ہے۔

اسی طرح یزید ابن معاویہ اور زیاد ابن ابیہ، ابن مرجانہ، ابن مروان، اور حجاج اور ابن عاص وغیرہ جو قرآن اور نبیؐ کی زبان میں فاسق و ملعون ہیں یہ سب امیر المومنین اور مسلمانوں کے ذمہ دار بن گئے لیکن حسنؑ و حسینؑ سیدا شباب اہل الجنۃ اس امت کے نبیؐ کی اولاد، عترت رسولؐ جو امت کے لئے باعث امان تھے انھیں قتل کیا گیا۔ قید میں ڈالا گیا، زہر دیا گیا۔

اسی طرح ابوسفیان جیسے منافق کہ جو ہمیشہ رسولؐ کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکانے میں پیش پیش رہا اس کی شان میں قصیدے پڑھے جانے لگے، اس کا شکر ادا کیا جانے لگا، یہاں تک کہ یہ کہا جانے لگا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگیا اس نے امان پائی، لیکن ابوطالب کہ جنھوں نے پوری عمر ہر طرح نبیؐ کی حمایت و مدد کی اور حفاظت و پرورش کی، جو نبیؐ کے مشن کی حمایت و مدد کی بنا پر اپنے خاندان والوں کی تنگ و تاز کا نشانہ بنے رہے یہاں تک کہ نبیؐ کے ساتھ تین سال تک شعب مکہ میں مقید رہے اور اسلام کی مصلحت کے پیش نظر

اپنا ایمان چھپائے رہے تاکہ قریش سے کچھ رسم وراہ باقی رہے اور وہ مسلمانوں کو تکلیف نہ پہونچائیں ——— ابوطالبؑ کی مثال مومن آل فرعون کی سی ہے کہ جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے۔ لیکن ان کی جزا جہنم کے شعلے بتائے کہ جہاں ان کے پاؤں جلا کر دماغ کو پگھلا دیا جائے گا۔ اسی طرح معاویہ ابن ابی سفیان طلیق ابن طلیق لعین ابن اللعین، احکام خدا و رسول کا مذاق اڑانے والا، اسلام کی اہانت کرنے والا۔ اپنے مقصد کے حصول کے لئے نیکوکار لوگوں کو تہ تیغ کرتا ہے اور رسولؐ پر کھلم کھلا لعنت کرتا ہے۔ لہ اس شخص کو کاتب وحی کہا جانے لگا (آج بھی اہل سنت کہتے ہیں) کہ خدا نے اپنی وحی کا امین جبرئیل، محمد اور معاویہ کو قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ سیاسی اور صاحب حکمت وتدبیر بن گیا۔

لیکن ابوذر غفاری کہ جن سے زیادہ سچے انسان پر نہ آسمان نے سایہ کیا اور نہ زمین نے اٹھایا۔ وہ فتنہ پرور ہوگئے۔ انھیں زد وکوب کیا جاتا ہے اور ربذہ جلا وطن کر دیا جاتا ہے۔ سلمان ومقداد اور عمار وحذیفہ بلکہ ہر مخلص صحابی کہ جو حضرت علی علیہ السلام سے محبت رکھتے تھے انھیں قتل کیا گیا ڈرایا گیا خوفزدہ کیا گیا۔

اسی طرح خلفاء کے پیروکار معاویہ کے حامی اور ظالم حکومت

لہ اسی سلسلہ میں شاعر کہتا ہے:

عاندوا احمد.. وعادوا علیاً   وتولوا منافقاً وغویاً

واسرّوا سبّ النبی نفاقا   حین سبّوا جہراً اخاہ علیاً

انہوں نے "احمد" سے عناد اور علی سے عداوت کی اور منافق وگمراہوں سے محبت و دوستی کا رشتہ قائم کیا منافقانہ انداز سے نبیؐ پر مخفی طور سے سب وشتم کیا جب کہ آپؐ کے بھائی علیؑ پر کھلم کھلا لعنت کی۔

کے ایجاد کردہ مذاہب کے پجاری اہلسنت والجماعت بن گئے حالانکہ انھوں نے اسلام کو تباہ کیا اور جس نے ان کی مخالفت کی اس کو کافر کے لقب سے نوازا، خواہ ائمہ اہلبیت طاہرینؑ کا اتباع کرنے والا ہو

لیکن مکتب اہلبیتؑ کا اتباع کرنے والے باب مدینۃ العلم کے پیروکار کو جو سب سے پہلے اسلام لائے جس کے ساتھ ساتھ حق رہتا تھا، اور شیعیان اہلبیتؑ ائمہ معصومینؑ کی اقتدا کرنے والے بدعتی اور گمراہ ہوگئے۔ اور ان کی مخالفت کرنے والے ان سے جنگ و جدال کرنے والے مسلمان ٹھہرے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم وصدق اللہ العظیم۔

ارشاد ہے:

﴿وإذا قيل لهم لا تفسدوا في الأرض قالوا إنما نحن مصلحُون ألا إنهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون وإذا قيل لهم آمنوا كما آمن الناسُ قالوا أنؤمنُ كما آمن السفهاءُ ألاَ إنهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون﴾

بقرہ / آیت ۱۳

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ برپا کرو تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں حالانکہ یہ سب مفسد ہیں اور اپنے فساد کو سمجھتے بھی نہیں ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ دوسرے مومنین کی طرح ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں کہ ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان اختیار کرلیں حالانکہ اصل میں یہی بیوقوف ہیں اور انھیں اس کی واقفیت بھی نہیں ہے۔

اب ہم عائشہ سے رسول اللہ کی محبت کے موضوع کو چھیڑیں گے

کیونکہ انھوں نے رسولؐ سے آدھا دین حاصل کیا تھا اور آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ آدھا دین تم اس حمیرہ سے حاصل کرو۔ یہ حدیث باطل ہے اس کے صحیح ہونے کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اور نہ ہی عائشہ کی بیان کردہ روایت مضحکہ خیز احکام کے بارے میں صحیح ہے۔ رسول اللہ ایسی حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں رضاعت کبیر والا مسئلہ ہمارے لئے کافی ہے۔ کہ جس کو خود عائشہ نے رسولؐ سے نقل کیا ہے اور اس کو مسلم نے اپنی صحیح اور مالک نے اپنی موطا میں نقل کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم اپنی کتاب "لاکون مع الصادقین" میں سیر حاصل بحث کر چکے ہیں۔ تفصیلی بحث کو شائقین اسی میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس روایت شنیعہ کے بارے میں اتنا ہی کافی ہے کہ نبیؐ کی تمام ازواج نے رضاعت کبیر پر عمل کرنے سے انکار کیا ہے اور اس حدیث کا انکار کیا ہے یہاں تک کہ اس روایت کا راوی بھی ایک سال تک اس روایت کو لفظی طور پر بیان کرنے سے ڈرتا رہا۔

اور جب ہم صحیح بخاری کے باب "یَقْصِرُ مِنَ الصَّلَاۃِ اِذَا خَرَجَ مِنْ مَوْضِعِہٖ" کے باب میں دیکھتے ہیں تو وہ زہری سے اور زہری نے عروہ سے اور عروہ عائشہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ:

سب سے پہلے جو دو رکعت نماز فرض کی گئی اور پڑھی گئی وہ نماز سفر ہے، حالانکہ وطن میں پوری نماز پڑھی جاتی ہے۔ زہری کہتے ہیں: میں نے عروہ سے کہا کہ عائشہ کو کیا ہو گیا تھا کہ وہ پوری نماز پڑھتی تھیں؟ انھوں نے کہا کہ عثمان کی طرح انھوں نے بھی تاویل کر لی تھی۔

مسلم نے اپنی صحیح کے باب "صَلَاۃُ الْمُسَافِرِیْنَ وَقَصْرِھَا" میں

اور بخاری نے اس سے واضح عبارت میں زہری سے اور زہری نے عروہ سے اور عروہ نے عائشہ سے اس طرح نقل کیا ہے کہ :

سب سے پہلے جو دو رکعت نماز فرض کی گئی اور پڑھی گئی وہ نماز سفر ہے حالانکہ حضر میں نماز پوری ہے ۔ زہری کہتے ہیں کہ میں نے عروہ سے کہا کہ عائشہ کو کیا ہو گیا کہ وہ سفر میں پوری نماز پڑھتی ہیں ؟ تو انھوں نے کہا کہ عائشہ نے ایسے ہی تاویل کر لی جیسے عثمان نے کی تھی ۔

یہ تو واضح تناقض ہے کہ ایک مرتبہ عائشہ روایت کرتی ہیں کہ نماز مسافر دو رکعت فرض کی گئی ہے لیکن خدا کے حکم اور رسول کے عمل کی مخالفت کرتی ہیں اور عثمان کی سنت کو زندہ رکھنے کے لئے احکام خدا و رسول میں رد و بدل کر دیتی ہیں ۔ ایسے ہی اور بہت سے احکام اہلسنت کی صحاح میں نظر آتے ہیں لیکن وہ انھیں سمجھ نہیں پاتے ہیں کیونکہ وہ زیادہ تر ابوبکر و عمر کی تاویل اور عثمان و عائشہ اور معاویہ ابن ابی سفیان کی تاویل پر عمل کرتے ہیں ۔

پس جب حمیرا نے رسول سے نصف دین حاصل کیا اور جیسے چاہا احکام خدا میں تاویل کر لی ، تو میں سمجھتا ہوں کہ رسول ان سے قطعی راضی نہ ہونگے اور لوگوں کو ان کی اقتدا کا حکم نہ دیا ہوگا صحیح بخاری اور اہلسنت کی دیگر صحاح میں ایسا اشارہ ملتا ہے کہ عائشہ کی اتباع میں خدا کی معصیت ہے ۔

لیکن جب لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسول عائشہ سے اس لئے الفت رکھتے تھے کہ عائشہ سے نکاح کرنے سے قبل جبرئیل ان (عائشہ) کی صورت میں آنحضرت کے پاس آئے ، اور نکاح کے بعد اسی وقت نازل ہوتے تھے جب رسول عائشہ کے گھر میں تشریف فرما ہوتے تھے ۔ یہ ایسی روایات ہیں جنھیں سن کر

دیوانوں کو بھی ہنسی آجائے ۔ میں نہیں جانتا کہ جس صورت میں جبرئیل نازل ہوتے تھے وہ فوٹوگرافی والی صورت تھی یا لکڑی کا مجسمہ تھا ۔ اس لئے کہ اہلسنت اپنی صحاح میں روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر نے عائشہ کو خرموں کا طبق دے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا تاکہ نبیؐ انھیں دیکھ لیں کیونکہ ابوبکر نے رسولؐ سے یہ خواہش کی تھی کہ آپ میری بیٹی سے نکاح کر لیجئے ! کیا وہاں کوئی ایسا داعی تھا کہ جس کی بنا پر جبرئیل عائشہ کی صورت میں نازل ہوتے جبکہ عائشہ آپؐ کے گھر سے چند میٹر کے فاصلے پر ہی رہتی تھیں ۔ میرا عقیدہ ہے کہ ماریہ قبطیہ کی صورت میں جبرئیل کو نازل ہونا چاہیئے تھا کیونکہ وہ رسولؐ سے دور مصر میں رہتی تھیں اور کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ آجائیں گی ، وہ اس بات کی زیادہ مستحق تھیں کہ جبرئیل ان کی صورت میں رسولؐ کے پاس آئیں اور ان سے پیدا ہونے والے ابراہیم کی بشارت دیں ۔

لیکن یہ روایات سب تو عائشہ کی گڑھی ہوئی ہیں کہ جن کے پاس اپنی سوتنوں پر فخر کرنے کے لئے کوئی چیز نہ تھی سوائے ہی خیالی واقعات اور داستان ، یا یہ روایات بنی امیہ نے عائشہ سے گڑھوائیں تاکہ ان کے ذریعہ سادہ لوح لوگوں میں عائشہ کی فضیلت کا بول بالا کیا جائے ۔

اور یہ بات کہ جبرئیل محمدؐ کے پاس اسی وقت تشریف لاتے تھے جب آپؐ عائشہ کے گھر میں آرام فرما ہوتے تھے تو یہ پہلی بات سے بھی قبیح اور نفرت آور ہے ۔ اور یہ بات قرآن کریم سے آشکار ہے کہ جب انھوں (عائشہ) نے رسولؐ کے خلاف منصوبہ بنایا تو خدا نے انھیں تہدید کی اور اسی طرح انھیں جبرئیل اور صالح مومنین اور ملائکہ کے ذریعہ ڈرایا ۔

پس ہمارے علماء اور بزرگوں کے اقوال خیالی اور ہیچ ہیں اور ظن حق کے سلسلہ میں ذرہ برابر فائدہ نہیں پہونچاتا ہے ۔

ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو ہمیں بھی بتاؤ تم تو صرف خیالات کا اتباع کرتے ہو اور اندازوں کی باتیں کرتے ہو۔

عائشہ نبیؐ کے بعد

جب ہم نبیؐ کی وفات کے بعد ام المومنین عائشہ بنت ابوبکر کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں، جب ان کے لئے کھلی فضا تھی اور جب ان کے والد ابوبکر امت اسلام کے خلیفہ اور رئیس بن گئے تھے اور عائشہ کو اسلامی حکومت میں بے پناہ عظمت ملی تھی کیونکہ رسولؐ ان کے شوہر اور والد رسولؐ کے خلیفہ تھے۔

یا جیسا کہ خود ان کا گمان ہے یا جیسا کہ انھیں یہ توہم ہو گیا تھا کہ وہ ازواج نبیؐ میں سب سے افضل ہیں اور یہ افضلیت کسی خاص چیز کی بنا پر نہیں بلکہ صرف اس بات کی بنا پر کہ رسولؐ نے ان سے حالت بکر میں نکاح کیا تھا۔(معاذاللہ) ان کے علاوہ رسولؐ کو اور کوئی عورت باکرہ نہیں ملی تھی اور جب رسولؐ نے داغِ جدائی دیا تو اس وقت یہ پورے شباب پر تھیں۔ رسولؐ کی وفات کے وقت عائشہ کی عمر زیادہ سے زیادہ اٹھارہ سال تھی اس طرح وہ آنحضرتؐ کے ساتھ چھ یا آٹھ سال رہیں، ابتدائی چند سال تو بچکانہ کھیل کود میں گذرے حالانکہ اس وقت وہ رسولؐ کی زوجیت میں، اور جیسا کہ رسولؐ کی کنیز بریرہ نے عائشہ کے بارے میں کہا "یہ کمسن تھیں اور آٹا گوندھتے گوندھتے سو جایا کرتی تھیں بکری آتا تھا اور آٹا کھا جاتا تھا،،

ہاں اٹھارہ سال میں لڑکی جوان و بالغ ہو جاتی ہے جیسا کہ آجکل

کہاجاتا ہے۔ اور انھوں نے اپنی نصف عمر رسُول اور اپنی دسیوں سوتنوں کے ساتھ گذاری، اور بھی عورتیں تھیں جن کا تذکرہ ہم حیات عائشہ کے ذیل میں نہیں کر سکتے ہیں ان پر وہ اپنی سوتن سے بھی زیادہ غضبناک رہتی تھیں، کیونکہ رسُول اُن سے بے پناہ محبت فرماتے تھے اور وہ ہیں جناب فاطمہ زہرا بنت رسُول جن کی مادر گرامی خدیجہ ہیں، آپ جانتے ہیں خدیجہ کون ہیں؟ وہ صدیقہ کبریٰ ہیں کہ جن پر جبرئیل نے سلام بھیجا اور انھیں یہ بشارت دی کہ جنت میں تمھارا ایسا مکان ہے جہاں کوئی شور و غل نہیں ہے۔ [۱]

رسُول خدیجہ کے سلسلہ میں کوئی بھی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

اور جب آپ خدیجہ کا ذکر فرماتے تو رشک وحسد سے عائشہ کا جگر پاش پاش ہو جاتا اور دل جلنے لگتا، آپے سے باہر ہو جاتی اور خدیجہ کی شان میں دل کھول کر گستاخی کرتیں اور اپنے شوہر کے جذبات کی کوئی پروا نہ کرتی۔ خدیجہ کے بارے میں آپ نے عائشہ ہی سے بخاری، احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ:

عائشہ کہتی ہیں کہ مجھے رسُول کی کسی زوجہ پر اتنا رشک وحسد نہیں ہوا جتنا خدیجہ پر ہوا ہے۔ [۲]

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۳۲۔ صحیح مسلم باب فضائل ام المومنین خدیجہ جلد ۷، ص ۱۳۳

کیونکہ رسولؐ اکثر ان کا تذکرہ اور تعریف کیا کرتے تھے۔ میں نے کہا کیا آپ قریش کی بڑھیا کا تذکرہ کیا کرتے ہیں جس کے گالوں میں جھریاں پڑ گئی تھیں۔ مرگئی، خدا نے آپ کو اس سے بہتر عطا کی ہے۔ عائشہ کہتی ہیں کہ میری اس بات سے رسولؐ کے چہرہ کا رنگ ایسا متغیر ہو گیا کہ اس سے قبل میں نے کبھی آپ کی یہ حالت نہیں دیکھی تھی، ہاں جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کے چہرہ پر ایسے اثرات نمودار ہوتے تھے، اور آپ نے فرمایا: خدا نے مجھے اس سے بہتر عطا نہیں کی ہے، وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب لوگ کافر تھے۔ اس نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تھا، اس نے اپنا مال اس وقت میرے سپرد کیا جب لوگوں نے مجھے محروم کر رکھا تھا۔ خدا نے اس کے بطن سے مجھے اس وقت اولاد نرینہ عطا کی جب میری کسی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رسولؐ کی اس تردید سے اس شخص کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ عائشہ ازواج نبیؐ میں افضل اور نبیؐ کی چہیتی زوجہ تھیں اور یہ تاکید بھی ہوتی ہے کہ خدیجہ کی طرف سے عائشہ کے رشک وحسد میں اس وقت اور زیادہ شدت آگئی تھی جب رسولؐ نے سرزنش کرتے ہوئے جھنکارا اور عائشہ کو خبردار کیا کہ خدا نے مجھے خدیجہ سے اچھی زوجہ نہیں دی ہے۔ ایک جگہ رسولؐ ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ وہ ہوس پرست نہیں ہیں اور خوبصورتی و بکارت کو بھی پسند نہیں کرتے ہیں، کیونکہ آنحضرتؐ سے قبل خدیجہ دو شادیاں کر چکی تھیں اور آپ سے پچیس۲۵ سال بڑی تھیں۔ اس کے باوجود رسولؐ انھیں دوست رکھتے ہیں۔ اور ان کا ذکر کرتے نہیں تھکتے ہیں۔ میری جان کی قسم نبیؐ کا یہ اخلاق تھا کہ وہ خدا کے لئے دوست رکھتے تھے اور خدا کے لئے بغض رکھتے تھے۔ اور پھر حقیقی روایات اور اس گڑھی ہوئی روایت میں واضح فرق ہے کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ

عائشہ سے زیادہ لگاؤ رکھتے تھے یہاں تک کہ آپ کی دیگر ازواج نے ایک مرتبہ ایک عورت کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور کہلوایا کہ بنت قحافہ کے بارے میں عدل سے کام لیں۔

کیا ہم ام المومنین عائشہ سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ آپ نے اپنی زندگی میں ایک مرتبہ بھی سیدہ خدیجہ کو نہیں دیکھا اور نہ ان سے ملاقات کی تو آپ انھیں عجوزہ حمراء الشدقین کیسے کہتی ہیں؟ کیا ایک عام مومنہ کا یہی اخلاق ہوتا ہے کہ جس پر غیر کی غیبت کرنا حرام ہے۔ جبکہ وہ زندہ ہو تو اس میت کے بارے میں آپ کے کیا خیالات ہونے چاہیئے جو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پہونچ گئی ہے۔ اس زوجۂ رسولؐ کی غیبت میں تمھارا کیا کردار ہونا چاہیئے جس کے گھر میں جبرئیل نازل ہوتے تھے اور جسے جبرئیل نے جنت میں ایسے قصر کی بشارت دی تھی کہ جس میں کوئی شور ہنگامہ نہیں ہے۔ [1]

اور تاکید کے ساتھ یہ عرض ہے کہ جو بغض و حسد عائشہ کے دل میں خدیجہ کی طرف سے موجیں مار رہا تھا اسے نکلنا چاہیئے تھا ورنہ دل پھٹ جاتا عائشہ کو فاطمہؑ بنت خدیجہ کے علاوہ اور کوئی نہ ملا وہ یا انھیں کی ہم عمر تھیں راویوں کے اختلاف کی رو سے کچھ بڑی تھیں۔

اور یہ بات بھی تاکیداً عرض ہے کہ رسولؐ کو خدیجہ سے گہری محبت تھی وہی ان کی اکلوتی بیٹی فاطمہ زہرا سے بھی تھی فقط فاطمہؑ ہی اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ رہیں۔

عائشہ کے حسد میں اس وقت اور اضافہ ہو جاتا تھا جب وہ "رسولؐ"

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۲۳۱، صحیح مسلم، باب فَضل خَدیجہ اُمّ المومنین۔

فاطمہؑ کی تعظیم کرتے اور ان کو سیدۂ نساء اہل الجنۃ کہتے سنتی تھیں۔ ؎ پھر خدا نے ان کے بطن سے حسنؑ و حسینؑ سیدا شباب اہل الجنۃ مرحمت کئے۔ پھر عائشہ دیکھتی تھیں کہ رسولؐ فاطمہؑ کے گھر تشریف لے جاتے اور وہاں نواسوں کی تربیت میں راتوں کو جاگتے گذارتے دیکھتی تھیں اور رسولؐ فرماتے: میرے دونوں بیٹے اس امت کے پھول ہیں اور ان دونوں کو دوش مبارک پر سوار کرتے تو عائشہ کے حسد میں اس سے اور اضافہ ہو جاتا کیونکہ وہ بانجھ تھیں، اور اس حسد میں اس وقت اور اضافہ ہو جاتا جب ابوالحسنینؑ فاطمہؑ کے شوہر بھی شامل ہو جاتے اس حسد کا کوئی خاص سبب نہیں تھا صرف رسولؐ ان سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے، یا عائشہ کے والد پر رسولؐ علیؑ کو ہر موڑ پر مقدم رکھتے تھے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عائشہ ان باتوں کو دیکھتی تھیں۔

وہ یہ بھی دیکھتی تھیں کہ ابن ابی طالب ہر موڑ پر ان کے والد سے بازی لے جاتے ہیں عائشہ ہمیشہ اپنے والد کو رسولؐ کی محبت کا مرکز بنانا چاہتی تھیں اور انھیں سب پر فوقیت دلانا چاہتی تھیں وہ جانتی تھیں کہ میرے باپ جنگ خیبر سے اپنے لشکر کو لے کر ناکام واپس لوٹے ہیں اور رسولؐ نے رنجیدہ ہو کر فرمایا ہے کہ کل میں اس شخص کو علم دونگا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسولؐ اسے دوست رکھتے ہیں جو بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والا ہے فراری نہیں ہے۔ اور وہ فاطمہؑ کے شوہر علیؑ ابن ابیطالب کی ذات ہے۔ پھر علیؑ خیبر فتح کر کے اور صفیہ بنت حیی کو لے کر واپس آتے ہیں اور رسولؐ صفیہ سے نکاح کر لیتے ہیں جس سے عائشہ کے دل کو سخت صدمہ پہونچتا ہے۔

آپ جانتے ہیں رسولؐ نے عائشہ کے والد ابوبکر کو سورۂ برأت دیا تھا اور حاجیوں میں تبلیغ کے لئے بھیجا تھا لیکن بعد میں علیؑ ابن ابیطالب کو بھیجا اور آپ نے

؎ صحیح بخاری جلد ۴ ص ۲۰۹ و جلد ۷ ص ۱۴۳

ابوبکر سے سورۂ برأت لے لیا ان کے والد روتے ہوئے واپس آئے اور رسولؐ سے اس کا سبب دریافت کیا تو رسولؐ نے انھیں جواب دیا کہ: خدا نے مجھے حکم دیا ہے میرے پیغام کو تم یا تمھارے اہلبیتؑ ہی میں سے کوئی پہونچا سکتا ہے۔

آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ رسولؐ نے اپنے ابن عم علیؑ کو اپنے بعد مسلمانوں کا خلیفہ مقرر کیا۔ اور صحابہ و ازواج حضرت علیؑ کی خدمت میں مبارکبادی کے لئے پس سب سے پہلے ان کے والد ہی یہ کہتے ہوئے پہونچے "بَخٍ بَخٍ لکَ یا ابن ابی طَالِبٍ اَصْبَحْتَ وَ اَمْسَیْتَ مَوْلیٰ کل مُؤمِنٍ وَ مُومِنَةٍ" اے ابن ابیطالب مبارک ہو آپ ہر مومن و مومنہ کے مولیٰ ہو گئے۔

آپ کو معلوم ہے کہ رسولؐ نے ابوبکر کو ایک سترہ سالہ جوان کی قیادت میں سفر کرنے اور نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا جس کے داڑھی بھی نہیں آئی تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عائشہ ان حالات سے بہت متاثر تھیں، اس لئے کہ ان کے دل میں باپ کا ڈر تھا اور باپ کے لئے خلافت کی امنگ تھی۔ اور قریش کے رؤساء کے درمیان ہونے والی سازش میں شریک تھیں اسی وجہ سے فاطمہؑ اور علیؑ کی طرف سے بغض میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اور پوری کوشش اس بات پر صرف کر رہی تھیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو ایسی راہ ہموار کی جائے جو ان کے باپ کے حق میں مفید ہو اور ہم نے دیکھا کہ کس طرح انھوں نے رسولؐ کی جانب سے اپنے باپ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز جماعت پڑھا دیں، جب ان کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ رسولؐ نے اس ذمہ داری کو سنبھالنے کے لئے پیغام بھیجا ہے، اور جب رسول اسلام کو اس سازش کی خبر ملی تو آپؐ نکلنے کے لئے بے چین ہو گئے اور آپ نے ابوبکر کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا۔ اور خود لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی اور عائشہ سے غصہ کے عالم میں کہا کہ یوسف کے ساتھ بھی تمھاری جیسی عورتیں تھیں (اس سے یہ مراد ہے کہ اس کی سازشیں غلط تھیں)

اس مسئلہ میں جس کو عائشہ نے مختلف انداز سے روایت کیا ہے
اگر کوئی غور و فکر کرے تو اس میں واضح تضاد نظر آئے گا۔ اس لئے کہ رسول اللہ نے
اس واقعہ سے تین سال پہلے ان کے باپ کو لشکر میں شامل ہونے کو کہا تھا۔ اور حکم دیا
تھا کہ اسامہ ابن زید کی قیادت میں وہ چلے جائیں اور یہ سب جانتے ہیں کہ لشکر کا سردار
امام جماعت ہوتا ہے۔ تو ابن زید اس لشکر میں ابوبکر کے امام تھے۔ جب عائشہ
نے اپنے باپ کی توہین کا احساس کیا اور اس میں رسول کے مقصد کو سمجھ لیا اور یہ
جان لیا کہ رسول نے اس لشکر میں علیؑ کو نہیں بھیجا کہ جس میں انصار و مہاجرین اور قریش
کے روسا شامل ہیں اور اکثر اصحاب کی طرح یہ بھی جان لیا کہ رسول چند دن کے مہمان ہیں اور
شاید وہ عمر کی اس رائے سے موافق تھیں کہ جو اس نے کہا تھا کہ (معاذ اللہ) رسول کو
ہذیان ہو گیا ہے۔ اور وہ نہیں جانتے کہ کیا کر رہے ہیں اور ان کی قاتل غیرت نے انھیں
اس بات پر اکسایا کہ وہ علیؑ کے مقابلے میں اپنے باپ کی قدر و منزلت کو بڑھانے کے لئے
جو بن پڑے وہ کر گزرے۔ اور اسی کام کے لئے انھوں نے اس بات کا انکار کیا کہ رسولِ
اسلام نے علیؑ کے لئے وصیت فرمائی ہے اور اسی لئے انھوں نے یہ کوشش کی کہ
ضعیف العقل انسانوں کو یہ باور کرا دیا جائے کہ رسول کو انھیں کے حجرے میں موت
آئی ہے۔ لہٰذا ایک حدیث گڑھ لی کہ رسول اللہ نے مرض کے عالم میں عائشہ سے
فرمایا کہ: اپنے بھائی اور باپ کو بلاؤ میں ان کے لئے ایک کتبہ لکھ دوں، ممکن ہے کہ
عنقریب کوئی دعویدار پیدا ہو جائے اور اللہ اور رسول اللہ اور مومنوں نے سوائے
ابوبکر کے سب کو منع کیا ہے۔ کیا کوئی ہے کہ جو عائشہ سے پوچھے: کہ کس چیز نے
ان لوگوں کو بلانے سے روکا؟

علیؑ کے خلاف عائشہ کا موقف

حضرت علی علیہ السلام کے خلاف عائشہ کے موقف میں ایک محقق کو عجیب و غریب بات ملے گی جس کے معنی صرف اہلبیتؑ نبیؐ سے عداوت و دشمنی کے علاوہ اور کچھ نہیں نکلتے ۔ تاریخ نے حضرت علیؑ ایسے بے نظیر انسان سے عائشہ کے بغض و نفرت کو محفوظ کیا ہے ۔ ان کا بغض و حسد اس حد تک پہونچ گیا تھا کہ وہ آپ کے نام لینے کو بھی برداشت نہیں کرتی تھیں ۔ [۱] اور ایک آنکھ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی تھیں ۔ جب عائشہ نے قتل عثمان کے بعد سنا کہ لوگوں نے حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے تو کہتی ہیں مجھے آسمان کا زمین پر گر پڑنا گوارا تھا لیکن علیؑ کا خلیفہ بننا گوارا نہیں ہے ۔ ان کو خلافت سے الگ کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش کی اور آپ سے جنگ کے لئے بڑا لشکر جمع کرلیا ۔ اور جب حضرت علیؑ کی شہادت کی خبر سنی تو سجدۂ شکر ادا کیا ۔

کیا آپ کو میرے ساتھ اہلسنت والجماعت پر تعجب نہیں ہوتا کہ جو اپنی صحاح میں یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا :

اے علی آپ سے وہی محبت رکھے گا جو مومن ہوگا
اور وہی دشمنی رکھے گا جو منافق ہوگا ۔ [۲]

اور کبھی صحاح و مسانید اور تواریخ میں تحریر کرتے ہیں کہ عائشہ

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۶۲ ، وجلد ۳ ص ۱۵۳ وجلد ۵ ص ۱۴۰

[۲] صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۱ ، صحیح ترمذی جلد ۵ ص ۳۰۶ ، سنن نسائی جلد ۸ ص ۱۱۶

امام علیؑ سے بغض رکھتی تھیں وہ آپ کے نام کو بھی سننا پسند نہیں کرتی تھیں کیا یہ بات عورت کی ماہیت پر ان لوگوں کی طرف سے گواہی نہیں ہے۔؟

اسی طرح بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا:

فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا اور جس نے مجھے غضبناک کیا اس نے خدا کو غضبناک کیا۔ ؎۱

پھر یہی بخاری روایت کرتے ہیں کہ فاطمہؑ دنیا سے کوچ کر گئیں حالانکہ وہ ابوبکر سے ناراض تھیں اور مرتے دم تک ان سے کلام نہیں کیا۔ ؎۲ کیا انکی یہ گواہی نہیں ہے کہ خدا و رسولؐ دونوں ابوبکرؓ پر غضبناک ہیں؟ یہ تو ایسی بات ہے جسے تمام عقلا سمجھتے ہیں اسی لئے تو میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ حق اس وقت آشکار ہوتا ہے جب باطل پرست اسے چھپانا چاہتے ہیں۔ امویوں کے انصار و مددگاروں نے جھوٹی حدیثیں گڑھی ہیں بے شک قرآن کے روز نزول سے قیامت تک لوگوں پر خدا کی حجت قائم رہے گی والحمد للہ رب العالمین،،

امام احمد ابن حنبل نے بیان کیا ہے کہ ابوبکر ایک مرتبہ رسولؐ کے پاس آئے اور باریاب ہونے کی اجازت طلب کی لیکن داخل ہونے سے قبل عائشہ کے چیخنے کی آواز سنی کہ جو نبیؐ سے کہہ رہی تھیں خدا کی قسم میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آپ علیؑ کو مجھ سے اور میرے والد سے زیادہ چاہتے ہیں۔ یہی کلمات عائشہ نے

؎۱ بخاری جلد ۴ ص ۲۱۰

؎۲ صحیح بخاری جلد ۵ ص ۸۲ وجلد ۸ ص ۳

تین مرتبہ دہرائے۔ ؎۱

حضرت علیؑ سے عائشہ کو اس قدر بغض تھا کہ علیؑ کو نبیؐ کے پاس ایک منٹ بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھیں اور نبیؐ سے دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکیں

ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

ایک روز رسوؐل نے حضرت علیؑ کو (اپنے) قریب بلایا آپؑ تشریف لائے اور آپؐ عائشہ کے درمیان بیٹھ گئے تو عائشہ نے کہا (علیؑ) تمھیں میرے پہلو ہی میں بیٹھنے کی جگہ ملی ہے۔

یہی معتزلی روایت کرتے ہیں کہ :

ایک روز رسوؐل اور حضرت علیؑ باہم گفتگو کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے باتوں کا سلسلہ طویل ہو گیا تو عائشہ آئیں جبکہ وہ پیچھے پیچھے آ رہی تھیں اور آپ دونوں کے درمیان حائل ہو کر کہنے لگیں : تم دونوں بہت دیر بات کر چکے۔ عائشہ کی اس حرکت پر رسوؐل کو بہت غصہ آیا۔ ؎۲

ایک مرتبہ روایت کرتے ہیں کہ : ایک مرتبہ عائشہ رسوؐل کی خدمت میں حاضر ہوئیں دیکھا کہ آپ حضرت علیؑ سے رازدارانہ گفتگو فرما رہے ہیں یہ کیفیت دیکھ کر عائشہ چیخ پڑیں اور کہا اے ابنؑ ابیطالب آخر تم میرے درپے کیوں ہو؟

؎۱ مسند احمد ابن حنبل جلد ۴ ص ۲۷۵

؎۲ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۹ ص ۱۹۵

مجھے رسولؐ کے ساتھ رہنے کا ایک وقت ملتا ہے ۔ ۔ ۔ عائشہ کی یہ بات سن کر رسولؐ غضبناک ہوئے ۔

عائشہ نے اپنے حسد اور سخت مزاجی و نوک زبان کی بنا پر رسولؐ کو کتنی ہی مرتبہ غضبناک کیا ۔

کیا رسولؐ اس مومن یا مومنہ سے خوش ہوں گے جس کا دل آپ کے ابن عم ، آپ کی عترت کے سردار کی دشمنی سے لبریز ہو کر جس کے بارے میں آپ خود فرما چکے ہیں کہ وہ خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسولؐ اسے دوست رکھتے ہیں ۔ [1] جس کے بارے میں یہ فرما چکے ہوں کہ جو علیؑ کو دوست رکھتا ہے وہ مجھے دوست رکھتا ہے اور جس نے علیؑ کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا اور جس نے مجھے غضبناک کیا اس نے خدا کو غضبناک کیا ۔ [2]

اپنے گھروں میں رہو ۔ ۔ ۔

خداوند عالم نبیؐ کی ازواج کو ان کے گھروں میں رہنے کا حکم دیتا ہے ۔ اجنبی لوگوں کی نمائش کے لئے گھروں سے نکلنے کو منع کرتا ہے انھیں قرآن پڑھنے، نماز قائم کرنے ، زکواۃ کی ادائگی اور خدا و رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے ۔

نبیؐ کی ازواج نے اس پر عمل کیا ، تمام ازواج نے خدا و رسولؐ کے حکم کی اطاعت کی ، رسولؐ نے اپنی وفات سے قبل اپنی ازواج کو اس طرح ڈرایا

---

[1] بخاری و مسلم ، فضائل علی ابن ابیطالب جلد ۷ ، ص ۱۲۰

[2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۳۰ حاکم نے بخاری و مسلم کی شرط پر اسے صحیح تسلیم کیا ہے ۔

کہ تم میں سے ایک اونٹ پر سوار ہوگی اور اس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے ۔ عائشہ کے علاوہ اس پر سب نے عمل کیا ۔ لیکن عائشہ نے ہر ایک حکم کی مخالفت کی اور انھوں نے تمام تحذیرات کا ٹھٹھا کیا ۔ مورخوں نے تحریر کیا ہے حفصہ بنت عمر بھی عائشہ کے ساتھ خروج کرنا چاہتی تھیں لیکن ان کے بھائی عبداللہ نے انھیں روکا اور آیت سنائی تو انھوں نے اپنا ارادہ بدل دیا اور نہیں گئیں ۔ لیکن عائشہ اونٹ پر سوار ہو کر چلیں اور ان پر حوأب کے کتے بھونکے ۔

طٰہٰ حسین اپنی کتاب الفتنۃ الکبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ عائشہ ایک چشمہ کی طرف سے گذریں تو وہاں کے کتے ان پر بھونکنے لگے تو عائشہ نے اس جگہ کے بارے میں معلوم کیا ان سے بتایا گیا کہ اسے حوأب کہتے ہیں یہ سن کر عائشہ بہت گھبرائیں اور کہا مجھے واپس لے چلو ، میں نے رسولؐ سے یہ فرماتے سنا ہے کہ تم میں سے کسی پر حوأب کے کتے بھونکیں گے ۔ یہ حالت دیکھ کر عبداللہ ابن زبیر آئے اور انھیں اس ارادہ سے باز رکھا اور بنی عامر کے چالیس افراد سے یہ جھوٹی گواہی دلوائی کہ یہ حوأب نہیں ہے ۔

میرا تو عقیدہ یہ ہے کہ عائشہ کی (بے جا فضیلت والی) حدیثیں بنی امیہ کے زمانہ میں اس لئے وضع کی گئیں ہیں تاکہ ان کی معصیتوں کو ہلکا کیا جا سکے ان کا گمان ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے عائشہ کو اس طرح فریب دیا کہ چالیس آدمیوں سے ان کے سامنے خدا کی قسم کھلوا کر کہلوا دیا کہ یہ حوأب نہیں ہے ۔ لہٰذا عائشہ معذور ہیں ۔ وہ ناقص العقل اور لاغر ہیں ۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس طرح کم عقل لوگوں کو اس قسم کی روایات کے بارے میں نرم کریں اور انھیں یہ بات باور کرا دیں کہ جب عائشہ حوأب کے پاس سے گذریں اور انھوں نے کتّوں کی آواز سنی تو اس جگہ کے بارے میں معلوم کیا اور بتایا گیا کہ یہ حوأب ہے تو وہ بہت گھبرائیں اور کہا

مجھے واپس لے چلو جن احمق لوگوں نے معصیت خدا کے سلسلہ میں عائشہ کے عذر کے لئے یہ روایت تراشی اور وہ حکم خدا یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں یاد وہ چاہتے ہیں کہ عائشہ نے جو حکم رسول کی مخالفت کی ہے اس کے لئے عذر تراش لیں حکم رسول یہ تھا کہ گھروں میں رہنا واجب ہے اور اونٹ پر سوار نہ ہونا یہ قضیہ دریائے حواٰب پر پہونچنے سے پہلے اور کتوں کے بھونکنے سے پہلے کا ہے ۔

کیا اہل سنت کو ام المومنین عائشہ کے لئے کوئی عذر مل سکتا ہے کہ انھوں نے ام المومنین ام سلمہ کی نصیحت پر عمل نہیں کیا تھا جس کو مورخین نے اسطرح نقل کیا ہے :

جب ام سلمہ نے عائشہ سے کہا کہ میں تمھیں اس دن کا واقعہ یاد دلاتی ہوں جب رسول آگے آگے چلے جا رہے تھے اور ہم بھی ان کے ہمراہ تھے کہ ایک مرتبہ رسول ٹاٹ کے ٹکڑے پر بیٹھ گئے اور حضرت علیؑ سے تنہائی میں گفتگو کرنے لگے اور گفتگو کا سلسلہ طویل ہو گیا تو تم نے ان پر ہجوم کرنا چاہا تو میں نے تمھیں اس سے روکا لیکن تم اس سے باز نہ آئیں اور ان کے پاس پہونچ گئیں تو تھوڑی دیر بعد روتی ہوئی واپس آئیں تو میں نے کہا کہ کیا ہوا ؟ تم نے کہا جب میں ان کے پاس پہونچی تو وہ رازدارانہ باتیں کر رہے تھے ، میں نے علیؑ سے کہا مجھے ہفتے میں رسول کے ساتھ رہنے کے لئے ایک دن ملتا ہے اور آج میری باری ہے ، اے ابن ابیطالب رسول کو چھوڑ دو ۔ پس رسول میری طرف بڑھے حالانکہ غیظ سے آپ کا چہرہ سرخ تھا ۔ کہا پچھلے پاؤں واپس چلی جاؤ ۔ خدا کی قسم جو بھی انھیں غضبناک کرتا ہے وہ

دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ میں شرمندہ ہو کر لوٹ آئی
پھر عائشہ کہتی ہیں ہاں مجھے یاد ہے۔

ام سلمہ کہتی ہیں آج میں تمھیں وہ واقعہ یاد دلاتی ہوں
جب میں اور تم رسولؐ کی خدمت میں تھیں تو رسولؐ نے فرمایا تھا
تم میں سے کوئی اونٹ پر سوار ہو گی جس پر حواب کے
کتے بھونکیں گے۔ وہ صراط مستقیم سے منحرف ہو گی۔، ہم نے کہا
اس سے ہم خدا اور رسولؐ کی پناہ چاہتے ہیں۔ تو رسولؐ نے تمھاری
پشت پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے حمیرا کہیں وہ عورت تم ہی نہ ہو۔

عائشہ نے کہا: ہاں مجھے یاد ہے پھر ام سلمہ نے کہا تمھیں کیا
وہ واقعہ بھی یاد ہے؟

جب تمھارے والد ابوبکر اور عمر آئے اور ہم دونوں پردے
کے پیچھے کھڑی ہو گئی تھیں اور وہ جس ارادہ سے آئے تھے وہ
بات شروع کی یہاں تک کہ ان دونوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم نہیں
جانتے کہ کب تک آپ کے شرف سے فیض یاب ہیں اگر آپ
ہمیں یہ بتاتے جائیں کہ آپ کے بعد کون خلیفہ ہو گا تو ہمارے
لئے آسانی ہو جاتی تو آپؐ نے ان دونوں سے فرمایا:

"مجھے معلوم ہے اس کا حقدار کون ہے لیکن اگر میں
تمھیں بتا دوں تو تم ضرور اس سے اسی طرح جدا ہو جاؤ گے جسطرح
بنی اسرائیل نے ہارون سے جدائی اختیار کر لی تھی۔،

وہ دونوں خاموش رہے اور پھر اٹھ کر چلے گئے۔
ان کے جانے کے بعد ہم رسولؐ کی خدمت میں پہونچے اور میں نے

عرض کی آپ کا ہم پر ایک سوال حق ہے، یا رسول اللہ آپ کی امت کا خلیفہ کون ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: جو جوتی ٹانک رہا ہے ہم آپؐ کے پاس آئے تو دیکھا علیؑ ہیں تو تم نے کہا: یا رسول اللہ ہم نے صرف علیؑ کو دیکھا ہے آپؐ نے فرمایا وہی ہیں،،

عائشہ کہتی ہیں: ہاں مجھے یاد ہے، اب ام سلمہ نے ان سے کہا: اے عائشہ ان تمام باتوں کے باوجود تمھیں کون سی چیز خروج پر مجبور کر رہی ہے؟ عائشہ نے کہا: میں لوگوں کی اصلاح کے لئے نکل رہی ہوں۔ [1]

پس ام سلمہ نے انھیں سخت انداز میں خروج سے منع کیا اور ان سے کہا:

اسلام کا ستون قائم ہے اسے عورتیں صدمہ نہیں پہونچا سکتیں اور اگر اس میں رخنہ پیدا ہو جائے تو عورتیں اسے صحیح نہیں کر سکتیں ایسے معاملات میں عورت کی انتہائی کوشش چشم پوشی اور اپنی عزت و آبرو کی حفاظت ہونا چاہیئے اسی طرح عائشہ نے بہت سے مخلص صحابہ کی بھی نصیحتیں نہیں سنیں۔ طبری نے اپنی تاریخ میں جاریہ ابن قدامہ سعدی سے روایت کی ہے کہ انھوں نے عائشہ سے کہا:

اے ام المومنین، قسم خدا کی قتل عثمان ابن عفان آپ کے گھر سے نکلنے اور اونٹ پر سوار ہونے سے زیادہ سنگین نہیں ہے، اس لئے کہ خدا نے آپ پر پردہ واجب کیا ہے اور

---

[1] شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ ص۷۷

عزت بخشی ہے لیکن آپ نے پردہ کو پسِ پشت ڈال دیا ہے
اور عزت کو خاک میں ملا دیا ، جو تمہاری جنگ و قتال دیکھ رہا
ہے وہ تمہارا قتل ہونا بھی دیکھے گا اگر آپ اپنی رضا سے آئی
ہیں تو واپس لوٹ جائیں ۔ اور اگر جبراً لائی گئی ہیں تو لوگوں
سے مدد طلب کیجئے ۔ [1]

کمانڈر ام المومنین

مورخین نے لکھا ہے کہ کل امور کی باگ ڈور عائشہ کے ہاتھ میں تھی جس کو چاہتی تھیں منصب و عہدہ عطا کرتی تھیں اور جس کو چاہتی تھیں منصب سے الگ کر دیتی تھیں ، انھیں کے حکم سے سب کچھ ہوتا تھا ۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ طلحہ وزبیر کے درمیان نماز کی امامت کے سلسلہ میں اختلاف ہو گیا ہر ایک چاہتا تھا کہ وہ نماز پڑھائے عائشہ نے اس میں مداخلت کی اور دونوں کو معزول کر دیا ۔ اور اپنے بھانجے عبداللہ ابن زبیر کو امامت دے دی ، یہی اپنے خطوط دے کر دوسرے شہروں میں پیغامبر بھیجتیں اور حضرت علیؑ کے خلاف ان سے مدد طلب کرتی تھیں اور ان میں جاہلیت کی حمیت کو ابھارتی تھیں ۔

یہاں تک کہ عرب کے اہل طمع اور اوباش بیس ہزار سے زیادہ کی تعداد میں حضرت علیؑ سے جنگ کرنے اور آپ کو خلافت سے الگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے ۔ عائشہ نے وہ فتنہ پیدا کیا کہ جس میں ام المومنین کی مدد و دفاع کے نام پر

---

[1] تاریخ طبری جلد ۶ ص ۴۸۲

بے شمار لوگ قتل کئے گئے، مورخین کا کہنا ہے کہ جب عائشہ کے ہوا خواہوں نے والی بصرہ عثمان ابن حنیف پر چڑھائی کی اور ان کے ساتھ چالیس بیت المال کے محافظوں کو گرفتار کر لیا تو ان کو عائشہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ عائشہ نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ پس لوگوں نے انھیں بکریوں کی طرح ذبح کر دیا۔ کہا گیا ہے کہ ان لوگوں کی تعداد ایک سو چالیس تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلے مسلمان تھے کہ جنھیں صبر کرنے کی وجہ سے قتل کیا گیا۔ [1]

شعبی نے مسلم ابن ابی بکر سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ:

> جب طلحہ و زبیر بصرہ آئے تو میں نے اپنی تلوار حمائل کر لی اور ان دونوں کی مدد کرنا چاہتا تھا پس جب میں عائشہ کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ وہ حکم چلا رہی ہیں اور کچھ باتوں سے روک رہی ہیں۔ یہاں مجھے رسولؐ کی ایک حدیث یاد آگئی جو خود میں نے آنحضرت سے سنی تھی آپ فرما رہے تھے کہ:
>
> وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس کے امور کی باگ ڈور عورت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔
>
> پس میں واپس آگیا۔

اسی طرح بخاری نے مسلم ابن ابی بکر سے روایت کی ہے ان کا قول ہے:

---

[1] تاریخ طبری جلد ۵ ص۱۷۸ شرح نہج البلاغہ جلد ۲ ص۵۰۱

جنگ جمل کے دوران مجھے ایک کلمہ کے ذریعہ فائدہ
پہونچا۔ جب رسولؐ کو یہ معلوم ہوا کہ فارس میں کسریٰ کی بیٹی
حکومت کر رہی ہے تو آپ نے فرمایا :
وہ قوم فلاح و بہبود کا منہ نہیں دیکھ سکتی جس کے
امور کی باگ ڈور عورت کے ہاتھ میں ہو۔ [1]

ایک ہی وقت میں ام المومنین عائشہ کا مضحکہ خیز اور شک آور موقف
سامنے آتا ہے کہ وہ خدا و رسولؐ کی معصیت کرتے ہوئے گھر سے نکلتی ہیں اور
صحابہ سے کہتی ہیں کہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔
وہ تعجب خیز بات یہ ہے !!
آپ اس کی وجہ جانتے ہیں ؟

ابن ابی الحدید اپنی شرح میں، اور دوسرے مورخین نے تحریر کیا ہے
کہ عائشہ نے بصرہ سے زید ابن صوحان عبدی کو ایک خط لکھا اس کا مضمون یہ تھا
یہ خط ام المومنین عائشہ بنت ابوبکر زوجۂ رسولؐ کی
طرف سے ان کے بیٹے زید ابن صوحان کے نام ہے۔
امابعد : تم اپنے گھر میں (بیٹھے) رہو اور لوگوں کو
علیؑ ابن ابیطالب کی مدد سے روکو! امید ہے کہ تمھارے بارے
میں مجھے وہی اطلاع ملے گی جسے میں دوست رکھتی ہوں ۔
کیونکہ میری اولاد میں تم معتمد ہو۔

والسلام

---

[1] صحیح بخاری جلد ۸ ص ۹۷ ، باب الفتن ، نسائی جلد ۴ ص ۳۰۵ ، مستدرک جلد ۴ ص ۵۲۵

اس مرد صالح نے انھیں وہی جواب لکھا جو ان کے شایان شان تھا۔ لکھتے ہیں۔

یہ خط زید ابن صوحان کی طرف سے عائشہ بنت ابوبکر کے نام :

امابعد : خدا نے کچھ چیزیں تم پر اور کچھ ہم پر واجب کی ہیں تمھارے اوپر گھر میں رہنا واجب ہے اور ہم پر جہاد کرنا واجب ہے۔ آپ کا خط ملا جس میں آپ نے مجھے خدا کے حکم کے خلاف عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جو خدا نے تم پر واجب کیا ہے اسے میں انجام دوں اور جو مجھ پر واجب ہے تم اس پر عمل کرو میرے نزدیک تمھاری اطاعت واجب نہیں ہے اور آپ کا یہ خط لائق جواب نہیں ہے۔

یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عائشہ نے جنگ جمل کے لشکر کی قیادت ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی قیادت کی حرص میں مبتلا تھیں اور اس کے لئے وہ طلحہ و زبیر کو حکم دیتی تھیں، عامل و حکام کو خط لکھتی تھیں اور انھیں مختلف طریقوں سے طمع دے کر مدد طلب کرتی تھیں۔

انھیں باتوں کی وجہ سے وہ اس مرتبہ پر پہونچیں اور بنی امیہ میں خوب شہرت پائی اور ان کی توجہ کا مرکز قرار پائیں۔ جو چیز ان کی عظمت و سطوت کا سبب بنی وہ ان کا حضرت علیؑ کے مقابلہ میں آجانا تھا۔ کیونکہ حضرت علیؑ کے مقابلہ میں شیر دل افراد، شہرت یافتہ پہلوان اور دلیر بھاگتے ہی نظر آتے تھے۔ لیکن عائشہ میدان میں ڈٹی رہیں۔ مدد طلب کرتی رہیں لوگوں کو گھروں سے باہر نکال دیتیں۔

. . . . اسی لئے عقلیں متحیر، مورخین میں وہ لوگ پریشان ہیں جو جنگ جمل صغریٰ میں علیؑ کی آمد سے قبل ان کے موقف کو سمجھ گئے ہیں اور جنگ جمل کبریٰ میں علیؑ کی آمد کے بعد عائشہ نے لوگوں کو کتاب خدا کی طرف دعوت دینا شروع کر دی اور اپنے اس عناد کے سبب کر جو انھیں اپنے ان بیٹوں سے تھا جو خدا و رسولؐ کے مخلص تھے جنگ کرنے پر مصر رہیں۔

نبی نے عائشہ اور ان کے فتنہ سے ڈرایا

یقیناً نبیؐ اپنے خلاف ہونے والی سازش کو بخوبی جانتے تھے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آپ جانتے تھے کہ مردوں کے خلاف عورتیں فتنہ پھیلانے میں مہارت رکھتی ہیں۔ جس طرح آپؐ کو معلوم تھا کہ عورتوں کے مکر اتنے ہی عظیم ہوتے ہیں کہ اس کے ذریعہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دیں۔ خصوصاً آپ اس بات کو پہچان چکے تھے کہ آپ کی زوجہ عائشہ اس میں غلطی سے دوچار ہوگئیں۔ کیونکہ انکی طبیعت میں آپ کے خلیفہ علیؑ کی طرف سے خصوصاً اور اہل بیتؑ کی طرف سے عموماً بغض و کینہ بھرا ہوا ہے۔ کیوں نہ ہو آپ خود اپنی زندگی میں عائشہ کو اور اہل بیتؑ سے ان کی دشمنی کو ملاحظہ فرما چکے تھے۔ اسی لئے کبھی آپ عائشہ پر غضبناک ہوتے اور کبھی آپ کے چہرۂ اقدس کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ ہر مرتبہ ہی کوشش فرماتے تھے کہ عائشہ کو یہ بات باور کرا دیں کہ علیؑ کا دوست خدا کا دوست ہے اور جو علیؑ سے بغض رکھتا ہے وہ دشمن خدا اور منافق ہے۔ لیکن افسوس یہ احادیث ان کے نفوس میں اتر گئیں جو حق کو حق صرف اپنے فائدہ کے لئے سمجھتے ہیں

اسی لئے جب رسولؐ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ بہت بڑا فتنہ ہے
جس کو خدا نے اس امت کی آزمائش و امتحان کے لئے مقرر کر دیا ہے جس طرح
گذشتہ امتوں کو آزمائش میں مبتلا کیا تھا۔ ارشاد ہے:

﴿ألم أحسب النّاس أن يتركوا أن يقولوا آمنّا
وهم لا يُفتنون﴾ عنکبوت آیت ۲

کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اس بات
پر چھوڑ دئے جائیں گے کہ یہ کہدیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔
اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا۔

یقیناً رسولؐ نے متعدد بار اپنی امت کو اس سے ڈرایا یہاں۔
تک کہ ایک روز آپ کھڑے ہوے اور عائشہ کے گھر کی طرف رخ کر کے فرمایا
یہ فتنہ گاہ ہے۔ یہاں سے اسی طرح فتنہ پھوٹے گا
جس طرح شیطان کے سینگھ نکلتے ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کے باب "ماجار فی بیوت ازواج النبیؐ"
میں نافع سے اور انھوں نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا
رسولؐ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ آپ نے عائشہ
کے گھر کی طرف اشارہ کیا اور تین مرتبہ فرمایا:

"یہاں فتنہ ہے جو شیطان کے سینگھ کی
طرح نکلے گا" [1]

اسی طرح مسلم نے اپنی صحیح میں عکرمہ ابن عمار سے اور انھوں نے

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص۱۲۶

سالم سے اور سالم نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ :

ایک روز رسولؐ عائشہ کے گھر سے نکلے اور فرمایا:

کفر کا سر یہاں ہے جو شیطان کے سینگھ کی طرح نکلے گا۔ [1]

اہلسنت کی اس توجیہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ رسولؐ کی مراد مشرق ہے یہ تو گڑھی ہوئی بات ہے کیونکہ وہ ام المومنین عائشہ کو اس تہمت سے بچانا چاہتے ہیں۔

نیز صحیح بخاری میں بیان ہوا ہے کہ:

جب طلحہ و زبیر اور عائشہ بصرہ پہونچے تو علیؑ نے، (اپنے بیٹے) حسنؑ اور عمار یاسر کو ہمارے پاس کوفہ روانہ کیا۔ یہ دونوں (حسنؑ و عمار) منبر پر گئے پس حسنؑ ابن علیؑ منبر کے سب سے اونچے زینے پر تشریف فرما ہوئے اور عمار ان سے نیچے، ہم لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے میں نے عمار یاسر کو فرماتے سنا کہ:

عائشہ بصرہ پہونچ گئیں ہیں قسم خدا کی اگرچہ وہ دنیا و آخرت میں ہمارے نبیؐ کی زوجہ ہیں لیکن خداوند تعالیٰ نے تمھیں اس میں مبتلا کر دیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ تم خدا کی اطاعت کرتے ہو یا عائشہ کی۔ [2]

اللہ اکبر: یہ خبر بھی اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ عائشہ کی اطاعت بھی معصیت ہے اور ان سے روگردانی اور ان کے خلاف قیام کرنے میں

---

[1] صحیح مسلم جلد ۸ ص ۱۸۱

[2] صحیح بخاری جلد ۸ ص ۹۷

خدا کی اطاعت ہے۔

جیسا کہ ہم اس بحث میں ملاحظہ کرتے ہیں کہ بنی امیہ کے (زرخرید) راویوں نے آخرت کا اضافہ کر دیا ہے چنانچہ کہد یا " وہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبیؐ کی زوجہ ہیں "۔ تاکہ لوگوں کو فریب دیا جا سکے کہ خدا نے ان کے تمام گناہوں کو معاف کر دیا ہے اور داخل جنت کر دیا ہے اور (اب بھی) ان کے شوہر حبیب خدا رسولؐ ہیں۔ ورنہ عمار کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ عائشہ آخرت میں بھی آپ کی زوجہ ہیں۔

یہ دوسرا حیلہ ہے کہ جو بنی امیہ کے زمانہ میں روایت گڑھنے والوں نے عائشہ کے لئے گڑھ دیا تھا۔ اور جب بھی وہ کوئی حدیث لوگوں کی زبان پر جاری دیکھتے تھے تو اس کا انکار و تکذیب نہیں کر سکتے تھے تو اس میں کسی فقرہ یا کلمہ کا اضافہ کر دیتے تھے۔ یا اس حدیث کے بعض الفاظ بدل دیتے تھے تاکہ اس حدیث کا زور ختم کر دیں یا اس کے مخصوص معنی ہی کو ختم کر دیں۔ جیسا کہ انھوں نے حدیث " انا مدینۃ العلم و علی بابھا " میں " ابو بکر اساسھا و عمر حیاطھا و عثمان سقفھا " کا اضافہ کر دیا ہے۔

یہ بات انصاف ور محقق پر مخفی نہیں ہے لہٰذا وہ ان اضافوں کو باطل قرار دیتے ہیں کہ جن سے گڑھنے والوں کی ضعیف العقلی اور احادیث نبوی کے نور حکمت سے دوری واضح ہو جاتی ہے۔

پس جب وہ اس قول کو ملاحظہ کرتے ہیں کہ ابو بکر اس کی اساس تو اس کے یہ معنی نکلتے ہیں کہ رسولؐ کا سارا علم ابو بکر کے علم سے ماخوذ ہے اور یہ کفر ہے۔ جس طرح ان کے اس قول کہ عمر اس کی دیوار ہیں کے یہ معنی ہیں کہ عمر اس شہر میں لوگوں کو داخل نہیں ہونے دیتے یعنی لوگوں کو علم حاصل نہیں کرنے دیتے

اور ان کا یہ قول کہ عثمان اسکی چھت ہیں تو یہ سرے سے باطل ہے کیونکہ کوئی شہر ایسا نہیں ہے جس میں چھت پڑی ہو اور یہ محال بھی ہے۔ جس طرح انھوں نے یہ ملاحظہ کیا کہ عمار خدا کی قسم کھا کے کہتے ہیں کہ عائشہ دنیا و آخرت میں نبیؐ کی زوجہ ہیں تو یہ غیب کی خبر ہے ورنہ عمار کو حق کہاں سے حاصل ہوا کہ وہ نامعلوم شی کے بارے میں قسم کھائیں ؟ کیا اس سلسلہ میں کتاب خدا میں کوئی آیت ہے یا یہ کوئی حدیث ہے جو رسولؐ نے عمار سے بیان فرمائی تھی ؟

پس حدیث صحیح یہ ہے کہ عائشہ بصرہ پہونچ چکی ہیں وہ تمہارے نبیؐ کی زوجہ ہیں لیکن خدا نے ان کے ذریعہ تمھیں اس لئے امتحان میں مبتلا کیا ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ تم اس کی اطاعت کرتے ہو یا وہ ۔

ہم اس بات پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں عقل سے نوازا ہے کہ جس کے ذریعہ ہم حق کو باطل سے جدا کرتے ہیں اور ہمارے لئے راستہ کو واضح کیا پھر ہمیں متعدد چیزوں میں مبتلا کیا تاکہ روز قیامت ہمارے اوپر حجت قائم ہو جائے ۔

خاتمۂ بحث

ہماری پوری گذشتہ بحث میں اہم پہلو یہ تھا کہ ام المومنین زوجۂ رسولؐ عائشہ بنت ابوبکر اہل بیت میں شمار نہیں ہوئی ہیں ۔ جن کو ہر قسم کے گناہ سے محفوظ رکھا اور ہر رجس سے پاک رکھا ہے وہ معصوم ہیں ۔

عائشہ کے بارے میں اتنا ہی کافی ہے کہ انھوں نے اپنی عمر کے آخری ایام بہت ہی حسرت و یاس اور ندامت میں گذارے ہیں ۔ اپنے

اعمال یاد کرتی ہیں تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ شاید خدا ان کے گناہوں کو بخش دے، کیونکہ اپنے بندوں کے راز سے فقط وہی واقف ہے، وہی ان کی نیتوں سے باخبر ہے، وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے۔ اور سینہ میں مخفی بھید سے واقف ہے، زمین و آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے ہم میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ہم اس کی کسی مخلوق کے بارے میں جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ کریں، اس کا اختیار تو خدا ہی کو ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

﴿لِلَّه ما في السماوات وما في الأرض وإن
تُبدوا ما في أنفسكم أو تخفوه يحاسِبْكم به الله فيغفر
لمن يشاءُ ويعذِّبُ من يشاء والله على كل شيء قدير﴾

بقرہ، ۲۸۴

اللہ ہی کے لئے زمین و آسمان کی کل کائنات ہے
تم اپنے دل کی باتوں کا اظہار کرو یا ان پر پردہ ڈال دو وہ سب
کا حساب لے گا، وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس پر چاہے
گا عذاب کرے گا۔ اور خدا ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

اس لحاظ سے ہمارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم ان کی شخصیت کو گرائیں یا ان پر لعنت کریں لیکن ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ہم ان کی اقتدا نہ کریں اور ان کے اعمال کو اچھا نہ سمجھیں بلکہ ان ہی حقیقت کی وضاحت کے پیش نظر لوگوں کے درمیان بیان کریں، ممکن ہے اس سے انھیں حق کی ہدایت ملے۔

امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

لا تکونوا سبّابین ولا لعّانین ولکن قولوا:
کان من فعلهم کذا وکذا لتکون ابلغ فی الحجۃ:

سب وشتم اور لعن وطعن کرنے والے نہ بن جاؤ
لیکن اتنا بہر حال کہو کہ ان کے کارنامے یہ ہیں۔ تاکہ حجت
تمام ہو جائے۔

اہل بیتؑ کے متعلق اہل ذکر کا نظریہ

سردار عترت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:۔

تاللهِ لقد عَلِمتُ تبليغ الرسالاتِ، وإتمامَ العِدَاتِ وتمامَ الكلماتِ وعندنا أهلَ البيتِ أبوابُ الحِكَم وضياء الأمْرِ [1]

خدا کی قسم مجھے پیغاموں کے پہونچانے وعدوں کے پورا کرنے اور آیتوں کی صحیح تاویل بیان کرنے کا خوب علم ہے ہم اہل بیت نبوت وہ ہیں جن کے پاس علم ومعرفت کا خزانہ ہے اور شریعت کی روشن راہیں ہیں۔

أين الذين زعموا أنهم الرّاسخون في العلم دوننا، كذباً وبغياً علينا ان رفعنا الله ووضعهم، وأعطانا وحرمهم،وأدخلنا وأخرجهم، بنا يستعطى الهُدى ويُستجلى العمى، إنَّ الأئمة من قريش غُرسوا في هذا البطن من هاشم لاَ تصلح عَلى سواهم ولا تصلح الولاّة من غيرهم

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۱۸

کہاں ہیں وہ افراد جو جھوٹے ہیں ہم پر ستم روا رکھے ہوئے ہیں، وہ دعویدار علم و حکمت ہیں جبکہ راسخون فی العلم ہم ہیں اللہ نے ہمیں بلند کیا ہے اور انھیں پست قرار دیا ہے ہمیں منصب امامت سے سرفراز کیا ہے اور انھیں محروم رکھا ہے ہم وہ ہیں جن سے ہدایت کے متلاشی ہدایت حاصل کر سکتے ہیں اور گمراہی و تاریکی دور کی جا سکتی ہے، بلاشبہ امام قبیلۂ قریش ہی سے ہوں گے جو اسی قبیلہ کی ایک شاخ قبیلۂ بنی ہاشم ہے جن کے صلب سے امام یکے بعد دیگرے ظاہر ہوں گے امامت وہ منصب جلیلہ ہے جو کسی کو زیب نہیں دیتی ہے اور نہ ان کے علاوہ کوئی اس کا اہل ہو سکتا ہے ۔ [1]

نحنُ الشّعارُ والأصحابُ، والخزنَة والأبوابُ، لَا تُؤْتَى البيوتُ إلَّا من أبوابها فمن أتاها من غير أبوابها سمّي سارقاً. ثم يذكر أهل البيت فيقول: فيهم كرائمُ القرآن، وهم كنوزِ الرحمٰن، إن نطقوا صدقوا، وإنِ صمتوا لم يُسبقُوا [2]

ہم اہل بیت علیہ السلام رسولؐ کے قرابتدار اور اصحاب خاص اور مخزن نبوت و باب العلم ہیں ۔ جو شخص کسی گھر میں داخل ہونا چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ دروازہ سے آئے جو دروازہ کو چھوڑ کر

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۴۲

[2] " " نمبر ۱۵۲

کسی اور راہ سے داخل ہو وہ چور کہلائے گا، اہل بیت وہ ہیں جن کے بارے میں قرآن کی بے شمار آیتیں اتری ہیں اور وہ اللہ کے خزینے ہیں، اگر یہ بولتے ہیں تو سچ اور خاموش رہتے ہیں تو کسی کو بولنے کا حق نہیں۔

هُم عَيشُ العِلْم وموتُ الجَهلِ، يُخبِرُكم حِلمهم عن علمهم، وصَمتُهُم عن حِكَم منطقِهم، لَا يُخَالفونَ الحقَّ ولَا يختلفونَ فيه، هُمْ دعائمُ الإسلامِ وولائجُ الإعتصامِ، بهم عَادَ الحقُّ في نِصابِهِ، وانزاح الباطِلُ عن مُقامِهِ وانقطعَ لسانُه عن منبتهِ عَقلوا الدِّينَ عقلَ وعايةٍ ورعايةٍ، لا عقلَ سمَاعٍ وروايةٍ، فإنّ رواة العلم كثيرٌ ورُعاتُه قليلٌ [1]

اہل بیت علم کے لئے باعث حیات اور جہالت کے لئے سبب مرگ ہیں ان کا حلم ان کے علم کا، ان کا ظاہر ان کے باطن کا اور ان کی خاموشی ان کے کلام کی حکمتوں کا پتہ دیتی ہے۔ وہ نہ تو حق کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور نہ اس میں اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ وہ اسلام کے ستون اور محافظت کے ذمہ دار ہیں ان کی وجہ سے حق اپنی جگہ پلٹ آیا اور باطل اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور اس کی زبان اس کی جڑ سے کٹ گئی، انھوں نے دین کو سمجھ کر

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۳۶

اور اُس پر عمل کر کے پہچانا نہ کہ روایت و سماعت سے جانا۔
یوں تو علم کے راوی بہت ہیں مگر اُس پر عمل پیرا ہو کر نگہداشت
کرنے والے کم ہیں۔

عِتْرَتُه خيرُ العترْ وأسرتُه خيرُ الأسرْ وشجرتُهُ
خير الشّجر نبتت في حرم وبسقتْ في كرم لها
فروع طوال وثمرة لا تُنال. [1]

نحنُ شجرةُ النّبوة، ومحطّ الرسالة،
ومختلف الملائكة، ومعادن العلم، وينابيع
الحِكم، ناظرنا ومُحبّنا ينتظر الرحمة، وعدوّنا
ومبغضنا ينتظر السطوة [2]

رسُول مقبول کی عترت بہترین عترت ہے اور سیرت
بہترین سیرت ہے۔ شجرۂ نبوت بہترین شجرہ ہے اور ایسا شجرہ
ہے جو سرزمین حرم پر اگا اور بزرگی کے سائے میں بڑھا اُس
کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے باہر ہیں۔

ہم اہل بیت، نبوت کے درخت، رسالت کی
قیام گاہ، ملائکہ کی فرود گاہ، علم کا معدن، اور حکمت کے سرچشمہ
ہیں، ہماری نصرت کرنے والا رحمت کے لئے چشم براہ ہے
اور ہم سے دشمنی و عناد رکھنے والے کو قہر الٰہی کا منتظر رہنا چاہیئے

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۹۴
[2] " " نمبر ۱۰۷

نحن النجباء، وأفراطنا أفراط الأنبياء،
وحزبنا حزب الله عز وجلّ، والفئة الباغية حزب
الشيطان، ومن سوّى بيننا وبين عدوّنا فليس منّا.
فأين تذهبون وأنّى تؤفكون؟ والأعلام
قائمةٌ والآياتُ واضحةٌ، والمنارُ منصوبةٌ فأين يُتاهُ
بكم، بل كيف تعمهون وبينكم عترةُ نبيكم وهم
أزمّة الحقّ، وأعلام الدّين، وألسنةُ الصّدق،
فأنزلوهم بأحسن منازل القرآن ورِدُوهم ورود
الهيم العطاش. [1]

أيها الناس خذوها من خاتم النبيين صلّى الله
عليه وآله وسلّم: إنّه يموتُ من ماتَ منّا وليس
بميّتٍ، ويبلى من بلي منّا وليس ببال، فلا تقولوا
بما لاَ تعرفون فإنّ أكثر الحقّ فيما تنكرون،
واعذروا من لاَ حجة لكم عليهوأنا هو، ألم أعمل
فيكم بالثقل الأكبر، وأترك فيكم الثقل الأصغر
وركزتُ فيكم راية الإيمان [2]

ہم اشراف قریش ہیں ہماری بلندی انبیاء کی بلندی
ہے ہمارا گروہ اللہ کا گروہ ہے اور فتنہ پروروں کا گروہ شیطان

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۸۵
[2] " " نمبر ۸۵

کا گردہ ہے۔

اے لوگو تم کہاں جارہے ہو اور تمھیں کدھر موڑا جا رہا ہے جبکہ ہدایت کے بلند نشانات ظاہر و روشن اور حق کے مینار نصب ہیں اور تمھیں کہاں بہکایا جارہا ہے اور تم ہوکر ادھر ادھر بھٹک رہے ہو جبکہ تمھارے نبی کی عترت تمھارے درمیان موجود ہے، وہ حق کی باگیں دین کے پرچم اور سچائی کی زبانیں ہیں، پس تم لوگ قرآن کی تنزیل کو اچھی طرح سمجھ لیتے ہو۔ لوگوں کو ہی ان کے پاس پیاسے اونٹوں کی طرح انکے سرچشمۂ ہدایت پر لے آؤ۔

اے لوگو! حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے اس ارشاد کو سنو کہ آپ نے ایک موقع پر فرمایا: ہم میں جو مرجاتا ہے وہ مردہ نہیں ہے، ہم میں سے بظاہر مردہ ہوکر بوسیدہ ہو جاتا ہے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ وہ کبھی بوسیدہ نہیں ہوتا ہے جو باتیں تم نہیں جانتے ہو ان کے متعلق زبان سے کچھ نہ نکالو اس لئے کہ حق کا بیشتر حصہ انہیں چیزوں میں ہوتا ہے جن سے تم بیگانہ و ناآشنا ہو جس شخص کی حجت تم پر تمام ہو اور تمھاری حجت کوئی اس پر تمام نہ ہو اس کو معذور سمجھو اور وہ میں ہوں۔ کیا میں تمھارے سامنے ثقل اکبر (قرآن) پر عمل نہیں کیا اور ثقل اصغر (اہل بیت) کو تم میں نہیں رکھا۔

أنظروا أهل بيت نبيّكم فالزموا سمتهم واتبعوا أثرهم فلن يخرجوكم من هدى، ولن يعيدوكم في ردى، فإن لبدوا فالبدوا، وإن نهضوا فانهضوا، ولا تسبقوهم فتضلّوا، ولا تتأخروا عنهم فتهلكوا

اپنے نبی کی ذریت یعنی اہل بیت کی سیرت پر چلو اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرو وہ تمہیں کبھی ہدایت سے باہر نہیں ہونے دیں گے اور نہ گمراہی و ہلاکت کی طرف جانے دیں گے، اگر وہ کہیں ٹھہریں تو تم بھی ٹھہر جاؤ اگر وہ اٹھیں تو تم بھی اٹھ کھڑے ہو، ان سے آگے نہ بڑھ جاؤ ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور نہ انھیں چھوڑ کر پیچھے رہ جاؤ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔ [۱]

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے یہ ارشادات خصوصاً اہل بیتؑ طاہرینؑ سے متعلق ہیں کہ جن سے اللہ نے رجس و کثافت سے ایسے پاک رکھا ہے جو حق ہے۔

اگر ہم ان کی اولاد میں سے ہونے والے ان ائمہ کے اقوال کی چھان بین کرتے کہ جنھوں نے لوگوں کے درمیان خطبے دیئے ہیں۔ جیسے امام حسنؑ اور امام حسینؑ، زین العابدینؑ، و جعفر صادقؑ، اور امام علی رضا علیہم السلام تو ہمیں بالکل وہی کلام ملتا جو آپ (علیؑ) کا ہے۔ اور وہ انھیں باتوں کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ملتے جن کی طرف آپ اشارہ فرما چکے ہیں اور ہر زمانہ اور

---

[۱] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۹۵

ہر جگہ کتاب خدا اور عترت رسولؐ کی طرف لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں تاکہ انھیں گمراہی سے نکال کر راہ ہدایت پر گامزن کر دیں۔

یہاں میں اس بات کا اور اضافہ کر دوں کہ عصمت اہلبیت پر تاریخ بہترین گواہ ہے، ان کا علم و تقویٰ اور زہد و ورع، جود و کرم و بردباری و عفو و بخشش اور وہ تمام افعال جسے خدا اور رسولؐ دوست رکھتے ہیں تاریخ کے دامن میں محفوظ ہیں۔

اسی طرح تاریخ اس بات پر بھی بہترین شاہد ہے کہ اس امت میں سے صوفی اور شیخ طریقت میں سے بعض افراد اور مذاہب کے پیشوا موجودہ اور گذشتہ زمانہ کے صالح علما، سب کو اہل بیت کی افضلیت کا اعتراف ہے اور علم و عمل کے لحاظ سے انھیں سب سے بلند قرار دیتے ہیں نیز رسولؐ کے مخصوص قرابتدار کہتے ہیں۔

ان تمام باتوں کے باوجود ایک مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اہل بیت کہ جن سے خدا نے رجس کو دور رکھا اور انھیں اس طرح پاک رکھا جو حق ہے۔ جنھیں رسولؐ نے کسا کے نیچے جمع کیا ان میں نبیؐ کی ازواج کا اضافہ کرے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ بخاری و مسلم و ترمذی، امام احمد اور نسائی نے اپنی اپنی صحاح اور مسانید میں احادیث فضائل نقل کرتے وقت اہل بیت کو ازواج نبیؐ سے علیحدہ طور پر بیان کیا ہے۔

جیسا کہ صحیح مسلم میں باب فضائل علی ابن ابیطالب میں بیان

۱؎ صحیح بخاری جلد ۷، ص ۱۳۰

ہوا ہے کہ زید ابن ارقم نے رسولؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

آگاہ ہو جاؤ میں تمھارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑنے والا ہوں۔ ایک کتاب خدا کہ جو حبل اللہ ہے جس نے اس کی پیروی کی اس نے ہدایت پائی اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہ ہوا۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

میں اپنے اہل بیتؑ کے بارے میں تمھیں خدا کی یاد دلاتا ہوں میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمھیں خدا کی یاد دلاتا ہوں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں خدا کی یاد دلاتا ہوں۔

ہم نے کہا کیا آپ کے اہل بیتؑ میں آپ کی ازواج بھی ہیں؟ فرمایا: نہیں خدا کی قسم عورت مرد کے ساتھ ایک زمانہ تک رہتی ہے جب وہ اسے طلاق دے دیتا ہے تو وہ اپنے ماں باپ کی طرف پلٹ جاتی ہے۔ ان کے اہل بیت انکے خاندان والے وہ لوگ ہیں جن پر آپؐ کے بعد صدقہ حرام ہے۔[۱]

اسی طرح بخاری و مسلم میں نزول آیۂ تیمم کے واقعہ کے ذیل میں یہ شہادت بھی ملتی ہے کہ عائشہ ابوبکر کی اولاد میں نبیؐ کی آل سے نہیں ہیں۔[۲]

پس ان کینہ پروروں کو جن کی کوشش فتنہ پردازی اور ٹھوس حقائق کو پامال کرنا ہے انھیں اس بات پر اصرار کیوں ہے؟

۱۔ صحیح بخاری جلد ر، ص ۱۲۳ باب فضائل علی ابن ابیطالب

۲۔ ” بخاری جلد ۱ ص ۸۶، مسلم جلد ۱ ص ۱۹۰

وہ شیعوں پر فقط اس لئے سب و شتم کرتے ہیں کہ شیعہ ام المومنین (عائشہ) کو اتنی فضیلت نہیں دیتے ہیں (اگر برا بھلا کہنے کا بھی معیار ہے تو) اپنی صحاح اور اپنے ان علماء کو کیوں برا نہیں کہتے جنھوں نے ازواج نبیؐ کو اہل بیت کے زمرہ سے نکالا ہے۔

﴿يا أيها الذين آمنوا اتّقوا الله وقولوا قولاً سديداً، يُصلح لكم أعْمَالكم ويغفر لكم ذنوبكُمْ ومن يطع الله ورسولَهُ فقد فازَ فوزاً عظيماً﴾

احزاب، آیت ۷۱

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو تاکہ وہ تمھارے اعمال کی اصلاح کر دے اور تمھارے گناہوں کو بخش دے اور جو بھی خدا اور اس کے رسوؐل کی اطاعت کرے گا وہ عظیم کامیابی کے درجہ پر فائز ہوگا۔

چوتھی فصل

عام صحابہ سے متعلق

بے شک تمام شرعی احکام اور اسلامی عقائد ہم تک صحابہ کے ذریعہ پہونچے ہیں اور کوئی بھی اس بات کا دعویدار نہیں ہے کہ وہ کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے ذریعہ خدا کی عبادت نہیں کرتا ہے اور ان دونوں بنیادی مصدروں تک دنیا کے ہر مسلمان کی رسائی کا ذریعہ صحابہ ہی ہیں۔

چونکہ رسولؐ کے بعد صحابہ کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا اور وہ متفرق ہوگئے اور ایک دوسرے پر سب و شتم اور لعنت و مذمت کرنے لگے یہاں تک کہ بعض نے بعض کو قتل کردیا اس حالت کے ہوتے ہوئے ان سے بغیر چھان بین کے احکام حاصل کرنا ممکن نہیں ہے اور اسی طرح ان کے حالات کا مطالعہ کئے بغیر اور ان کی تاریخ پڑھے بغیر کہ حیات نبیؐ اور بعد نبیؐ ان کے کیا کارنامے تھے ان کے حق میں یا ان کے خلاف حکم لگانا ممکن نہیں ہے ہم حق کو باطل سے اور مومن

کو منافق سے جدا کرتے ہیں اور پلٹ جانے والوں سے شکر گذاروں کو پہچانتے ہیں۔

جبکہ تمام اہلسنت اس بات کو اہمیت نہیں دیتے ہیں اور صحابہ پر تنقید و تبصرہ کرنے کو شدت سے منع کرتے ہیں اور ان پر بلا استثنا ایسے ہی درود بھیجتے ہیں جیسے محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجتے ہیں۔

اہلسنت والجماعت سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا صحابہ پر تنقید و جرح کرنے سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ یا اس سے کتاب (خدا) و سنت (رسولؐ) کی مخالفت لازم آتی ہے؟

اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے مجھے حیات نبیؐ اور حیات نبیؐ کے بعد بعض صحابہ کے اعمال و اقوال پیش کرنا پڑیں گے۔ اس کا جواب ہمیں علمائے اہلسنت کی صحاح و مسانید اور تواریخ سے بھی مل جائے گا۔ اس سلسلہ میں شیعوں کی کتابوں کا تذکرہ ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ بعض صحابہ کے بارے میں شیعوں کا موقف شہرت یافتہ ہے پھر یہ بات زیادہ توضیح کی محتاج بھی نہیں ہے۔

میں تمام شبہات کو رفع کئے دیتا ہوں تاکہ مد مقابل کے لئے کوئی حجت باقی نہ رہے جس سے وہ میرے اوپر احتجاج کرے۔ واضح رہے کہ اس فصل میں ہم جہاں بھی صحابہ کے متعلق گفتگو کریں گے اس سے تمام صحابہ مراد نہیں ہیں۔ بلکہ بعض صحابہ مراد ہیں۔ ظاہر ہے کہ بعض میں کبھی اکثریت ہوتی ہے اور کبھی اقلیت ۔ اس چیز کو تو ہم بحث ہی سے سمجھ پائیں گے اس لئے کہ فتنہ پرور ہمارے اوپر اتہام لگاتے ہیں کہ ہم صحابہ کے خلاف ہیں، ہم صحابہ پر سب و شتم کرتے ہیں۔ اس طرح وہ سامعین کو بھڑکاتے ہیں اور تحقیق کرنے والوں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ جبکہ ہم صحابہ کو سب و شتم سے پاک سمجھتے ہیں۔

اور ہم ان صحابہ کی خوشنودی کے خواہاں ہیں جنھیں قرآن میں شاکرین کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ہاں جو لوگ نبیؐ کے بعد اپنے پچھلے پاؤں لوٹ گئے اور مرتد ہوگئے اور اکثر مسلمانوں کی گمراہی کا سبب بنے، ان پر تبرا کرتے ہیں، ان پر ہم سب لعن طعن کرتے ہیں، ہم تو صرف ان کے افعال کو منکشف کرتے ہیں جنھیں مورخین و محدثین نے بیان کیا ہے تاکہ تحقیق کرنے والے کے لئے حق روشن ہو جائے یہ بھی ہمارے سنی بھائیوں کو برا لگتا ہے۔ اور وہ اسے سب وشتم کا نام دیتے ہیں۔

جب قرآن مجید نے حق بیان کرنے میں تامل سے کام نہیں لیا بلکہ اسی نے ہمارے لئے یہ دروازہ وا کیا ہے اور اسی نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ صحابہ میں سے کچھ منافقین، فاسقین، ظالمین، مکذبین، مشرکین اور کفر کی طرف پلٹ جانے والے تھے اور خدا اور رسولؐ کو اذیت دینے والے تھے۔

جب رسولؐ کہ جو اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتے اور خدا کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہیں کرتے انھوں نے ہمارے لئے تبرے کا باب کھولا ہے اور انھوں نے ہمیں یہ خبر دی کہ صحابہ میں مرتدین، مارقین، ناکثین، قاسطین اور انھیں میں سے وہ شخص بھی ہے جو جہنم میں داخل ہوگا اور صحابیت اسے کچھ فائدہ نہ پہونچائے گی بلکہ یہ صحبت (رسولؐ) اس پر حجت ہو جائے گی جو اس کے عذاب میں اضافہ کا سبب بنے گی۔

اس کے باوجود ہم ان سے بیزاری اختیار نہ کریں جبکہ قرآن مجید اور سنت رسولؐ اس کی شہادت دے رہی ہے اہلسنت صحابہ پر تنقید کرنے سے اس لئے منع کرتے ہیں تاکہ حق آشکار نہ ہونے پائے اور مسلمانوں کو اس کی معرفت نہ ہونے پائے کہ وہ اولیائے خدا سے محبت اور دشمن خدا و رسولؐ سے نفرت کرنے لگیں۔

ایک روز میں تیونس کے دار الحکومت کی بڑی مسجد میں (نماز پڑھنے کے لئے) گیا فریضہ کی ادائیگی کے بعد امام صاحب نمازیوں کے درمیان بیٹھے اور صحابہ پر سب وشتم کرنے والے لوگوں کو برا بھلا کہنے اور انھیں کافر ثابت کرنے لگے۔ انھوں نے اپنی بحث کو طول دیتے ہوئے کہا:

ان لوگوں سے ہوشیار رہو جو حق کی معرفت اور علمی بحث کے دعووں کے پردے میں صحابہ کی عزت سے کھیلتے ہیں، ان پر خدا اور رسولؐ و ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہو۔ وہ لوگوں کو ان کے دین کے بارے میں شکوک کرنا چاہتے ہیں جبکہ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ:

"جب میرے صحابی کے بارے میں
تمھارے پاس کوئی غلط خبر پہونچے تو تم
خاموش رہنا اس لئے کہ اگر تم (کوہ)
احد کے برابر سونے کا انفاق کروگے
تب بھی (ان کی عظمت کے) دسویں
حصہ کے برابر تمھیں عظمت نہیں ملے گی"

شیعت کی طرف مائل میرے ایک ساتھی نے اس کی بات کا سلسلہ یہ کہتے ہوئے منقطع کر دیا کہ یہ حدیث جھوٹی ہے اور رسولؐ کی طرف اس کی نسبت دینا غلط ہے۔

میرے ساتھی کی اس بات سے پیش امام اور بعض حاضرینِ مسجد آپے سے باہر ہوگئے اور پیشانیوں پر بل ڈال کر ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے نرمی اختیار کی اور پیش امام سے کہا: میرے سید و سردار شیخ جلیل اس

مسلمان کی کیا تقصیر ہے جو قرآن مجید میں اس آیت کی تلاوت کرتا ہے :

﴿وما محمّد إلّا رسولٌ قد خلتْ من قبله الرسل أفإن مات أو قتل إنقلبتم على أعقابكم، ومن ينقلب على عقبيه فلن يضرّ الله شيئاً وسيجزي الله الشاكرين﴾ آل عمران آیت ر۱۴۴

اور محمد تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل ہو جائیں تو تم الٹے پیروں پلٹ جاؤ گے، تو جو بھی ایسا کرے گا وہ خدا کا کوئی نقصان نہیں کرے گا اور خدا تو عنقریب شکر گذاروں کو ان کی جزا دے گا۔

اور اس مسلمان کا کیا گناہ ہے جو صحیح بخاری و مسلم میں اپنے صحابہ سے متعلق رسول کا یہ قول دیکھتا ہے۔

قیامت کے دن تمھیں شمال کی طرف لے جایا جائے گا تو میں پوچھوں گا کہ کہاں ؟ جواب ملے گا جہنم میں ۔ خدا کی قسم میں پھر کہوں گا : پروردگارا یہ میرے صحابی ہیں، جواب دیا جائے گا تمھیں نہیں معلوم انھوں نے تمہارے بعد کیا کیا، یہ کافر ہی رہے، تو میں کہوں گا خدا غارت کرے ان کو کہ جنھوں نے میرے بعد شریعت بدلی، اور میں مخلصین کو بہت کم پاتا ہوں۔

وہ سب میری طرف کان لگائے خاموشی کے عالم میں میری بات سن رہے تھے، بعض افراد نے مجھ سے معلوم کیا، کیا آپ وثوق کے ساتھ

کہہ رہے ہیں کہ یہ روایت بخاری میں موجود ہے؟ میں نے جواب دیا جی ہاں میں اتنے ہی یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں جیسا مجھے خدا کے واحد ہونے اور اس کے شریک نہ ہونے کا یقین ہے۔ اور اس بات کا یقین ہے محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔

جب پیش امام صاحب نے دیکھا کہ میرے احادیث بیان کرنے سے لوگوں پر اثر ہو رہا ہے تو انھوں نے کہا: ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ فتنہ دبا ہوا ہے خدا اس پر لعنت کرے جو اسے بھڑکائے۔

میں نے کہا: حضور فتنہ بھڑکا ہوا ہے دبا نہیں ہے۔ لیکن ہم سو رہے ہیں۔ ہم میں سے حق کی معرفت کے لئے جو بیدار ہو جاتا ہے۔ اور آنکھیں کھول لیتا ہے تو آپ اس پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ یہ فتنہ کو ہوا دے رہا ہے۔ بہر حال تمام مسلمانوں کی یہی خواہش ہے کہ وہ کتاب خدا اور سنت رسول کا اتباع کریں وہ ہمارے ان بزرگوں کا اتباع نہیں کرنا چاہتے جو معاویہ و یزید اور ابن عاص سے راضی ہو گئے۔

میری بات کو امام نے یہ کہتے ہوئے کاٹ دیا کہ کیا تم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، کاتب وحی سے راضی نہیں ہو؟ میں نے کہا اس موضوع کی شرح بہت طویل ہے اگر اس سلسلہ میں آپ میرا نظریہ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو اپنی کتاب "ثم اهتديت" ہدیہ کرتا ہوں شاید وہ آپ کو گہری نیند سے بیدار کر دے اور آپ کی آنکھوں کے سامنے بعض حقائق کو آشکار کر دے۔ پیش امام صاحب نے تردد کے ساتھ میری بات اور ہدیہ قبول کر لیا۔ لیکن ایک ماہ کے بعد انھوں نے مجھے بہترین خط لکھا اور اس میں تحریر فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے صراط مستقیم کی ہدایت فرمائی اور ولایت اہل بیت علیہم السلام کو آشکار کیا۔ میں نے ان سے اس

خط کو ثم اهتدیت کے تیسرے ایڈیشن میں شایع کرنے کی اجازت طلب کی کیونکہ اس میں مودۃ کے معنی اس روح باصفا کا تذکرہ تھا کہ جس نے حق پہچانتے ہی اپنالیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ اکثر اہلسنت حقائق کی طرف مائل تو ہیں بس پردہ ہٹنے کی دیر ہے لیکن انھوں نے تحریر فرمایا کہ اس خط کو مخفی رکھا جائے شائع نہ کیا جائے کیونکہ پیش امام صاحب کو اپنے مقتدیوں کو مطمئن و قانع کرنے کے لیئے خاصا وقت چاہیئے ، ان کی تعبیر کے مطابق ان کی کوشش بھی یہی ہے کہ ان کی دعوت (حق) بغیر کسی ہرج و مرج کے مکمل ہو جائے

ہم اپنے مضمون کی طرف پلٹتے ہیں ۔ گفتگو صحابہ کے متعلق ہو رہی تھی تاکہ ہم اس تلخ حقیقت کا انکشاف کریں جسے قرآن مجید اور سنت رسول نے بیان کیا ہے ۔

اس کا آغاز ہم کلام خدا سے کرتے ہیں کیونکہ اس میں کسی طرف سے بھی باطل داخل نہیں ہو سکتا ہے پس وہ قول فیصل اور صحیح حکم ہے بعض صحابہ کے بارے میں خداوند عالم کا ارشاد ہے :

﴿ومن أهل المدينة مردوا على النّفاق لا تعلمهم، نحن نعلمهم سنعذّبهم مرتين ثم يردّون إلى عذابٍ عظيم﴾ توبہ/آیت /۱۰۱

اہل مدینہ میں وہ بھی ہیں جو نفاق میں ماہر اور سرکش ہیں تم ان کو نہیں جانتے لیکن ہم خوب جانتے ہیں عنقریب ہم ان پر دہرا عذاب کریں گے اور پھر یہ عظیم عذاب کی طرف پلٹا دیئے جائیں گے ۔

﴿يحلفون بالله ما قالوا، ولقد قالوا كلمة

الكفر، وكفروا بعد إسلامهم وهمّوا بما لم ينالوا﴾

یہ اپنی باتوں پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ایسا نہیں کیا حالانکہ انھوں نے کلمۂ کفر کہا ہے اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں انھوں نے وہ ارادہ کیا جو حاصل نہ کر سکے۔ توبہ ۷۴

﴿ومنهم من عاهد الله لئن أتانا من فضله لنصدّقنّ ولنكوننّ من الصّالحين فلما أتاهم من فضله بخلوا به وتولّوا وهم معرضون، فأعقبهم نفاقاً في قلوبهم إلى يوم يلقونه بما أخلفوا الله ما وعدوه وبما كانوا يكذبون﴾ توبہ آیت ۷۷

ان میں وہی ہیں جنھوں نے اپنے خدا سے عہد کیا کہ اگر وہ اپنے فضل وکرم سے کچھ عطا کر دے گا تو اس کی راہ میں صدقہ دیں گے اور نیک بندوں میں شامل ہو جائیں گے جب خدا نے اپنے فضل سے عطا کر دیا تو بخل سے کام لیا اور کنارہ کش ہو کر پلٹ گئے تو ان کے بخل نے ان کے دلوں میں نفاق راسخ کر دیا اس دن تک کے لئے جب یہ خدا سے ملاقات کریں گے کیونکہ انھوں نے خدا سے کئے ہوئے وعدہ کی مخالفت کی ہے اور جھوٹ بولے ہیں۔

﴿الأعرابُ أشدّ كفراً ونفاقاً وأجدرُ ألّا يعلموا حدودَ ما أنزل الله على رسوله والله عليم حكيم﴾

یہ دیہاتی کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور اسی قابل ہیں کہ جو کتاب خدا نے اپنے رسول پر نازل کی ہے

اس کے حدود اور احکام کو نہ پہچانیں اور اللہ خوب جاننے والا اور صاحب حکمت ہے۔ توبہ/آیت/۹۷

﴿ومن الناس من يقول آمنّا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين يخادعون الله والذين آمنوا وما يخدعون إلاّ أنفسهم وما يشعرون، في قلوبهم مرض فزادهم الله مرضاً ولهم عذابٌ أليم بما كانوا يكذبون﴾

کچھ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا اور آخرت پر ایمان لے آئے حالانکہ وہ صاحب ایمان نہیں ہیں یہ خدا اور صاحبان ایمان کو دھوکا دینا چاہتے ہیں حالانکہ اپنے ہی کو دھوکا دیتے رہتے ہیں اور اس کو سمجھتے بھی نہیں ہیں ان کے دلوں میں بیماری ہے جس کو خدا نے نفاق کی بنا پر اور بڑھا دیا ہے اب اس جھوٹ کے عوض میں انھیں دردناک عذاب ملے گا۔

* ﴿إذا جاءك المنافقون قالوا نشهد إنّك لرسول الله، والله يعلَمُ إنّك لرسولُه والله يشهد إنّ المنافقين لكاذبون، إتّخذوا أيمانهم جُنّة فصدّوا عن سبيل الله إنّهم ساء ما كانوا يعملون، ذلك بأنهم آمنوا ثم كفروا فطُبع على قلوبهم فهم لاَ يفقهون﴾

(اے میرے پیغمبر یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ ہی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین اپنے دعوی میں جھوٹے ہیں انھوں نے اپنی قسموں کو

سپر بنالیا ہے اور لوگوں کو راہ خدا سے روک رہے ہیں یہ ان کے بدترین اعمال ہیں کہ جو یہ انجام دے رہے ہیں یہ اس لئے ہے کہ یہ پہلے ایمان لائے پھر کافر ہوگئے تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی تو اب کچھ نہیں سمجھ رہے ہیں۔ منافقون آیت ۲

﴿ألم تر إلى الذينَ يزعمُون أنّهم آمنوا بما أُنزل إليك وما أنزل من قبلك يريدون أنْ يتحاكموا إلى الطّاغوت وقد أُمرُوا أن يكفروا به، ويريد الشيطان أن يُضلّهم ضلاَلاً بعيداً، وإذا قيل لهم تعالوا إلى ما أنزلَ الله وإلى الرسول رأيتَ المنافقين يصدّون عنك صدوداً، فكيف إذا أصابتهم مصيبة بما قدّمتْ أيديهم ثم جاؤوكَ يحلفون بالله إن أردنا إلاّ إحساناً وتوفيقاً﴾

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا خیال یہ ہے کہ وہ آپ پر اور آپ کے پہلے نازل ہونے والی چیزوں پر ایمان لے آئے ہیں اور پھر یہ چاہتے ہیں کہ سرکش لوگوں کے پاس فیصلہ کرائیں جبکہ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں اور شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں گمراہی میں دور تک کھینچ کر لے جائے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ حکم خدا اور اس کے رسول کی طرف آؤ تو تم منافقین کو دیکھو گے کہ وہ شدت سے انکار کر دیتے ہیں پس اس وقت کیا ہوگا جب ان پر ان کے اعمال کی بنا پر مصیبت نازل ہوگی اور وہ آپ کے پاس آکر خدا کی قسم کھائیں گے کہ ہمارا مقصد فقط نیکی کرنا اور اتحاد پیدا کرنا تھا۔ نساء آیت ۶۲

* ﴿إنّ المنافقين يخادعون الله وهو خادِعُهُم وإذا قاموا إلى الصّلاة قاموا كُسالى يُرَاؤون النّاسَ ولاَ يذكرون الله إلاّ قليلاً﴾ [النساء: 142].

منافقین خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور خدا انھیں دھوکے میں رکھنے والا ہے اور یہ نماز کے لئے اٹھتے بھی ہیں تو سستی کے ساتھ لوگوں کو دکھانے کے لئے عمل کرتے ہیں اور اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

* ﴿وإذا رأيتهم تعجبك أجسامهم وإن يقولوا تسمع لقولهم كأنهم خُشُبٌ مسندة يحسبون كل صيحة عليهم،هم العدو فاحذرهم قاتلهم الله أنّى يؤفكون﴾ [المنافقون: 4]

اور جب آپ انھیں دیکھیں گے تو ان کے جسم بہت اچھے لگیں گے اور بات کریں گے تو اس طرح کہ آپ سننے لگیں لیکن حقیقت میں یہ ایسے ہیں جیسے دیوار سے لگائی ہوئی سوکھی لکڑیاں کہ ہر چیخ کو اپنے ہی خلاف سمجھتے ہیں اور یہ واقعاً دشمن ہیں ان سے ہوشیار رہیئے خدا انھیں غارت کرے یہ کہاں بہکے چلے جا رہے ہیں۔

* ﴿قد يعلمُ الله المعوّقين منكم والقائلين لإخوانهم هلمّ إلينا ولا يأتون البأسَ إلاّ قليلاً، أشحّةً عليكم فإذا جاء الخوف رأيتهم ينظرون إليك تدورُ أعينهم كالذي يُغشى عليه من الموتِ، فإذا ذهب الخوفُ سلقوكم بألسنةٍ حدادٍ أشحّةً على الخير أولئك لم يؤمنوا فأحبط اللّهُ أعمالهم وكان ذلك على الله يسيراً﴾ [الأحزاب: 19].

خدا ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو جنگ سے روکنے والے ہیں اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والے ہیں کہ ہماری طرف آجاؤ اور یہ خود میدان جنگ میں بہت کم آتے ہیں یہ تم سے جان چراتے ہیں اور جب خوف سامنے آجائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے ان کی آنکھیں یوں پھر رہی ہیں جیسے موت کی غشی طاری ہو اور جب خوف چلا جائے گا تو آپ پر تیز تر زبانوں کے ساتھ حملہ کریں گے اور انھیں مال غنیمت کی حرص ہوگی۔ یہ لوگ شروع ہی سے ایمان نہیں لائے ہیں لہٰذا خدا نے ان کے اعمال کو برباد کر دیا ہے اور خدا کے لئے یہ کام بڑا آسان ہے۔

* ﴿ومنهم من يستمع إليك حتّى إذا خرجوا من عندك قالوا للّذين أوتوا العلم ماذا قالَ آنفاً، أولئك الذين طبع الله على قلوبهم واتّبعوا أهواءهم﴾ [محمد: 16].

اور ان میں سے کچھ افراد ایسے بھی ہیں جو آپ کی باتیں بظاہر غور سے سنتے ہیں اور اس کے بعد جب آپ کے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے ان سے کہتے ہیں کہ انھوں نے ابھی کیا کہا تھا یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے اور انھوں نے اپنی خواہشات کا اتباع کر لیا ہے۔

* ﴿أم حسب الذين في قلوبهم مرضٌ أن لن يخرج اللّهُ أضغانهم،

ولو نشاء لأريناكهم فلعرفتهم بسيماهم ولتعرفنهم في لحن القول والله يعلم

کیا جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا ان کے دلوں کے کینوں کو باہر نہیں لائے گا اور اگر ہم چاہتے تو تمھیں ان لوگوں کو دکھا دیتے تو آپ ان کی پیشانی ہی سے ان کو پہچان لیتے۔ اور تم انھیں ان کے انداز گفتگو ہی سے ضرور پہچان لوگے اور خدا تمھارے اعمال سے واقف ہے۔

سيقول لك المخلفون من الاعراب شغلتنا اموالنا واهلونا فاستغفر لنا يقولون بالسنتهم ما ليس في قلوبهم۔۔۔۔ (الفتح۔۱)

عنقریب یہ پیچھے رہ جانے والے گنوار آپ سے کہیں گے کہ ہمارے اموال اور اولاد نے مصروف کر دیا تھا لہٰذا آپ ہمارے حق میں استغفار کریں

یہ لوگ اپنی زبان سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہے۔

قرآن مجید کی یہ واضح آیتیں ان لوگوں کے نفاق کو بیان کر رہی ہیں جو مخلص صحابہ کی صفوں میں ایسے دھنس گئے تھے کہ اگر وحی کے ذریعہ خدا نہ بتاتا تو رسول سے بھی ان کی حقیقت کو نہ سمجھ پاتے۔

لیکن ہمیشہ اہلسنت پر یہ ہمارا اعتراض رہا ہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ منافقین سے ہمیں کیا سروکار صحابہ منافق نہیں ہیں۔ یا کہتے ہیں کہ جو منافقین ہیں وہ صحابہ نہیں ہیں لیکن جب آپ ان سے سوال کریں گے کہ وہ منافقین کون لوگ ہیں جن کے بارے میں سورہ توبہ اور منافقون میں ایک سو پچاس سے زیادہ آیتیں نازل ہوئیں تو وہ جواب دیں گے کہ وہ عبد اللہ ابن ابی اور عبد اللہ ابن ابی سلول ہیں ان کے پاس ان دو ناموں

کے علاوہ تیسرا کوئی نام نہیں ہے۔

سبحان اللہ! منافقین کی اتنی بڑی تعداد۔ کہ نبیؐ بھی ان میں سے بہت سوں کو نہیں جانتے تھے۔ تو پھر نفاق کو ابن ابی اور ابن ابی سلول میں کیسے منحصر کیا جاسکتا ہے؟ کہ جن کو تمام مسلمان جانتے تھے۔

اور جب رسولؐ ان میں سے بعض کو جانتے تھے اور آپ نے حذیفہ یمانی کو ان کے نام بھی بتادیئے تھے، جیساکہ تم خود کہتے ہو۔ اور انھیں ان ناموں کے نقل کرنے سے منع کیا تھا۔ یہاں تک کہ عمر ابن خطاب نے اپنی خلافت کے زمانہ میں حذیفہ سے اپنے متعلق دریافت کیا کہ کیا میرا نام بھی منافقین کی فہرست میں ہے؟ کیا نبیؐ نے میرا نام بھی بتایا ہے جیسا تم اپنی کتابوں میں روایت کرتے ہو؟[1]

اور جب رسولؐ نے منافقین کی ایک علامت بتادی تھی کہ جس سے وہ پہچانے جاتے تھے اور وہ علامت ہے بغض علیؑ ابن ابیطالب جیساکہ تم اپنی صحاح میں لکھتے ہو۔[2]

پس وہ صحابہ کون ہیں جنھیں تم بلند مقام دیتے اور جن کیلئے رضی اللہ عنہ کہتے ہو جبکہ انھیں علیؑ سے اتنا بغض ہوگیا تھا کہ آپ سے جنگ کی، آپ کو قتل کیا آپؑ کی زندگی اور موت کے بعد آپؑ پر اور آپؑ کے اہل بیت و محبین پر لعنت کی اور یہ سب تمھارے نزدیک اصحاب اخیار ہیں!

رسولؐ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ آپ حذیفہ یمانی کو ان (منافقوں) کے نام بتادیں اور مسلمانوں کو منافقوں کی علامت بتادیں تاکہ لوگوں پر حجت قائم

---

[1] کنز العمال جلد ۷، ص ۲۴، تاریخ ابن عساکر جلد ۴، ص ۹۷، احیاء العلوم جلد ۱، ص ۱۲۹

[2] صحیح مسلم ج ۱، ص ۶۱، ترمذی ج ۵، ص ۳۰۶، سنن نسائی ج ۸، ص ۱۱۶، کنز العمال جلد ۱۵، ص ۱۰۵

ہو جائے اور بعد میں نہ کہہ سکیں کہ ہمیں کچھ معلوم ہی نہ تھا۔

آج اہل سنت کے اس قول کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ "ہم امام علی رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ سے محبت رکھتے ہیں، ان کے لئے ہمارا یہ مشورہ ہے کہ قلب مومن میں ولی خدا اور دشمن خدا کی محبت جمع نہیں ہوتی ہے۔ خود امام علیؑ نے فرمایا ہے کہ:

جو ہم کو اور ہمارے دشمنوں کو برابر قرار دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ [1]

پھر قرآن نے جہاں صحابہ کے بارے میں گفتگو کی ہے وہاں انکے کچھ اور اوصاف بھی بیان کئے ہیں، اور ان کی شناخت بتائی ہے۔ جب ہم ان میں سے مخلص صحابہ کو علیحدہ کر لیتے ہیں تو باقی کو قرآن حکیم فاسق، خائن، متخاذلین، ناکثین واپس پلٹ جانے والے، خدا و رسولؐ پر شک کرنے والے، میدان جہاد سے فرار کرنے والے، حق کے منکر، حکم خدا و رسولؐ کا عصیان کرنے والے، جہاد سے جی چرانے والے، ہوائے نفس اور تجارت کے رسیا، تارک الصلوٰۃ، قول و فعل میں تضاد رکھنے والے، اپنے اسلام سے رسولؐ پر احسان جتانے والے، سنگ دل، حق کو قبول نہ کرنے والے، خدا سے خوف نہ کھانے والے، نبیؐ کی آواز پر آواز بلند کرنے والے، رسولؐ کو اذیت دینے والے، منافقین کی باتوں پر کان نہ دھرنے والے قرار دیتا ہے۔

ہمیں اس مختصر مقدار پر ہی اکتفا کرنی چاہیئے، کیونکہ اس موضوع پر بہت سی آیات موجود ہیں جنھیں ہم نے اختصار کے پیش نظر قلم بند نہیں کیا ہے۔ لیکن احادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے ان آیات میں سے بعض کا تذکرہ کر دینا ضروری ہے۔

---

[1] نہج البلاغہ جلد ۱ ص۱۵۵

کہ جو صحابہ کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں۔ اور وہ ان صفات سے متصف بھی تھے۔ لیکن وہ سیاست کے طفیل میں بعد رسول اور سلسلہ وحی کے انقطاع کے بعد سارے عادل ہو گئے اور اب کسی مسلمان میں ان کے متعلق کسی قسم کی تنقید کی جرات نہیں ہے۔

قرآن بعض صحابہ کی حقیقت کا انکشاف کرتا ہے

منافقین والی آیتوں میں معاند کا تو وہم بھی نہیں ہوتا ہے منافقین کو صحابہ سے جدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جیساکہ اہل سنت کا قول ہے۔ ہم نے مومنین سے مخصوص آیات کو سلسلہ وار جمع کیا ہے۔

قرآن مجید میں خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا ما لكم إذا قيل لكم انفروا في سبيل الله إثّا قلتم إلى الأرض، أرضيتم بالحياة الدنيا من الآخرة فما متاع الحياة الدنيا في الآخرة إلاّ قليل﴾

توبہ، آیت ر ۳۸ و ۳۹

اے ایمان لانے والو تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا گیا کہ راہ خدا میں جہاد کے لیے نکلو تو تم زمین سے چپک کر رہ گئے۔ کیا تم آخرت کے بدلے زندگانی دنیا سے راضی ہو گئے ہو تو یاد رکھو کہ آخرت میں اس متاع زندگانی دنیا کی حقیقت بہت قلیل ہے

﴿يا أيها الذين آمنوا من يرتدَّ منكم عن دينه، فسوف يأتيَ الله بقوم يحبّهم ويحبّونه أذلّة على المؤمنين أعزّة على الكافرين يجاهدون في سبيل الله ولاَ يخافون لومةَ لائمٍ ذلك فضلُ الله يؤتيه من يشاء والله واسع عليم﴾

اے صاحبان ایمان تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پلٹ جائے گا تو عنقریب خدا ایک قوم کو لے آئے گا جو اس کی محبوب اور اس سے محبت کرنے والی، مومنین کے سامنے خاکسار اور کفار کے سامنے صاحب عزت، راہ خدا میں جہاد کرنے والی اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے والی ہوگی یہ فضل خدا ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، وہ صاحب وسعت اور علیم ودانا بھی ہے۔ مائدہ، آیت ر ۵۴

﴿يا أيها الذين آمنوا لاَ تخونوا اللَّهَ والرسولَ، وتخونوا أماناتكم وأنتم تعلمون واعلموا أنّما أموالكم وأولادكم فتنةٌ وأنّ الله عنده أجرٌ عظيم﴾

اے ایمان والو خدا و رسول اور اپنی امانتوں کے بارے میں خیانت نہ کرو جبکہ تم جانتے بھی ہو اور یہ جان لو کہ یہ تمہاری اولاد اور تمہارے اموال ایک آزمائش ہیں اور خدا کے پاس اجر عظیم ہے۔ انفال، آیت ر ۲۸

﴿يا أيها الذين آمنوا استجيبوا لله وللرّسول إذا دعاكم لما يُحييكم واعلموا أنّ الله يحولُ بين المرءِ وقلبه وأنّه إليه تحشرون، واتّقوا فتنةً لاَ تُصيبنَّ الذّينَ

ظلموا منكم خاصة واعلموا أن الله شديد العقاب﴾
اے ایمان والو اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہو جب
وہ تمھیں اس امر کی طرف دعوت دیں جس میں تمھاری زندگی ہے اور
یاد رکھو کہ خدا انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور تم
سب اسی کی طرف حاضر کئے جاؤ گے اور تم اس فتنہ سے بچو جو
صرف ظالمین کو پہونچنے والا نہیں ہے اور یاد رکھو کہ اللہ سخت ترین
عذاب کا مالک ہے۔ انفال، آیت ر ۲۵

﴿یا أیها الذین آمنوا أذکروا نعمة الله علیکم
إذ جاءتکم جنودٌ فارسلنا علیهم ریحاً وجنوداً لم
تروها وکان الله بما تعملون بصیراً، إذ جاؤوکم من
فوقکم ومن أسفل منکم وإذ زاغت الأبصار وبلغتْ
القلوبُ الحناجر وتظنّون بالله الظنونا، هنالك ابتُليَ
المؤمنون وزلزلوا زلزالاً شدیداً، وإذ یقول المنافقون
والذین في قلوبهم مرض ما وعدنا الله ورسولُهُ إلّاغروراً﴾
اے ایمان لانے والو اس وقت اللہ کی نعمت کو یاد کرو
جب کفر کے لشکر تمھارے سامنے آ گئے اور ہم نے ان کے خلاف
تمھاری مدد کے لئے تیز ہوا اور ایسے لشکر بھیج دیئے جن کو تم نے
دیکھا بھی نہیں تھا اور اللہ تمھارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے
اس وقت جب کفار تمھارے اوپر کی طرف سے اور نیچے کی سمت
سے آ گئے اور دہشت سے نگاہیں خیرہ کرنے لگیں اور کلیجے منہ کو آنے
لگے اور تم خدا کے بارے میں طرح طرح کے خیالات میں مبتلا ہو گئے

اس وقت مومنین کا باقاعدہ امتحان لیا گیا ۔ اور انھیں شدید قسم کے جھٹکے دیئے گئے اور جب منافقین اور جن کے دلوں میں مرض تھا یہ کہہ رہے تھے کہ خدا اور رسول نے ہم سے صرف دھوکہ دینے والا وعدہ کیا ہے۔ احزاب ، آیت ر۱۲

﴿يا أيها الذين آمنوا لِمَ تقولون ما لاَ تفعلون كَبُر مقتاً عند الله أن تقُولوا ما لاَ تفعلون﴾

اے ایمان والو آخر وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو اللہ کے نزدیک یہ سخت ناراضگی کا باعث ہے کہ تم وہ کہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو۔ صف ر آیت ر۳

﴿ألم يأن للذين آمنوا أن تخشع قُلوبهم لذكر الله وما نزل من الحق﴾

کیا صاحبان ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا ہے کہ انکے دل ذکر خدا اور اس کی طرف سے نازل ہونے والے حق کے لئے نرم ہوجائیں (حدید آیت ۱۶)

﴿يمنّونَ عليك أن أسلمُوا قل لاَ تمنّوا عليّ إسلامكم، بل الله يمنُّ عليكم أن هداكم للإيمان إن كنتُم صادقين﴾ حجرات ، آیت ر۱۷

یہ لوگ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ اسلام لے آئے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ ہمارے اوپر احسان نہ رکھو بلکہ یہ تو خدا کا احسان ہے

کہ اس نے تم کو ایمان لانے کی ہدایت دے دی ہے اگر تم واقعاً دعوائے ایمان میں سچے ہو۔

﴿قل إن كان أباؤكم وأبناؤكم وإخوانكم وأزواجكم وعشيرتكم وأموال اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومساكن ترضونها أحبَّ إليكم من الله ورسوله وجهاد في سبيله، فتربّصوا حتّى يأتي الله بأمره، والله لا يهدي القوم الفاسقين﴾

اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ اگر تمھارے باپ، دادا، اولاد، برادران، ازواج، عشیرہ وقبیلہ اور وہ اموال جنھیں تم نے جمع کیا ہے اور وہ تجارت جس کے خسارہ کی طرف سے تم فکرمند رہتے ہو اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو تمھاری نگاہ میں اللہ، اس کے رسول اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو وقت کا انتظار کرو یہاں تک کہ امر الٰہی آجائے اور اللہ فاسق قوم کی ہدایت نہیں کرتا۔ توبہ، آیت ر۲۴

﴿قالت الأعراب أمنّا، قل لم تُؤمنوا ولكن قولوا أسلمنا ولمّا يدخل الإيمانُ في قُلوبكم﴾ حجرات، آیت ر۱۴

یہ بدو عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے ہو بلکہ یہ کہو کہ اسلام لے آئے ہیں کیونکہ ابھی ایمان تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔

﴿إنّما يستأذنك الذين لا يؤمنون بالله واليوم الآخر وارتابتْ قلوبهم فهم في ريبهم يتردّدون﴾ توبہ، آیت ر۴۵

یہ اجازت صرف وہ لوگ طلب کرتے ہیں جن کا ایمان
اللہ اور روز آخرت پر نہیں ہے اور ان کے دلوں میں شبہ ہے
اور وہ اسی شبہہ میں چکر کاٹ رہے ہیں۔

﴿لو خرجوا فيكم ما زادوكم إلاّ خَبالاً ولأوضعوا خلالكم يبغونكم الفتنة وفيكم سمّاعون لهم والله عليم بالظالمين﴾ توبہ، آیت ر ۴۷

اگر یہ تمھارے درمیان نکل بھی پڑتے تو تمھاری وحشت
میں اضافہ ہی کر دیتے اور تمھارے درمیان فتنہ کی تلاش میں گھوڑے
دوڑاتے پھرتے اور تم میں ایسے لوگ بھی تھے جو ان کی سننے والے
بھی تھے اور اللہ تو ظالمین کو خوب جاننے والا ہے۔

﴿فرح المخلّفون بمقعدهم خلاف رسول الله وكرهوا أن يجاهدوا بأموالهم وأنفسهم في سبيل الله وقالوا لاَ تنفروا في الحرّ، قل نار جهنّم أشدّ حرًّا لو كانوا يفقهون﴾

جو لوگ جنگ تبوک میں نہیں گئے وہ رسول اللہ کے
پیچھے بیٹھے رہ جانے پر خوش ہیں اور انھیں اپنے جان و مال سے راہ خدا
میں جہاد ناگوار معلوم ہوتا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ تم لوگ گرمی میں نہ
نکلو تو پھر اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ آتش جہنم اس سے زیادہ گرم ہے
اگر یہ لوگ کچھ سمجھنے والے ہیں (توبہ آیت ۸۱)

﴿ذلك بأنهم اتّبعوا ما أسخط الله وكرهوا رضوانه فأحبط أعمالهم، أم حسبَ الذين في قلوبهم مرض أن لن يخرج الله أضغانهم، ولو نشاء لأريناكهم

فلعرفتهم بسيماهم ولتعرفنّهم في لحن القول، والله يعلم أعمالكم﴾ محمد آیت ر ۳۰

یہ اس لیے کہ انھوں نے ان باتوں کا اتباع کیا ہے جو خدا کو ناراض کرنے والی ہیں اور اس کی مرضی کو ناپسند کیا ہے تو خدا نے بھی ان کے اعمال کو برباد کر رکھا ہے کیا جن لوگوں کے دلوں میں بیماری پائی جاتی ہے ان کا خیال یہ ہے کہ خدا ان کے دلوں کے کینوں کو باہر نہیں لائے گا اور ہم چاہتے تو انھیں دکھلا دیتے اور آپ چہرے کے آثار ہی سے پہچان لیتے اور ان کی گفتگو کے انداز سے تو پہچان ہی لیں گے اور اللہ تم سب کے اعمال سے خوب واقف ہے۔

﴿وإنّ فريقاً من المؤمنين لكارهون يجادلونك في الحقّ بعد ما تبيّنَ كأنّما يُساقون إلى الموتِ وهم ينظرون﴾ انفال آیت ر ۶

اگرچہ مومنین کی ایک جماعت اسے ناپسند کر رہی تھی یہ لوگ آپ سے حق کے واضح ہو جانے کے بعد بھی اس کے بارے میں بحث کرتے ہیں جیسے کہ موت کی طرف ہنکائے جا رہے ہوں اور حسرت و یاس سے دیکھ رہے ہوں۔

﴿ها أنتم هؤلاء تدعونَ لتُنفقُوا في سبيل الله فمنكم من يبخلْ، ومن يبخَلُ فإنما يبخل عن نفسه، والله الغنيُّ وأنتم الفقراءُ، وإنْ تتولّوا يستبدل قوماً غيركم ثم لا يكونوا أمثالكم﴾ محمد آیت ر ۳۸

ہاں تم لوگ وہی ہو جنھیں راہ خدا میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے تو تم میں سے بعض لوگ بخل کرنے لگتے ہیں اور جو لوگ بخل کرتے ہیں وہ اپنے ہی حق میں بخل کرتے ہیں اور خدا سب سے بے نیاز ہے تم ہی سب اس کے محتاج ہو اگر تم منہ پھیر لوگے تو وہ تمھارے بدلے دوسری قوم کو لے آئے گا جو اس کے بعد تم جیسے نہ ہوں گے ۔

﴿ومنهم من يلمزُكَ في الصّدقاتِ فإنْ أعطوا منها رضوا وإن لم يُعطوا منها إذا هم يسخطُون﴾

توبہ، آیت ۵۸

اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو خیرات کے بارے میں الزام لگاتے ہیں کہ انھیں کچھ مل جائے تو راضی ہو جائیں گے اور نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائیں گے ۔

﴿ومنهم من يستمع إليك حتّى إذا خرجوا من عندك قالوا للذين أوتوا العلم ماذا قال آنفاً، أولئك الذين طبع الله على قلوبهم واتّبعوا أهواءهم﴾

محمدؐ، آیت ۱۶

اور ان میں سے کچھ افراد ایسے بھی ہیں جو آپ کی باتیں بظاہر غور سے سنتے ہیں اور جب آپ کے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے تو ان سے کہتے ہیں کہ انھوں نے ابھی کیا کہا تھا یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے اور انھوں نے اپنی خواہشات کا اتباع کر لیا ہے ۔

﴿ومنهم الذين يؤذون النبيّ ويقولون هو أذنٌ، قل هو أذنُ خيرٍ لكم يؤمنُ بالله ويؤمنُ للمؤمنين ورحمةٌ للذين آمنوا منكم، والذين يؤذون رسولَ الله لهم عذابٌ أليمٌ﴾ توبہ، آیت ۶۱

ان میں سے وہ بھی ہیں جو پیغمبر کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو صرف کان ہیں آپ کہہ دیجئے کہ تمھارے حق میں بہتری کے کان ہیں کہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنین کی تصدیق کرتے ہیں اور صاحبان ایمان کے لئے رحمت ہیں اور جو لوگ رسول خدا کو اذیت دیتے ہیں ان کے واسطے دردناک عذاب ہے

تحقیق کرنے والوں کے لئے واضح آیات کی یہ مقدار کافی ہے اس طرح صحابہ کو دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

۱۔ جو خدا و رسول پر ایمان لائے اور اپنے امر قیادت کو خدا و رسول کے سپرد کردیا، ان کی اطاعت کی، ان کی صحبت میں زندگی گذاری اور ان کی خوشنودی میں جان دے دی، وہ کامیاب و رستگار ہیں لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے قرآن انھیں شاکرین کے نام سے یاد کرتا ہے۔

۲۔ جو لوگ ظاہر میں خدا و رسول پر ایمان لائے لیکن ان کے دلوں میں بیماری رہی اور انھوں نے اپنے امور کو خدا و رسول کے سپرد نہیں کیا۔ ہاں شخصی فوائد و دنیاوی مصلحت کے تحت خاموش رہے اور احکام و امر رسالت کے بارے میں رسول سے جھگڑتے رہے۔ ۔ ۔ ۔

یہ گھاٹا اٹھانے والے ہیں ان کی اکثریت ہے قرآن نے انھیں بہت ہی حقیر تعبیر سے یاد کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿لقد جئناكم بالحقّ ولكنّ أكثركم للحقّ كارهون﴾ زخرف، آیت ۷۸

یقیناً ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے لیکن تمہاری اکثریت تو حق کو ناپسند کرنے والی ہے۔

اس سے محقق پر یہ بات منکشف ہو جائے گی کہ یہ اکثریت نبیؐ کے ساتھ زندگی گزارتی تھی آپ کے پیچھے نماز پڑھتی تھی، حضر و سفر میں آپ کے ہمراہ رہتی تھی، اور آپ کے تقرب کا اس لئے ذریعہ ڈھونڈتی تھی، تاکہ مخلص مومنین ان کی حالت سے واقف نہ ہو سکیں اور عبادت و تقویٰ کے لحاظ سے لوگوں کی نظروں میں خود کو ایسا بنا کر پیش کرتی تھی کہ جس پر مومنین رشک کرنے لگیں۔ [1]

جب حیات نبیؐ میں ان کی یہ حالت تھی تو نبیؐ کے بعد انھوں نے کیا کچھ نہ کیا ہوگا اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ لوگ بہت چالاک تھے ان کی تعداد روز افزوں تھی ان کے ہم خیال بہت زیادہ تھے اب کوئی نبیؐ نہیں تھا جو انھیں پہچانتا اور نہ ہی وحی کا سلسلہ تھا جو ان کی حقیقت کا انکشاف کرتا خصوصاً نبیؐ کی وفات

---

[1] امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن حجر نے اصابہ میں ذی الثدیہ کے حالات میں انس ابن مالک سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ کے زمانہ میں ہم اس کی عبادت وجانفشانی پر تعجب کیا کرتے تھے ایک مرتبہ اس کی حالات کی خدمت میں بیان کی گئی لیکن آپؐ اس کے نام سے نہ سمجھ سکے پھر صفت بیان کی گئی پھر بھی آپ متوجہ نہ ہو سکے کچھ دیر بعد جب وہ نکلا تو ہم نے آنحضرتؐ سے کہا یہ ہے وہ شخص رسولؐ نے فرمایا مجھے اس شخص کے متعلق بتا رہے ہو جس کے چہرے سے شیطنت آشکار ہے یہ اور اس کے اصحاب قرآن پڑھتے ہیں لیکن اسے تسلیم نہیں کرتے۔ دینی معاملات سے ایسے گذر جاتے ہیں جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے انھیں قتل کر دو یہی شریر ہیں۔

حسرت آیات کے بعد اہل مدینہ کے درمیان دیکھتے ہی دیکھتے افتراق پھیل گیا اسی طرح جزیرۃ العرب میں وہ لوگ مرتد ہو گئے جو کفر و نفاق میں بہت ہی سخت تھے۔ ان میں سے بعض نے تو نبوت کا دعویٰ کر دیا جیسے مسیلمۂ کذاب اور طلیحہ و سجاح بنت الحرث اور ان کے پیروکار، واضح رہے کہ یہ سب صحابہ تھے۔

اگر ہم ان تمام باتوں سے چشم پوشی کرلیں اور صرف رسولؐ کے ان صحابہ کو مورد نظر قرار دیں کہ جو مدینہ میں مقیم تھے تو ان کے بارے میں بھی ہمیں یقین ہے کہ ان میں بھی نفاق کے عناصر موجود تھے یہاں تک کہ ان میں بیشتر خلافت کے چکر میں اپنی پہلی حالت کی طرف پلٹ گئے تھے۔

گذشتہ بحثوں میں ہمیں یہ بات معلوم ہوگئی کہ انھوں نے رسولؐ اور ان کے جانشین کے خلاف کارروائی کی اور رسولؐ کے احکام کی اس وقت بھی مخالفت کی جب آپ بستر مرگ پر تھے۔

یہ وہ حقیقت ہے جس کا اقرار تاریخ و سیرت نبیؐ کی کتابوں کے مطالعہ کے وقت ہر ایک حق کا متلاشی کرے گا اور کتاب خدا میں اس بات کو جلی ترین عبارت میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

﴿وما محمد إلاّ رسولٌ قد خلتْ من قبله الرسل
أفإن مات أو قُتل انقلبتم على أعقابكم ومن ينقلب على
عقبيه فلن يضرّ الله شيئاً وسيجزي الله الشاكرين﴾

آل عمران، آیت ۱۴۴

اور محمد تو صرف رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذرے ہیں کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل ہو جائیں تو تم الٹے پیروں پلٹ جاؤ گے تو جو ایسا کرے گا وہ خدا کو کوئی نقصان

نہ پہونچا سکے گا اور خدا شکر گزاروں کو عنقریب ان کی جزا دے گا۔

پس صحابہ میں سے شکر گزار بہت کم تھے اور وہی دین پر باقی رہے اور اس زمانہ میں ثابت قدم رہے جب دوسرے رسولؐ کے خلاف سازش میں مصروف تھے۔ اور انہوں نے دین میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی

یہ آیۂ کریمہ اور اس کا محکم مفہوم اہل سنت کے اس دعوے کو باطل کر دیتا ہے کہ صحابہ کا منافقین سے کوئی تعلق نہ تھا اور اگر ہم ان کی اس بات کو قبول بھی کریں تو بھی اس آیت کا تعلق مخلص صحابہ سے ہے کہ جو حیات نبیؐ میں منافق نہیں تھے لیکن آپ کی وفات کے بعد الٹے پیر دل اپنی پہلی حالت پر پلٹ گئے تھے ان کی کیفیت عنقریب اس وقت واضح ہو گی جب ہم حیاتِ نبیؐ میں اور ان کی حیات کے بعد صحابہ کے کارناموں کا جائزہ لیں گے اور ان کے بارے میں رسولؐ کے اقوال کا تجزیہ کریں گے اور ان کے متعلق رسولؐ کے اقوال سے تاریخ و حدیث و تفسیر کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

حدیث نبیؐ بعض صحابہ کا راز فاش کرتی ہے

مخالف ان احادیث نبوی میں کہ جو صحابہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں کوئی خدشہ وارد نہیں کر سکے گا اور انھیں ضعیف قرار نہیں دے سکے گا اس وقت ہم بخاری سے احادیث پیش کرتے ہیں جو اہل سنت کے نزدیک صحیح ترین کتاب ہے۔ اگرچہ بخاری نے صحابہ کی عزت بچانے کے لئے بہت سی احادیث کو چھپالیا ہے یہ بات تو ان کے متعلق مشہور ہے۔ اس لئے کہ بخاری کے علاوہ اہل سنت کی صحاح

میں واضح عبارت میں ان کا ضعف بیان کیا گیا ہے اس کے باوجود ہم اپنی صحت کے استحکام کے لئے بخاری کی مختصر احادیث ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۱، کی کتاب الایمان کے خوف المومن من یحبط عملہ وہو لایشعر میں تحریر کیا ہے کہ:

ابراہیم تیمی نے کہا کہ میں نے اپنے قول کو اپنے عمل پر کبھی نہیں پرکھا، کیونکہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں میں جھوٹا ثابت نہ ہو جاؤں۔

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے نبیؐ کے ایسے تیس صحابہ سے ملاقات کی ہے کہ جنھیں اپنے بارے میں یہ خوف تھا کہ کہیں وہ منافق نہ ہوں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی یہ دعویٰ نہیں کرتا تھا کہ ہم جبرئیل و میکائیل کے ایمان پر برقرار ہیں۔ [۱]

اور جب ابن ابی ملیکہ نے تیسؓ صحابۂ نبیؐ کو اپنے نفاق سے ڈرتا ہوا پایا اور وہ اپنے صحیح ایمان کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتے تھے پھر اہل سنت کو کیا ہو گیا کہ وہ صحابہ کو انبیا کی منزل تک پہونچاتے ہیں اور کسی کے متعلق تنقید سننا گوارا نہیں کرتے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۴، کی کتاب الجہاد والسیر کے جاسوس وتجسس والے باب میں تحریر کیا ہے کہ:

حاطب ابن ابی بلتعہ رسولؐ کے صحابی نے مشرکین مکہ کو رسولؐ کے منصوبوں کی خبر دی جب اسے اس کے خط کے ساتھ رسولؐ کی خدمت میں حاضر کیا گیا اور رسولؐ نے اس سے دریافت کیا

---

[۱] صحیح بخاری، جلد ۱ ص۱۷

کہ یہ کیا ہے تو اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں مکہ میں اپنے
قرابتداروں کی حمایت کرنا چاہتا تھا ۔ رسولؐ نے اس کی تصدیق کی
عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ اجازت دیجیے میں اس منافق
کی گردن اڑا دوں ۔ کہا : یہ بدر میں شریک تھا تم تو جانتے ہی ہو
کہ خدا نے اہل بدر کے بارے میں کیا فرمایا ہے کہ تم جو چاہو کرو
میں نے تمہیں معاف کیا ۔ لہ

اور جب حاطب ایسا صحابی جو بدری صحابہ میں سے تھا نبیؐ کے
اسرار کو نبیؐ کے دشمن مشرکین کے پاس بھیج دیتا ہے اور اپنے قرابتداروں کی حمایت کی
وجہ سے خدا و رسولؐ کے ساتھ خیانت کرتا ہے اور عمر ابن خطاب اس کے نفاق کی گواہی
دیتے ہیں تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو فتح خیبر و فتح حنین کے بعد یا فتح مکہ کے بعد جبراً یا
یا خوشی خواہ مسلمان ہوئے تھے

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۶ کتاب فضائل القرآن کے "سَوَاءٌ
عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ" والے باب میں تحریر کیا ہے کہ :

مہاجرین کے ایک شخص کا انصار کے کسی آدمی سے
جھگڑا ہو گیا ، انصاری نے انصار کو پکارا اور مہاجر نے مہاجرین
سے مدد طلب کی جب رسولؐ نے یہ سنا تو فرمایا : کیا جاہلیت کے
جھگڑے لوٹ آئے ؟ لوگوں نے کہا : یا رسول اللہ ! مہاجرین کا
ایک آدمی انصار سے لڑ گیا ۔ آپ نے فرمایا لڑائی جھگڑا ختم کرو
کیونکہ یہ پوچ (بوسیدہ) حرکت ہے ۔
رسولؐ کی اس بات کے بعد فوراً عبداللہ ابن ابی نے

کہا قسم خدا کی جب ہم مدینہ واپس جائیں گے تو جو لوگ شریف طاقتور اور باعزت ہیں وہ یقیناً ذلیل و خوار لوگوں کو مدینہ سے باہر نکال دیں گے، شدہ شدہ یہ خبر رسولؐ تک پہونچی عمر نے کھڑے ہو کر کہا پیغمبرؐ خدا اجازت دیجئے تو میں اس منافق کی گردن مار دوں، پیغمبرؐ نے فرمایا: جانے دو تاکہ لوگ یہ نہ کہیں پیغمبرؐ اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔ [۱]

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ منافقین رسولؐ کے اصحاب میں تھے، اسی لئے تو رسولؐ نے عمر کی بات کی تائید کی عمر نے عبد اللہ ابن ابی کو منافق کہا تھا لیکن منافق ہونے کے باوجود پیغمبرؐ نے عمر کو اس (عبد اللہ ابن ابی) کے قتل کرنے کی اجازت اس لئے نہیں دی کہ لوگ یہ کہنے لگیں گے کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔ محمدؐ اس بات سے اچھی طرح واقف تھے کہ میرے اصحاب زیادہ تر منافق ہیں اگر منافقوں کو قتل کیا جائے تو آپؐ کے اصحاب کی تعداد بہت کم رہ جائے گی۔ کہاں ہیں اہلسنت؟ کیا وہ اس تلخ حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں؟ ان کے خیالات کو باطل کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

بخاری نے کتاب الشہادات جلد ۳، باب حدیث افک میں تحریر کیا ہے کہ:

پیغمبرؐ نے فرمایا: آیا کوئی ہے جو مجھے اس شخص سے نجات دلائے جو میرے اہل بیت کو اذیت دیتا ہے۔

یہ سن کر سعد ابن معاذ کھڑے ہوئے اور کہا اے پیغمبرؐ قسم خدا کی

---

[۱] بخاری جلد ۶ ص ۶۵

میں آپ کو اس سے نجات دلاؤں گا خواہ اس کا تعلق اوس و خزرج کے قبیلہ ہی سے کیوں نہ ہو میں اس کی گردن مار دوں گا آپ ایسے موقعوں پر ہمیں بلائیے، ہم آپ کی مدد کو پہونچیں گے، حکم بجالائیں گے، اس کے بعد سعد ابن عبادہ قبیلہ خزرج کے رئیس سے حمیت کے مارے نہ رہا گیا اور کھڑے ہو کر کہا تم جھوٹ کہتے ہو قسم خدا کی تم ان (خزرج والوں) کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، ان کے بعد اسید ابن حضیر کھڑے ہوئے اور کہا قسم خدا کی تم جھوٹ کہتے ہو ہم اسے لازمی قتل کریں گے۔ اور چونکہ تم منافق ہو اس لئے منافقوں کی طرفداری کر رہے ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قبیلہ اوس و خزرج والے جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ پیغمبرؐ منبر پر تھے اور انھیں، (اوس و خزرج والوں کو) ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہے تھے یہاں تک کہ ان کا غیظ و غضب ختم ہوا اور وہ جنگ و خونریزی سے باز رہے۔ ؎

جب انصار کی بلند پایہ شخصیت سعد ابن عبادہ کو نبیؐ کے سامنے منافق کہہ دیا گیا اور کسی نے ان کی حمایت تک نہ کی حالانکہ سعد ابن عبادہ انھیں انصار کی فرد ہے جنکی خداوند عالم نے قرآن مجید میں توصیف بیان فرمائی ہے۔

یہ سب اوس و خزرج والے اس منافق کو قتل سے بچانے کے لئے جو پیغمبرؐ کے اہل بیتؑ کو اذیت دیتا ہے دونوں ایک دوسرے کے مقابلے میں آجاتے ہیں اور جنگ و پیکار کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور آنحضرتؐ کے سامنے چیخنا چلانا شروع کر دیتے ہیں۔

پس وہ لوگ کیونکر منافق نہیں ہو سکتے جنھوں نے زندگی بھر رسولؐ خدا اور اسلام سے جنگ کی اور ان لوگوں کے منافق ہونے میں کیا شک ہے

؎۔ صحیح بخاری جلد ۳ ص ۱۵۶ و جلد ۶ ص ۵

جنھوں نے آپ کی وفات کے بعد خلافت کے لئے آپ کی لخت جگر کے گھر کو جلانے کا ارادہ کر لیا تھا ؟!!

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۸ کی کتاب التوحید میں خداوند عالم کے اس قول کے بارے " تعرج الملائکۃ والروح الیہ" میں تحریر کیا ہے کہ:

علیؑ ابن ابیطالب نے یمن سے رسولؐ خدا کی خدمت میں سونا بھیجا آپ نے اسے بعض لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا تو قریش اور انصار کو یہ بات بری لگی تو انھوں نے کہا کہ: رسولؐ نے سنجد کے بڑے لوگوں کے درمیان سونا تقسیم کر دیا۔ اور ہمیں چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا میں نے ان کے دلوں کو موہ لینے کے لئے ایسا کیا ہے۔ پس ایک شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا۔ اے محمدؐ خدا سے ڈر لے! نبیؐ نے فرمایا اگر میں خدا کی معصیت کروں گا تو اسکی اطاعت کون کرے گا؟ اس نے مجھے دنیا والوں کے لئے امین بنایا ہے اور تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟ اس موقع پر خالد ابن ولید نے پیغمبرؐ سے اس شخص کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی لیکن نبیؐ نے اجازت نہ دی جب وہ شخص چلا گیا اس وقت آپؐ نے فرمایا یہ لوگ مجھ سے وابستہ اور میرے قریب رہنے والے لوگ ہیں۔ کہ جو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا اسلام سے ایسے خارج ہوتے ہیں جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے یہ مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں اور بت پرستوں کو اپنی مدد کے لئے بلاتے ہیں اگر ان پر میری دسترس ہو گی تو انھیں قوم عاد کی طرح قتل کر دوں گا۔ (صحیح بخاری جلد ۸ ص۱۷۸)

یہ شخص رسولِ خدا کے اصحاب میں سے دوسرا منافق ہے جو بے ادبانہ آپؐ پر سونے کی تقسیم کے سلسلہ میں ظلم کا اتہام لگاتا ہے اور کہتا ہے اے محمد اللہ سے ڈریئے باوجودیکہ نبیؐ اس کے نفاق سے واقف ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ میرے پاس بیٹھنے والوں میں سے کچھ لوگ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکلتا ہے۔ اور وہ بت پرستوں سے مدد چاہیں گے ان تمام باتوں کے باوجود نبیؐ نے خالد ابن ولید کو اس کے قتل سے باز رکھا۔

یہ ان اہلِ سنت کا جواب ہے جو اکثر میرے اوپر یہ کہہ کر حجت قائم کرتے ہیں کہ اگر رسولؐ یہ جانتے تھے کہ میرے صحابی منافق ہیں اور وہ عنقریب مسلمانوں کی گمراہی کا سبب قرار پائیں گے تو آپ پر دین کی حفاظت اور امت کی حمایت کی خاطر ان کا قتل واجب تھا۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ر ۳، کتاب الصلح باب اذا اشار الامام بالصلح،، میں روایت کی ہے کہ:

ابن زبیر بیان کرتے ہیں کہ وہ حرہ کے ایک گھاٹ کے بارے میں انصار میں سے اس شخص سے جھگڑ رہے تھے جو رسولؐ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک تھا وہ دونوں (پانی) پی رہے تھے رسولؐ نے زبیر سے کہا کہ پہلے تم پی لو اس کے بعد اپنے ہمسایوں کو پینے دو۔ انصاری کو غصہ آگیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ اس لئے کہ وہ آپ کا چچازاد بھائی ہے؟ یہ بات سن کر رسولؐ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور فرمایا پہلے تم پانی پی لو اور باقی کو محفوظ کر لو تاکہ اسے زمین پی جائے۔

صحیح بخاری جلد ر ۳، ص ۱۷۱

یہ آپؐ کے اصحاب میں سے نفاق کا دوسرا نمونہ ہے کہ جو سمجھتا ہے کہ رسولؐ پر عصبیت طاری ہوگئی ہے اس لئے وہ اپنے چچازاد بھائی (ابن زبیر) کی طرفداری کر رہے ہیں اور یہ بات اس نے اتنی بے حیائی سے کہی کہ شدت غضب سے رسولؐ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیغمبرؐ نے روز حنین لوگوں میں مال (غنیمت) تقسیم کیا اقرع ابن حابس کو سو اونٹ عطا کیئے اور اسی طرح عیینہ کو بھی سو اونٹ دیئے اور اشراف عرب کو بھی مال و دولت دیا اور اس روز تقسیم سے ان لوگوں کو متاثر کر لیا، اس شخص نے کہا کہ خدا کی قسم اس تقسیم میں نہ عدالت کا پاس و لحاظ رکھا گیا اور نہ ہی خدا کی رضا کا۔ راوی کہتا ہے میں نے کہا قسم خدا کی یہ بات میں ضرور پیغمبرؐ کو بتاؤں گا۔ میں رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کی اطلاع دی آپؐ نے فرمایا اگر خدا و رسولؐ عادل نہیں ہیں تو پھر کون عادل ہوگا؟ خدا موسیٰ پر رحم کرے انھیں اس سے بھی زیادہ تکلیفیں دی گئیں اور انہوں نے صبر کیا [1]

یہ اصحاب رسولؐ میں سے دوسرا منافق ہے شاید یہ شخص قریش کے سربرآوردہ افراد میں سے ہے راوی نے ڈر کے مارے اس کا نام نہیں لیا ہے کیونکہ اس وقت وہ حکومت کا خاص آدمی تھا، آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کس اعتماد کے ساتھ اس نے قسم کھا کر کہا ہے کہ پیغمبرؐ عادل نہیں ہیں، اور تقسیم میں خدا کی رضا کا خیال نہیں رکھا ہے۔ خدا محمدؐ پر رحمت نازل کرے ان پر اس سے کہیں زیادہ ظلم ہوا اور آپ نے صبر کیا۔

بخاری و مسلم نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم تقسیم غنیمت کے وقت رسولؐ کے پاس موجود تھے جب بنی تمیم میں سے ذوالخویصرہ

---

[1] صحیح بخاری جلد ۴ ص ۶۱ باب بخشش عطا بمولفۃ القلوب

نامی شخص رسولؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ عدل کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا خدا تجھے غارت کرے اگر میں عدل نہ کروں گا تو پھر کون عدل سے کام لے گا، اگر میں نے عدل نہ کیا ہوتا تو تم خسارہ میں رہتے۔ یہ بات سن کر عمر نے کہا: یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ اس شخص کی گردن ماردوں آپ نے فرمایا چھوڑو جانے دو اس کے بہت سے دوست ایسے ہیں کہ اپنے روزے نماز کے مقابلے میں تم سب کے روزے نماز کو حقیر سمجھتے ہیں یہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا ہے یہ دین سے اس طرح نکل جاتے ہیں جس طرح کمان سے تیر نکل جاتا ہے۔ [۱]

یہ منافقین صحابہ میں سے ایک اور نمونہ ہے یہ لوگ مومنوں کے سامنے اپنے تقوے اور خشوع کا بہت زیادہ اظہار کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نبیؐ نے عمر سے فرمایا کہ وہ تمھارے روزے نماز کو اپنے روزے نماز کے سامنے ہیچ سمجھتے ہیں بیشک وہ اچھی طرح قرآن کو حفظ کرتے تھے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا تھا اور پھر رسولؐ کا یہ قول "چھوڑو! جانے دو! ان کے بہت سے دوست ایسے ہیں" اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ صحابہ میں ایک بڑی تعداد منافقین کی تھی۔

عائشہ کہتی ہیں کہ پیغمبرؐ نے ایک دستور مرتب کیا اور لوگوں کو اس پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا لیکن لوگوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ پس رسولؐ نے خطبہ دیا اور خدا کی حمد و ستائش کے بعد فرمایا: ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جو میرے دستور کے مطابق عمل نہیں کرتے، میں اس پر عمل کرتا ہوں قسم خدا کی میں ان سے

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۴ ص ۱۷۹ ۔ باب علامات النبوۃ فی الاسلام کتاب بدء الخلق

زیادہ خدا کو پہچانتا ہوں اور ان سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں۔ [1]

یہ ان صحابہ کا ایک نمونہ ہے جو رسولؐ کی سنت سے پہلوتہی کیا کرتے تھے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ صحابہ رسولؐ کے افعال کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور اسی لئے تو ہم رسولؐ کو ان کے درمیان خطبہ دیتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ جس میں آپ خدا کی قسم کھا کے کہتے ہیں "میں ان سے زیادہ خدا کو پہچانتا ہوں اور ان سے زیادہ خدا سے خوف کھاتا ہوں۔

بخاری نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ چوتھی ذی الحجہ کو نبیؐ تہلیل کرتے ہوئے حج کے لئے تشریف لائے جب ہم آپؐ کے پاس پہونچے تو آپؐ نے ہمیں حج کو عمرے سے بدلنے کا حکم دیا سو ہم نے حج کو عمرے سے بدل دیا تاکہ ہم اپنی بیویوں کے ساتھ رہیں۔ اسی سلسلہ میں ایک خبر گشت کرنے لگی، عطا کہتے ہیں کہ جابر نے کہا کہ ہم میں سے کوئی آدمی منیٰ کی طرف جانے لگا جبکہ اس کے عضو تناسل سے منی ٹپک رہی تھی تو جابر نے کہا کہ اسے روکو! شدہ شدہ یہ خبر رسولِ خدا تک پہونچی، آپ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ لوگ ایسا ایسا کہہ رہے ہیں۔ قسم خدا کی میں ان سے کہیں زیادہ نیک اور خدا ترس ہوں۔ [2]

اصحاب رسولؐ سے یہ ایک اور گروہ ہے جو احکام شرعیہ میں رسولؐ کے حکم کی مخالفت کرتا ہے۔ اور آپؐ کا یہ قول کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ لوگ ایسا ایسا کہہ رہے ہیں اس بات پر دلالت کر رہی ہے اکثر لوگوں نے اپنی بیویوں کے لئے محل ہونے

---

[1] صحیح بخاری جلد ۷، ص ۹۶ کتاب الادب باب من لم یواجہ الناس بالعتاب۔

[2] صحیح بخاری جلد ۳ ص ۱۱۴

سے انکار کر دیا تھا اور کہدیا تھا کہ ہم تو پاک ہیں منیٰ جانے میں کیا اشکال ہے جبکہ منی انکے عضو تناسل سے ٹپک رہی تھی۔ ان نادانوں سے یہ بات پوشیدہ رہی کہ جنسی کام کے بعد خدا نے ان کے اوپر غسل وطہارت واجب کیا ہے۔ پس وہ کیسے منیٰ چلے جا رہے ہیں جبکہ منی ان کے عضو تناسل سے ٹپک رہی ہے ؟ کیا وہ احکام خدا کو رسولؐ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں ؟ یا وہ خدا سے رسولؐ کی بہ نسبت زیادہ ڈرتے ہیں ؟

لاریب رسولؐ کے بعد عمر نے متعۂ حج اور متعۂ نساء دونوں کو اسی لئے حرام قرار دے دیا۔ پس جب وہ حیات نبیؐ میں ایام حج میں نبیؐ کے اس حکم کو ٹھکرا سکتے ہیں کہ "تم اپنی بیویوں سے نکاح کر و" تو آپ کے بعد ان کا متعہ کو حرام قرار دینا کوئی بعید نہیں ہے۔ وہ نبیؐ کے حکم کی تعمیل نہیں کرنا چاہتے اور عقد متعہ کو زنا تصور کرتے ہیں۔ آج تمام اہلسنت کا یہی مسلک ہے۔

بخاری نے انس ابن مالک سے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ جب رسولؐ کو خدا نے ہوازن کا مال غنیمت میں عطا کیا اور رسولؐ نے وہ مال، ایک قریشی کو دے دیا تو انصار نے کہا خدا پیغمبرؐ کی مغفرت کرے وہ تو سب کچھ قریش کو بخش دے رہے ہیں اور ہمیں محروم رکھ رہے ہیں۔ ہماری شمشیر سے قریش کا خون ٹپکتا ہے۔

پس رسولؐ نے صرف انھیں ایک قبہ کے نیچے جمع کیا اور فرمایا کہ :
اس بات کو پھر دہراؤ جو مجھ تک پہونچی ہے۔ جب انھوں نے اپنی بات کا اعادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے انھیں لوگوں کو غنیمت دی ہے جو تازہ مسلمان ہیں کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ وہ لوگ اپنے وطن مال لے کر جائیں ؟ کیا تم رسولؐ خدا کے ساتھ اپنے گھروں کو (اسی طرح) نہیں پلٹے ہو۔ قسم خدا کی جو چیز تم لے کر اپنے گھروں کو پلٹے ہو وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ لوگ لے کر پلٹے ہیں

آپؐ کی اس بات سے انصار نے کہا کہ اے پیغمبرؐ خدا ہم مطمئن و راضی ہو گئے ۔
اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: تم لوگ میرے بعد حب نفس اور شہوت کا مشاہدہ کرو گے پس تم خدا اور رسولؐ سے ملاقات کے وقت تک صبر کرنا ۔ انس کہتے ہیں کہ ہم نے اس پر صبر نہیں کیا ہے ۔ [1]

یہاں ہم ایک سوال کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ کیا پورے معاشرۂ انصار میں کوئی شخص ایسا ہے جو رسولؐ کے ہر کام سے مطمئن ہو گیا ہو اور یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ رسولؐ خواہشات و عصبیت سے بری تھے اور اس سلسلہ میں خدا کے اس قول کو سمجھتا ہو :

﴿فلا وربّك لاَ يؤمنون حتَّى يحكّموك فيما شجر بينهم، ثم لا يجدوا في أنفسهم حرجاً ممَّا قضيتَ ويسلّمُوا تسليماً﴾ نساء، آیت ۶۵

قسم آپ کے پروردگار کی یہ ہرگز مومن نہ بن سکیں گے یہاں تک کہ اپنے اختلاف میں آپ کو حکم بنالیں اور جب آپ فیصلہ کر دیں تو پھر اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی کا احساس نہ کریں اور قطعی طور پر آپ کے فیصلہ پر راضی ہو جائیں ۔

ان میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسولؐ کے بارے میں انصار کے اس قول کی تردید کی ہو کہ خدا رسولؐ کی مغفرت کرے ؟

ہرگز ان میں کامل الایمان آیت کے اقتضاء کے لحاظ سے ایک شخص بھی نہیں ہے ۔ اور اس کے بعد ان کا یہ کہنا، ہاں یا رسول اللہ اب ہم راضی ہو گئے

---

[1] صحیح بخاری جلد ۴ ص ۶۰ کتاب الجہاد والسیر

سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ جیساکہ اس سلسلہ میں انس ابن مالک کی گواہی موجود ہے کہ جو انصاری گذشتہ شہادت کے وقت موجود تھے انس کہتے ہیں کہ ہم سے صبر کرنے کی وصیت کی تھی لیکن ہم صبر نہیں کرتے۔

بخاری نے احمد ابن اشکاب سے اور انھوں نے محمد ابن فضیل سے انھوں نے علا ابن مسیب سے اور مسیب نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں نے براء ابن عازب رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی اور کہا: آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ نبیؐ کے ساتھ رہے اور درخت کے نیچے ان کی بیعت کی!

براء ابن عازب نے کہا: بھتیجے تمھیں نہیں معلوم کہ ہم نے ان (رسولؐ) کے بعد کیا کیا۔ [1]

یقیناً براء ابن عازب نے سچ کہا ہے، بیشک اکثر لوگ اسے نہیں جانتے کہ صحابہ نے اپنے نبیؐ کی وفات کے بعد کیا کیا؟ کسی نے ان کے جانشین پر ظلم کیا، انھیں خلافت سے دور رکھا، کسی نے ان کی پارۂ جگر پر ظلم کیا اور انھیں جلا دینے کی دھمکی دی، ان کے خمس، عطیہ اور میراث کو غصب کرلیا، وصیت نبیؐ کی مخالفت کی، احکام شریعت کو بدل ڈالا، حدیث نبویؐ کو جلا ڈالا، ان کے اہل بیتؑ پر لعنت اور پراگندہ کرکے رسولؐ کو اذیت دی، اور حکومت منافقین و فاسقین و دشمنان خدا و رسولؐ کو سونپ دی اور بہت سی بدعتیں ہیں جو انھوں نے رسولؐ کے بعد کی ہیں۔ وہ عامہ (اہلسنت) سے پوشیدہ ہیں اور وہ اتنے ہی حقائق سے واقف و باخبر ہیں جتنے مکتب خلفاء نے پیش کئے تھے، اس مکتب نے اپنی فنکاری اور شخصی اجتہاد سے احکام خدا و رسولؐ میں تبدیلی کردی اور اس تبدیلی کو بدعت حسنہ

---

[1] صحیح بخاری جلد ۵ ص۶۶ کتاب المغازی باب غزوۂ حدیبیہ۔

کا نام دیا۔

اسی لئے تو میں اپنے سنی بھائیوں سے کہتا ہوں کہ صحابہ کی صحبت سے فریب نہ کھانا۔ جب براء ابن عازب ایسے صف اول کے صحابی کہ جنھوں نے درخت کے نیچے پیغمبر کے ہاتھوں پر بیعت کی وہ کہتے ہیں کہ بھتیجے تمھیں میرا درخت کے نیچے بیعت کرنا اور پیغمبرؐ کی صحبت سے شرفیاب ہونا دھوکہ میں نہ ڈال دے تمھیں نہیں معلوم میں نے ان کے بعد کیا کیا ہے جبکہ درخت کے نیچے بیعت کے بارے میں خدا کا ارشاد ہے :

﴿إنَّ الذين يبايعونك إنّما يبايعون الله يدُ الله فوقَ أيديهم فمن نكث فإنّما ينكثُ على نفسه...﴾
سورۂ فتح، آیت ۱۰

بیشک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ کی بیعت کرتے ہیں اور ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ ہی کا ہاتھ ہے اس کے بعد جو بیعت توڑ دے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔

بہت سے صحابہ نے زمانۂ پیغمبرؐ ہی میں بیعت توڑ دی تھی، رسولؐ نے اپنے ابن عم علیؑ ابن ابیطالب سے ان بیعت توڑنے والوں سے جہاد کرنے کا وعدہ لیا، جیسا کہ تاریخ کی کتابوں میں مرقوم ہے۔

بخاری نے جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ، شام سے تاجروں کا ایک قافلہ آیا جو اپنا کھانا وغیرہ ساتھ لایا تھا ہم پیغمبرؐ کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (جب لوگوں نے قافلہ کی آمد کی آہٹ سنی تو) اکثر نماز توڑ کر بھاگ گئے۔ صرف بارہ افراد جماعت میں باقی بچے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی :

وَاِذَا رَأَوْا تِجَارَةً اَوْلَهْوَا نِانْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَ

تَرَكُوْكَ قَائِمًا ۔ [1]

یہ اصحاب رسولؐ میں سے منافقین کا ایک اور گروہ ہے جس کے پاس نہ تقویٰ ہے نہ خوف خدا و خشوع بلکہ نئے آنے والے قافلہ اور تجارت کے لئے نماز جمعہ سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں اور رسولؐ کو بارگاہ خدا میں عبادت کرتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔

کیا یہ بھی مسلمان ہیں کامل الایمان ہیں ؟ یا یہ منافق ہیں ؟ جو نماز کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے بھرے ہوتے ہیں ۔ ان لوگوں میں سے انھیں کو مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے جو نماز تمام ہونے تک نبیؐ کے ساتھ رہے ۔ واضح رہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد صرف بارہ تھی۔

اگر کوئی صحابہ کے حالات و اخبار کا بغور مطالعہ کرے گا تو ان کے کارناموں کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہو جائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ نماز جمعہ سے متعدد بار فرار کر چکے تھے اسی لئے تو خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّھْوِ وَمِنَ التِّجَارَۃِ ۔

قارئین محترم صحابہ کی نظر میں نماز جمعہ کا احترام عصر حاضر کے مسلمانوں سے زیادہ نہیں تھا جس کا اندازہ آپ اس روایت سے لگا سکتے ہیں ۔

بخاری نے سہیل ابن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ ص۲۲۵ و جلد ۳ ص۲۹ کتاب الجمعہ

ہم روز جمعہ تفریح کر رہے تھے ، ہمارے ساتھ ایک بڑھیا بھی تھی اس کا یہ وتیرہ تھا کہ وہ اس گھاس کی جڑ دیگچے میں ڈالتی تھی کہ جس کو ہم بدھ کے روز بوتے تھے اور اس میں جو کے دانے بھی ڈال دیتی تھی ، اس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا تھا مگر اتنا میں نے بڑھیا سے سنا کہ اس میں چربی نہیں ہے اور نہ ہی روغن نام کی کوئی چیز ہے جب ہم نماز جمعہ کے بعد اس کے پاس گئے تو اس نے وہی ہمارے سامنے پیش کیا ۔ اس لئے ہم جمعہ کے روز تفریح کے لئے نکلتے تھے ، لیکن نماز جمعہ سے قبل نہ ہم سوتے تھے اور نہ کچھ کھاتے تھے ۔

واہ واہ کیا کہنا ان صحابہ کا جو جمعہ کے روز رسولؐ کی زیارت آپؐ کے خطبے اور موعظے کی سماعت اور آپؐ کی اقتدا میں نماز کی ادائیگی اور آپس میں ایک دوسرے کی ملاقات سے اور روز جمعہ کی رحمت و برکت سے خوش نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کی تمام خوشیاں اس مخصوص کھانے کے لئے ہوتی تھیں جسے روز جمعہ بڑھیا تیار کرتی تھی ۔ اگر آج کا کوئی مسلمان یہ کہے کہ روز جمعہ میری خوشی کا باعث کھانا ہوتا ہے تو اس کو لاخیرا سمجھا جائے گا ۔

اور جب ہم اس کی مزید تحقیق اور چھان بین کریں گے تو معلوم ہوگا کہ شکر گزار لوگوں کی قرآن نے مدح سرائی کی ہے وہ صرف بارہ ہیں جو نماز کو چھوڑ کر لہو و لعب میں نہیں گئے ۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو متعدد معرکوں میں نبیؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے ، اور دوسرے پیٹھ پھرا کر بھاگ گئے ۔

بخاری نے براأ ابن عازب سے روایت کی ہے کہ جنگ احد میں نبیؐ نے عبداللہ ابن جبیر کی معیت میں پچاس افراد کو ایک درّہ پر تعینات کیا اور فرمایا کہ جب تک میں تمھارے پاس پیغام نہ بھیجوں اس وقت تک تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا خواہ تم یہ دیکھو کہ پرندے ہمیں نوچ رہے ہیں ۔ جب لشکر اسلام نے کفار کو شکست

دے دی تو ابن جبیر کہتے ہیں میں نے عورتوں کو تیزی کے ساتھ بھاگتے ہوئے دیکھا
کہ ان کی پنڈلیاں کھل گئی تھیں اور انھوں نے لباس سمیٹ لئے تھے عبداللہ ابن جبیر
کے ساتھیوں نے غنیمت، غنیمت چلانا شروع کیا اور کہا تمھارا لشکر کامیاب ہو گیا
اب کیا دیکھ رہے ہو؟ یہ حالت دیکھ کر عبداللہ ابن جبیر نے کہا کیا تم نے رسولؐ کا قول
بھلا دیا؟ لشکر والوں نے کہا قسم خدا کی ہم ضرور لوگوں کے مال غنیمت میں سے لیں گے
پس جب یہ کفار کے قریب گئے تو انھوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا اور مسلمان پسپا
ہو گئے، جب رسولؐ نے انھیں آواز دی تو اس وقت بھی آپؐ کے ساتھ بارہ افراد ہی
تھے (راوی کہتا ہے) اس معرکہ میں ہمارے ستر افراد مارے گئے[۱]

مورخین کا بیان ہے کہ اس غزوہ میں رسولؐ کے ساتھ ایک ہزار
صحابیوں نے شرکت کی تھی۔ اور سب جہاد فی سبیل اللہ کے شوق میں اور جنگ بدر
کی کامیابی کے پیش نظر نکلے تھے لیکن انھوں نے حکم رسولؐ کی مخالفت کی اور شکست
فاش کا سبب بنے۔ اور انھیں کی وجہ سے ستر افراد بھی قتل ہو گئے، قتل ہونے والوں
میں سرفہرست رسولؐ کے چچا جناب حمزہ ہیں، بخاری کا کہنا ہے کہ باقی فرار کر گئے
اور میدان کارزار میں نبیؐ کے ساتھ صرف بارہ افراد باقی بچے تھے اور باقی کا کہیں پتا نہ تھا
۔ لیکن بخاری کے علاوہ دوسرے مورخین نے ثابت رہنے والوں
کی تعداد چار بتائی ہے ان میں سرفہرست علیؑ ابن ابیطالب ہیں جو سامنے سے
رسولؐ کا دفاع کر رہے تھے اور مشرکین کو آپ تک نہیں پہونچنے دیتے تھے اور
پشت سے ابو دجانہ، طلحہ وزبیر حفاظت کر رہے تھے کہا گیا ہے سہیل ابن حنیف
بھی ساتھ تھے۔

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۴ ص ۲۶ کتاب الجہاد والسیر، باب مایکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب۔

ایسے ہی موقعوں پر رسول کا یہ قول ہماری سمجھ میں آتا ہے کہ میں ان (صحابہ) میں سے کسی کو مخلص نہیں پاتا ہوں (اس سلسلہ میں عنقریب بحث آئے گی) حالانکہ جنگ سے فرار کرنے والوں کو خدا نے آتش جہنم سے ڈرایا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذينَ آمنوا إذا لقيتم الذين كفروا زحفاً فلا تولّوهم الأدبار، ومن يولّهم يومئذ دبُره إلاّ متحرّفاً لقتال أو متحيّزاً إلى فئة، فقد باء بغضبٍ من الله ومأواه جهنّمُ وبئسَ المصير﴾ انفال، آیت ۱۵ ۱۶

اے ایمان لانے والو جب کفار سے میدان جنگ میں ملاقات کرو تو خبردار انھیں پیٹھ نہ دکھانا، اور جو آج کے دن پیٹھ دکھائے گا وہ غضب الٰہی کا حقدار ہوگا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا جو بدترین انجام ہے علاوہ ان لوگوں کے جو جنگی حکمت عملی کی بنا پر پیچھے ہٹ جائیں یا کسی دوسرے گروہ کی پناہ لینے کے لئے اپنی جگہ چھوڑ دیں۔

پس ان صحابہ کی کیا قدر و قیمت ہے جو لہو و لعب اور تجارت کے لئے نماز سے اور موت کے خوف سے میدان جنگ سے رسول کو نرغۂ اعدا میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ ان دونوں موقعوں پر تمام صحابہ پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور رسول کے ساتھ زیادہ سے زیادہ بارہ افراد باقی بچے، عقل والو! وہ صحابہ کہاں ہیں؟؟

ممکن ہے کہ بعض محققین ایسی روایات اور واقعات کو پڑھتے وقت ان (واقعات) کو ہلکا پھلکا سمجھیں اور یہ سوچیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے خدا انھیں

معاف کرے گا لیکن اگر صحابہ دوبارہ اس کے مرتکب نہ ہوئے ہوں۔

ہرگز نہیں! بیشک قرآن مجید نے ایسی پست حرکتوں سے ہمیں آگاہ کیا ہے۔ خداوند عالم نے جنگ احد سے ان کے فرار کرنے کو اس طرح بیان فرمایا ہے[1]

﴿ولقد صدقكم الله وعده، إذ تحسّونهم بإذنه حتّى إذا فشلتُم وتنازعتُم في الأمرِ وعصيتُم من بعد ما أراكم ما تحبّون، منكم من يريد الدّنيا ومنكم من يريد الآخرة، ثم صرفكم عنهم ليبتليكم، ولقد عفا عنكم والله ذو فضل على المؤمنين إذ تُصعِدُون ولا تلوون على أحدٍ والرسول يدعوكم في أخراكم فأثابكم غمًّا بغمٍّ لكيلا تحزنوا على ما فاتكم ولا ما أصابكم والله خبيرٌ بما تعملون﴾ آل عمران، آیت ر ۱۵۳

خدا نے اپنا وعدہ اس وقت پورا کر دیا جب تم اس کے حکم سے کفار کو قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ تم نے کمزوری کا مظاہرہ کیا اور آپس میں جھگڑا کرنے لگے اور اس وقت خدا کی نافرمانی کی جب اس نے تمہاری محبوب شئی کو دکھا دیا تھا۔ تم میں کچھ دنیا کے طلبگار تھے۔ اور کچھ آخرت کے۔ اس کے بعد تم کو ان کفار کی طرف سے پھیر دیا تاکہ تمہارا امتحان لیا جائے

---

[1] طاہر ابن عاشور کی تفسیر التحریر والتنویر جلد ر ۴ ص ۱۲۶ تفسیر طبری میں بھی ایسے ہی مرقوم ہے اور یہی چیز بخاری نے بھی اپنی صحیح کی جلد ر ۵ ص ۲۹ پر تحریر کیا ہے۔

اور پھر اس نے تمھیں معاف بھی کر دیا کہ وہ صاحبان ایمان پر
بڑا فضل وکرم کرنے والا ہے، اس وقت کو یاد کرو جب تم بلندی
پر جا رہے تھے اور مڑ کر کسی کو دیکھتے بھی نہ تھے جبکہ رسول پیچھے
کھڑے تمھیں آواز دے رہے تھے۔ جس کے نتیجہ میں خدا نے
تمھیں غم کے بدلے غم دیا تاکہ نہ اس پر رنجیدہ ہو جو چیز ہاتھ
سے نکل گئی اور نہ اس مصیبت پر جو نازل ہو گئی ہے اور
تمھارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

یہ آیتیں جنگ احد کے بعد نازل ہوئی ہیں مسلمانوں کی شکست
اور پسپائی کا سبب مال دنیا کی وہ رغبت تھی جو انھیں اس وقت لاحق ہوئی جب
انھوں نے عورتوں کو اس طرح لباس اٹھائے ہوئے دیکھا کہ ان کی پنڈلیاں نظر
آرہی تھیں۔ جیسا کہ بخاری نے تحریر کیا ہے۔ اور قرآن کے مطابق ان لوگوں نے
خدا ورسول کے حکم کی نافرمانی کی کیا صحابہ نے اس حادثہ کو اہمیت دی اور اس سلسلہ میں
خدا کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کیا اور پھر اس کے مرتکب نہ ہوئے۔؟

ہرگز نہیں انھوں نے توبہ تو کی ہی نہیں بلکہ جنگ حنین میں اس سے
بڑے جرم کے مرتکب ہوئے۔ یہ معرکہ نبیؐ کی حیات طیبہ کے آخری ایام میں ہوا تھا
مورخین کا بیان ہے کہ اس معرکہ میں بارہ ہزار افراد شریک ہوئے تھے۔ اس
کثرت کے باوجود اپنی عادت کے مطابق رسول اللہ کو دشمنان خدا مشرکین کے
نرغہ میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور آپؐ کے ہمراہ بنی ہاشم کے صرف نو، دس
افراد باقی بچے۔ یہاں بھی نمایاں علیؑ ہی نظر آتے ہیں جیسا کہ یعقوبی وغیرہ نے تحریر کیا ہے[1]

---

[1] محمود عباس عقاد عبقریہ خالد ص۶۵

جب جنگ احد سے ان کا فرار کرنا قبیح اور رکیک حرکت تھی تو جنگ حنین سے فرار کرنا قبیح ترین اور پست ترین حرکت تھی کیونکہ جنگ احد میں ایک ہزار صحابہ میں سے آپؐ کے ساتھ فقط چار صابر افراد ثابت قدم رہے گویا ڈھائی سو (۲۵۰) پچاس میں سے ایک باقی بچا تھا۔

لیکن حنین میں بارہ ہزار میں سے فقط دس (۱۰) افراد نے نبیؐ کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ گویا بارہ (۱۲۰۰) سو میں سے ایک باقی بچا تھا۔

جبکہ معرکۂ احد ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں ہوا تھا اور اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور جاہلیت سے وہ زمانہ قریب تھا لیکن جنگ حنین آٹھویں ہجری نبوی کے آخر میں ہوئی تھی اور نبیؐ کی صرف دو سال عمر باقی تھی، اس کثرت و آمادگی کے باوجود کون سی مشکل آن پڑی تھی کہ وہ لوگ سر پہ پیر رکھ کر ایسے بھاگے کہ نبیؐ کی جان کی بھی پرواہ نہ کی۔

قرآن مجید ان کے ذلیل موقف اور میدان جنگ سے فرار کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ويومَ حُنين إذ أعجبتكم كثرتكم فلم تُغنِ عنكم شيئاً، وضاقتْ عليكم الأرض بما رحبتْ ثُمّ ولّيتُم مُدبرين، فأنزل الله سكينته على رسوله وعلى المؤمنين، وأنزل جنوداً لم تروها وعذّب الذين كفروا وذلك جزاء الكافرين﴾ سورۂ توبہ، آیت ۲۵، ۲۶

اور حنین کے دن بھی جب تمھیں اپنی کثرت پر ناز تھا لیکن اس نے تمھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور تمھارے لئے زمین اپنی وسعتوں سمیت تنگ ہوگئی اور اس کے بعد تم پیٹھ پھیر کر

بھاگ نکلے، پھر اس کے بعد خدا نے اپنے رسولؐ اور صاحبانِ
ایمان پر سکون نازل کیا۔ اور وہ لشکر بھیجے جنھیں تم نے نہیں
دیکھا اور کفر اختیار کرنے والوں پر عذاب نازل کیا کہ یہی کافرین
کی جزا اور ان کا انجام ہے۔

خداوند عالم یہ بتا رہا ہے کہ ہم نے اپنے رسولؐ اور صبر کرنے
والوں پر سکینہ نازل کر کے ثابت قدم رکھا اور پھر ملائکہ کے ذریعہ ان کی مدد کی
اور انھوں نے ان کے شانہ بشانہ جنگ کی اور کافروں پر فتحیاب ہوئے، پس
ان مرتد لوگوں کی ضرورت نہیں ہے جو موت کے خوف سے دشمن کے مقابلہ سے
بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح اپنے پروردگار و رسولؐ کی معصیت کی اور
جب بھی خدا نے ان کا امتحان لیا اسی وقت ناکام ثابت ہوئے۔

اس سے زیادہ وضاحت کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ جنگ حنین میں شکست کے سلسلہ میں بخاری کی روایت کو پیش کروں:

بخاری نے خداوند عالم کے اس قول کے متعلق ﴿ویوم
حُنین إذ أعجبتکم کثرتکم فلم تغنِ عنکم شیئاً﴾ کہ قتادہ سے روایت
کی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ:

جنگ حنین میں جب میں نے ایک مسلمان کو ایک
مشرک سے جنگ کرتے دیکھا اور اس (مشرک) کے پیچھے
دوسرا (مشرک) چھپا ہوا تھا۔ جو دھوکے سے مسلمان کو قتل کرنا
چاہتا تھا میں تیزی سے اس دھوکہ دینے والے کی طرف
بڑھا تو اس نے مجھ پر وار کرنے کی غرض سے ہاتھ اٹھایا میں نے
بھی اس کے ہاتھ پر وار کیا تو اس کا ہاتھ کٹ گیا، لیکن اس نے

مجھے پکڑ لیا اور اتنے سخت طریقہ سے دبایا کہ مجھے ڈر لگنے لگا ۔
جب اس نے مجھے تھوڑی مہلت دی تو میں نے اس کو ڈھکیل
دیں اور پھر قتل کر دیا ، بعد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو انکے
ساتھ میں بھی پسپا ہوگیا۔ جب مجھے عمر ابن خطاب ملے تو
میں نے ان سے کہا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ؟ انھوں نے
کہا یہ تو حکم خدا ہے ۔ [1]

قسم خدا کی مجھے عمر ابن خطاب پر بہت تعجب ہوتا ہے
کیونکہ وہ اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ میں سب سے بڑے دلیر و شجاع شمار ہوتے ہیں " جبکہ وہ تمام
صحابہ سے زیادہ دلیر و شجاع نہیں تھے " ، اہلسنت روایت کرتے ہیں کہ اللہ نے
عمر کے ذریعہ اسلام کو عزت دی ہے ، جب وہ اسلام لائے تو مسلمانوں نے
لوگوں کو کھلم کھلا اسلام کی دعوت دی ہے جبکہ حقیقی اور واقعی تاریخ ہمیں یہ بتاتی
ہے کہ عمر جنگ احد میں پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تھے ، اسی طرح خیبر میں بھی پشت
دکھا کر فرار کر گئے تھے اگرچہ رسولؐ نے انھیں لشکر دے کر قلعہ خیبر فتح کرنے
کے لئے بھیجا تھا ، لیکن ناکام واپس آگئے ، لشکر انھیں (عمر کو) اور یہ لشکر کو
بزدل کہتے تھے ۔ [2]

اور حنین میں بھی تمام فراریوں کے قدم بقدم بھاگ گئے شاید
سب سے پہلے ہی بھاگے تھے ، دوسرے لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا۔ کیونکہ (اہلسنت
کے بقول) یہی شجاع تھے ، جب بہادر و شجاع ہی بھاگ کھڑا ہو گا تو پھر کون ٹھہرے گا

---

[1] بخاری جلد ۵ ص۱۰۱ کتاب المغازی فی باب قول اللہ تعالیٰ " اذا عجبتکم کثرتکم ۔۔۔ "

[2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص۳۷ ، ذہبی نے اپنی تلخیص میں تحریر کیا ہے ۔

اور شاید اسی لئے ہم ابو قتادہ کو پسپا ہونے والوں میں عمر ابن خطاب سے مخاطب پاتے ہیں، اور قتادہ ان سے تعجب سے پوچھتے ہیں لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ؟ — عمر ابن خطاب نے میدان جنگ سے بھاگنے اور رسول اللہ کو دشمنوں کے درمیان چھوڑنے ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ ابو قتادہ کو یہ فریب بھی دیا کہ یہ تو حکم خدا ہے

کیا عمر ابن خطاب کو جنگ سے فرار کرنے کا حکم خدا نے دیا تھا۔

یا خدا نے انھیں میدان جنگ میں ثابت قدمی اور صبر و استقامت سے جمے رہنے کا حکم دیا تھا ؟ خدا نے انھیں اور ان کے اصحاب کو یہ حکم دیا تھا:

﴿یا أیها الذین آمنوا إذا لقیتُم الذین کفروا زحفاً فلا تولّوهم الأدبار﴾ انفال / آیت ۱۴

اے ایمان لانے والو جب میدان جنگ میں کافروں سے مقابلہ ہو تو انھیں پیٹھ نہ دکھانا۔

جیسا کہ خداوند عالم نے ان سے اور ان کے اصحاب سے جنگ سے نہ بھاگنے کا عہد لیا تھا چنانچہ ارشاد ہے :

﴿ولقد کانوا عاهدوا الله من قبلُ لا یولّون الأدبارَ وکان عهد اللّهِ مسؤولاً﴾ احزاب / آیت ۱۵

اور ان لوگوں نے اللہ سے یقینی عہد کیا تھا کہ ہرگز پیٹھ نہیں پھرائیں گے اور اللہ کے عہد کے بارے میں بہر حال سوال کیا جائے گا۔

پس ابو حفصہ (عمر) کیسے میدان جنگ سے پشت پھرا کر بھاگ رہے ہیں اور طرہ یہ کہ اسے یہ خدا کا حکم کہہ رہے ہیں ؟؟ وہ واضح آیات کہاں ہیں یا ان کے قلوب پر قفل لگے ہوئے ہیں ؟

فی الحال ہم عمر ابن خطاب کی شخصیت سے بحث نہیں کرنا چاہتے
بلکہ اس کے لئے ہم عنقریب مخصوص باب قائم کریں گے ۔ لیکن بخاری کی یہ حدیث
اس سے زیادہ تبصرہ چاہتی ہے جب کہ طائرانہ نظر اس کی اجازت نہیں دیتی ہے ۔
اس وقت اہم چیز خود بخاری کی یہ گواہی ہے کہ صحابہ اپنی کثیر تعداد کے باوجود جنگ حنین
سے فرار کر گئے تھے اور جو شخص ان جنگوں کے سلسلہ میں تاریخی کتابوں کا مطالعہ
کرے گا اس پر عجائبات کی دنیا آشکار ہو جائے گی ۔
اور جب اکثر صحابہ خدا کے حکم کی اطاعت نہیں کرتے تھے
جیسا کہ گذشتہ بحث میں ہم دیکھ چکے ہیں، تو ان کا حیات رسولؐ میں حکم رسولؐ سے
اعراض کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے ۔ لیکن آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے احکام
میں ردوبدل اور ان سے چشم پوشی کی، اس سلسلہ میں یہاں چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں

صحابہ اور رسولؐ کی اطاعت !

ہم نبیؐ کے ان اوامر سے ابتدا کر رہے ہیں جو آپؐ نے اپنی
حیات میں صحابہ کو دئے اور صحابہ نے ان سے تمرد و سرکشی کی ۔
ہم اختصار کے پیش نظر اور دیگر صحاح اہلسنت سے چشم پوشی
کرتے ہوئے صرف بخاری کی روایتوں پر اکتفا کرتے ہیں اگرچہ ان (صحاح) میں
بہت زیادہ اور واضح عبارتیں موجود ہیں ۔
بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۳ کی "کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحہ
مع اہل الحرب" میں صلح حدیبیہ کے قصہ اور رسولؐ سے عمر ابن خطاب کی بے ادبانہ

گفتگو کے بعد اور صلح پر رسولؐ کی موافقت۔ اس سلسلہ میں عمر کا شک یہاں تک کہ عمر نے کہدیا کہ کیا آپ خدا کے برحق نبیؐ نہیں ہیں؟ تحریر کیا ہے کہ:

جب نبیؐ صلح نامہ سے فراغت حاصل کر چکے تو اصحاب سے فرمایا کہ اٹھو! اپنی اپنی قربانی کرو اور سر منڈواؤ، بخاری لکھتے ہیں کہ صحابہ میں سے کوئی نہ اٹھا یہاں تک کہ نبیؐ نے تین مرتبہ اسی جملہ کی تکرار کی اس کے باوجود کوئی نہ اٹھا تو آپؐ ام سلمہ کے پاس تشریف لائے اور لوگوں کی حالت بتائی۔ لہ

قارئین محترم کیا آپ کو نبیؐ کے حکم سے صحابہ کی سرکشی پر تعجب نہیں ہے حالانکہ نبیؐ نے تین مرتبہ حکم دیا لیکن کسی نے بھی تعمیل نہ کی؟؟

میں یہاں اس گفتگو کو بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جو میری کتاب "ثم اهتديت" کے چھپ جانے کے بعد میرے اور تیونس کے بعض علماء کے درمیان ہوئی تھی۔ کیونکہ انھوں نے صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں میرا حاشیہ پڑھا تھا۔ انھوں نے اپنے لحاظ سے اس فقرے پر کہ صحابہ نے رسولؐ کے حکم سے سرتابی کی تھی اس طرح حاشیہ لگایا کہ صحابہ میں علیؑ ابن ابیطالب بھی شامل ہیں انھوں نے بھی حکم رسولؐ کی اطاعت نہیں کی، میں نے ان کے شایان شان جواب دیا:

اولاً یہ کہ علیؑ ابن ابیطالب صحابہ میں شمار نہیں ہوتے تھے، کیونکہ وہ رسولؐ کے ابن عم آپؐ کی بیٹی کے شوہر اور آپؐ کے فرزندوں کے والد تھے اور پھر علیؑ رسولؐ کے ہمراہ ایک طرف اور دیگر صحابہ ایک طرف تھے۔ پس جب راوی صحیح بخاری میں یہ کہتا ہے کہ نبیؐ نے صحابہ کو قربانی اور تقصیر کا حکم دیا تو اس نے صحابہ کے ضمن میں

لہ صحیح بخاری جلد ۳ ص۱۸۲

علیؑ کو شمار نہیں کیا۔ کیونکہ وہ تو رسولؐ کے لئے ایسے ہی تھے جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسولؐ پر صلوٰۃ اس وقت تک کامل نہیں ہوتی جب تک اس میں آل کو شامل نہ کیا جائے۔ اور بلا اختلاف علیؑ آل محمدؐ کے سردار ہیں پس ابوبکر و عمر اور عثمان و دیگر صحابہ پر صلوات بھیجنا صحیح نہیں ہے۔ مگر یہ کہ اس صلوات میں علیؑ ابن ابیطالب اور محمدؐ ابن عبداللہ کا ذکر بھی ہو۔

ثانیاً — رسولؐ ہمیشہ اپنے بھائی علیؑ کو اپنے ہدیہ میں شریک رکھتے تھے جیسا کہ حجۃ الوداع اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جب حضرت علی علیہ السلام یمن سے حج کے لئے تشریف لائے تو رسولؐ نے دریافت کیا اے علیؑ تم نے کس نیت سے احرام باندھا۔ عرض کی جو رسولؐ کی نیت ہے پس نبیؐ نے انھیں اپنے ہدیہ میں شریک فرمایا؛ اس واقعہ کو تمام محدثین و مورخین نے تحریر کیا ہے۔ پس صلح حدیبیہ کے دن بھی علیؑ آنحضرتؐ کے شریک ہوں گے۔

ثالثاً — حدیبیہ میں صلح نامہ رسولؐ کے املاء سے علیؑ ہی نے تحریر فرمایا تھا۔ اور آپ نے اپنی پوری حیات میں اس سلسلہ میں کوئی اعتراض نہیں کیا نہ حدیبیہ سے متعلق اور نہ ہی دوسری شئی کے بارے میں۔ اور نہ ہی تاریخ نے یہ بتایا ہے کہ علیؑ نے رسولؐ کے حکم کی تعمیل میں کوئی تاخیر کی ہو یا کبھی کسی حکم سے روگردانی کی ہو۔ ہرگز نہیں۔ اور ایک مرتبہ بھی کسی میدان سے اپنے بھائی کو نرغۂ اعدا میں چھوڑ کر فرار نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ خود کو آپؐ پر قربان کرتے تھے۔ مختصر یہ کہ علیؑ نفس رسولؐ تھے، اسی لئے تو نبیؐ فرماتے ہیں۔ میرے اور علیؑ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے مسجد میں مجنب ہونا جائز نہیں ہے۔ [1]

---

[1] صحیح ترمذی جلد ۵ ص ۳۰۳۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۷۲، صواعق محرقہ ابن حجر ص ۱۲۱

میں نے اپنے دوستوں میں سے اکثر افراد کو اس بات پر قانع کیا اور انھوں نے اعتراف کیا کہ علیؑ نے اپنی پوری حیات میں کبھی حکم رسولؐ کی مخالفت نہیں کی۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۸ کی کتاب "الاعتصام بالکتاب والسنہ" "کراھیۃ الخلافہ" والے باب میں عبد اللہ ابن عباس سے نقل کیا ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ:

آپؐ کے احتضار کے وقت لوگوں سے گھر بھرا ہوا تھا ان میں عمر ابن خطاب بھی تھے رسولؐ نے فرمایا کہ:
لاؤ تمھارے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ عمر نے کہا: بیشک نبیؐ پر درد کی شدت ہے اور تمھارے پاس قرآن موجود ہے (جب ہمارے پاس قرآن ہے تو) ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے۔ اس بات سے لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا، اور شور و غل بڑھ گیا، بعض نے کہا نبیؐ سے وہ نوشتہ لکھوالو کہ جس سے تم کبھی گمراہ نہ ہوسکو۔ بعض نے عمر کا ہی قول دہرایا۔ جب نبیؐ کے پاس شور وغل زیادہ ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا: تم لوگ میرے پاس سے چلے جاؤ۔
ابن عباس کہتے ہیں سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ نبیؐ کو وہ نوشتہ نہ لکھنے دیا۔ [1]

نبیؐ کا یہ دوسرا حکم ہے جس سے صحابہ نے آپؐ کے سامنے ہی انکار

---

[1] صحیح بخاری جلد ۸ ص ۱۶۱ و جلد ۱ ص ۳۷ و جلد ۵ ص ۱۳۸

کردیا اور اس طرح نبیؐ کی اہانت کی۔

یہ بات مدنظر رہے کہ عمر ابن خطاب نے نبیؐ کے دوات وقلم طلب کرنے پر جسارت کے ساتھ لوگوں کو قلم و دوات دینے سے منع کر دیا اور کہہ دیا معاذ اللہ رسولؐ ہذیان بک رہے ہیں۔

لیکن بخاری نے اس عبارت کو بہت ہی اچھے طریقہ سے بدل دیا اور لفظ ہذیان کو "غلب الوجع" سے بدل دیا کیونکہ اس جملہ کے قائل عمر ابن خطاب ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ بخاری جہاں روایت سے عمر کے نام کو حذف کرتے ہیں تو وہاں "جمع کا صیغہ" "فقالوا! ھجر رسول اللہ یعنی لوگوں نے کہا رسولؐ ہذیان بک رہے ہیں۔ نقل حدیث میں یہ ہے بخاری کی امانتداری (اس سلسلہ میں ہم عنقریب ایک مخصوص باب تحریر کریں گے)

بہر حال یہ تو اکثر محدثین و مورخین نے لکھا ہے کہ عمر ابن خطابؓ نے نبیؐ کے سامنے کہا: رسولؐ (معاذ اللہ) ہذیان بک رہے ہیں اور بیشتر صحابہ نے عمر کا اتباع کیا اور ان لوگوں نے نبیؐ کے سامنے وہی بات کہی جو عمر نے کہی تھی۔

ہم تصور کریں کہ رسولؐ کی بزم میں جو اختلاف، شور و ہنگامہ اور یہ گستاخیاں ہوئیں ہیں اگرچہ تاریخ کی کتابوں نے انھیں ذکر کیا ہے مگر جو کچھ وہاں پیش آیا تھا اس کی مختصر سی جھلک ہے۔ (کیونکہ صحیح حالات کا اندازہ مشاہدہ ہی سے ہوتا ہے) مثلاً ہم نے کتابوں میں جناب موسیٰ کے واقعات پڑھے ہیں لیکن اگر اس کو فلم کی صورت میں ہمیں دکھایا جائے تو اس کی بات ہی دوسری ہوتی ہے۔ (شنندہ کے بود مانند دیدہ)

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۷ کی کتاب الادب کے باب "ما یجوز من الغضب والشدۃ لامر اللہ عز وجل" میں روایت کی ہے کہ

رسولؐ نے ایک چٹائی بنائی اور جب رسولؐ نماز کی غرض سے اس پر کھڑے ہوئے تو بہت سے لوگوں نے آپؐ کا اتباع کیا اور آپ کے ہمراہ نماز ادا کی رات میں وہ لوگ پھر جمع ہوئے لیکن رسولؐ ان سے کبیدہ خاطر ہو چکے تھے اس لئے انکے پاس نہیں گئے لیکن ان لوگوں نے شور مچانا اور دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔ تو آپؐ غیظ کے عالم میں نکلے اور فرمایا: تم اپنی بدعت پر ابھی تک باقی ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے عنقریب تم اس نماز کو واجب سمجھنے لگو گے ———— ———— واجب نمازوں کے علاوہ نماز کے لئے سب سے بہترین جگہ گھر ہے

افسوس کہ عمر ابن خطاب نے رسولؐ کے حکم کی مخالفت کی اور اپنی خلافت کے زمانہ میں لوگوں کو نماز نافلہ پر جمع کر لیا اور کہا کہ یہ بدعت ہے اور کتنی اچھی بدعت ہے۔ [2]

اور اس بدعت میں ان صحابہ نے عمر کا اتباع کیا جو ان کی رائے کو صحیح سمجھتے اور ان کے ہر قول و فعل کی تائید کرتے تھے لیکن علیؑ ابن ابیطالبؑ اور اہل بیتؑ کہ جو صرف اپنے سردار رسولؐ کے حکم کی تعمیل کرتے تھے اور کسی چیز سے اس کا سودا نہیں کرتے تھے انھوں نے عمر کی مخالفت کی اور جب ہر بدعت، ضلالت اور جہنم کا باعث ہے تو تم اس بدعت کے بارے میں کیا کہتے ہو جو رسولؐ کے حکم کی مخالفت کے سبب وجود میں آئی ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۵ کی کتاب المغازی کے۔ "غزوۂ زید ابن حارث" والے باب میں ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ابن عمر نے کہا

---

[1] صحیح بخاری جلد ۷ ص۹۹ و جلد ۲ ص۲۵۲ و جلد ۳ ص۱۶۸

[2] صحیح بخاری جلد ۲ ص۲۵۲ کتاب صلاۃ التراویح

رسولؐ نے اسامہ کو ایک گروہ کا امیر بنایا تو ان لوگوں نے اس کی امارت کی مخالفت کی تو رسولؐ نے فرمایا: اگر تم اس کی امارت سے خوش نہیں ہو تو اس کے والدین کی امارت سے بھی خوش نہیں تھے اور خدا کی قسم وہ امارت کے مستحق اور مجھے سب سے زیادہ عزیز تھے اور اس کے بعد مجھے یہ عزیز ہے۔ [1]

اس واقعہ کو مورخین نے تفصیل سے لکھا ہے کہ انھوں نے رسولؐ کو اس قدر غضبناک کیا تھا کہ آپؐ نے لشکر اسامہ کی مخالفت کرنے والوں پر لعنت کی۔ یہ وہ کمسن قائد و رہبر ہے جس کی عمر سترہ سال ہے اور رسولؐ نے اس لشکر کا امیر بنایا ہے کہ جس میں ابوبکر و عمر، طلحہ و زبیر، عبد الرحمٰن ابن عوف اور قریش کی بہت سی بزرگ ہستیاں موجود ہیں لیکن اس لشکر میں علیؑ ابن ابیطالب کو شامل نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے شیعوں میں سے کسی کو اس میں شریک ہونے کا رسولؐ نے حکم دیا تھا

لیکن بخاری ہمیشہ صحابہ، سلف کی عزت بچانے کے لئے واقعات کو مختصر اور احادیث کو کتر و بیونت کے ساتھ نقل کرتے ہیں اس کے باوجود ان کی نقل کردہ احادیث میں اتنا کچھ موجود ہے۔ جو ایک حق کے طلبگار کے لئے کافی ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۲ کی کتاب الصوم کے باب التنکیل لمن اکثر الوصال، میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ:

---

[1] صحیح بخاری جلد ۵ ص ۸۴

رسولؐ نے روزہ کی حالت میں ہمبستری کرنے سے روکا تو ایک شخص نے کہا یا رسولؐ اللہ آپ تو وصال کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ: تم میں سے میرے مثل کون ہے؟ مجھے میرے رب نے شکم سیر اور سیراب کیا ہے۔ جب انھوں نے وصال سے باز رہنے سے انکار کر دیا اور آئے دن وصال ہوتا رہا یہاں تک کہ رویت ہلال ہو گئی۔ اگر وہ ایسا ہی کرتے رہتے تو میں ان پر نفرین کرتا

کیا کہنا ان صحابہ کا کہ رسولؐ جنھیں کسی چیز سے روکتے تھے لیکن وہ اس سے باز نہیں رہتے تھے آپ انھیں بار بار روکتے مگر وہ تھے کہ سنتے ہی نہ تھے کیا انھوں نے خدا کا یہ قول نہیں پڑھا تھا:

﴿وما أتاكم الرّسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا واتّقوا الله إنّ الله شديد العقاب﴾ حشر، آیت ۷

جو تم کو رسولؐ دے دیں وہ لے لیا کرو اور جس سے منع کریں اس سے بعض آؤ اور خدا سے ڈرتے رہو بیشک خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔

باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کی مخالفت پر شدید عذاب کی دھمکی دی ہے پھر بھی بعض صحابہ خدا کے وعدۂ عذاب اور اسکی تہدید کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے تھے۔

جب وہ اس صفت کے حامل تھے تو ان کے نفاق میں کیا شک ہے اگرچہ وہ ظاہر بظاہر بکثرت نماز پڑھتے اور روزے رکھتے تھے اور دین کے امور میں اتنے شدت پسند تھے کہ اپنی عورتوں سے نکاح تک کو حرام سمجھتے تھے کہ کہیں وہ ان عورتوں کے ساتھ جماع نہ کرے۔

وہ اس فعل سے پرہیز کرتے تھے جس کو خود رسولؐ انجام دیتے تھے جیساکہ گزشتہ بحث میں بیان ہو چکا ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۵ کی کتاب المغازی کے باب "بعث النبی خالد بن ولید الیٰ بنی جذیمہ" میں زہری سے اور انھوں نے سالم سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا:

رسولؐ نے خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کے پاس بھیجا تاکہ انھیں اسلام کی دعوت دیں لیکن انھوں نے اسلمنا (ہم اسلام لائے) کہنا پسند نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ ہم نے بت پرستی چھوڑ دی ہے۔ پس خالد نے ان میں سے بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو قیدی بنا لیا اور ہم لوگوں میں سے ہر ایک کے سپرد ایک ایک قیدی کر دیا۔ یہاں تک کہ خالد نے ایک روز ان قیدیوں کے قتل کا حکم بھی دے دیا۔ تو میں نے کہا قسم خدا کی میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ ہی میرے دوسرے ساتھیوں نے اپنے قیدیوں کو قتل کیا یہاں تک کہ ہم رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو رسولؐ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کرکے دو مرتبہ فرمایا: پروردگار میں خالد کے اس ظلم سے بری ہوں۔ (صحیح بخاری جلد ۵ ص۱۰۷ و جلد ۸ ص۱۱۸)

مورخین نے اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس کی علت بھی لکھی ہے کہ خالد بن ولید اور اس کی اطاعت کرنے والے صحابہ اس جرم کے کیوں مرتکب ہوئے۔ اور اس سلسلہ میں "کہ مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے" رسولؐ کے حکم کی تعمیل نہیں کی وہ قتل سب سے بڑا جرم ہے جس میں نیک افراد کا خون

بہایا جاتا ہے ۔ اور پھر نبیؐ نے اسلام کی دعوت دینے کا حکم دیا تھا نہ کہ ان کے قتل کرنے کا ۔

لیکن خالد پر جاہلیت والے جھگڑے اور شیطانی حمیت غالب آگئی تھی ۔ اس کا سبب یہ تھا کہ بنی جذیمہ نے زمانۂ جاہلیت میں خالد کے چچا الفاکہ ابن المغیرہ کو قتل کیا تھا لہٰذا خالد نے انھیں فریب دیا اور اپنے لشکر والوں سے کہا کہ تم اپنا اسلحہ رکھ دو کیونکہ یہ لوگ اسلام لے آئے ہیں اور اس کے بعد انھیں حکم دیا کہ پسِ گردن ان لوگوں کے ہاتھ باندھ دو اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا ۔

جب بعض مخلص صحابہ کو خالد کی اس دشمنی کی اطلاع ملی تو خالد کے لشکر سے بھاگ کر نبیؐ کے پاس آئے اور روداد سنائی تو آپؐ نے خالد کا اس فعل سے برأت کا اظہار فرمایا ۔ اور علیؑ ابن ابیطالب کو بھیج کر ان کے جان و مال کی دیت ادا فرمائی اس حادثہ کی مختصر تفصیل کے لئے "عباس محمود العقاد" کی "عبقریۂ خالد" کا مطالعہ کافی ہے عقاد مذکور کتاب کے ص۷۵ ص۸۵ پر رقم طراز ہیں ۔

فتح مکہ کے بعد رسولؐ دیہاتوں کو بتوں کی پرستش سے پاک کرنے کی طرف متوجہ ہوئے ، ان میں بسنے والے قبائل کی طرف دعوت اسلام کے لئے چھوٹے چھوٹے لشکر روانہ کئے ان لشکروں میں سے ایک لشکر خالد ابن ولید کا تھا جو انصار و مہاجرین و بنی سلیم کے تین سو پچاس افراد پر مشتمل تھا اس لشکر کو بنی جذیمہ کی طرف انھیں دعوت اسلام دینے کے لئے بھیجا تھا ان لوگوں کو قتل کا حکم نہیں دیا تھا ۔ زمانۂ جاہلیت میں قبیلہ جذیمہ انتہائی شر پسند تھا اور لوگ اسے خون کا لوتھڑا کہتے تھے ان کی خونریزیوں میں سے ایک خالد کے چچا الفاکہ ابن المغیرہ اور اس کے چچا زاد بھائی اور عبد الرحمٰن ابن عوف کے والد کا قتل بھی ہے

اور بنی سلیم میں سے مالک ابن شرید اور اس کے تین بھائیوں کا قتل ہے اور ان کے علاوہ اور بہت سے قبائل ہیں۔

جب خالد ابن ولید ان کے قریب پہونچا اور انھیں بھی یہ اطلاع ہوگئی کہ اس کے ساتھ بنی سلیم بھی ہیں تو بنی جذیمہ مسلح ہوکر جنگ کے لئے آمادہ ہوئے اور خالد کو وہاں اترنے سے منع کر دیا تو خالد نے دریافت کیا کہ کیا تم مسلمان ہو؟ بعض لوگوں نے کہا جی ہاں! اور بعض نے کہا کہ ہم نے بت پرستی چھوڑ دی ہے پھر خالد نے کہا کہ تم اگر مسلمان ہو تو یہ ہتھیار کیوں اٹھائے ہوئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے اور قوم عرب کے درمیان دشمنی ہے۔ ہمیں یہ خوف تھا کہ کہیں تم لوگ وہی تو نہیں ہو۔ اس لئے ہم نے اسلحہ اٹھالیا! پس خالد نے اپنے لشکر والوں سے کہا کہ اسلحہ رکھ دو ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ ان میں سے جحدم نامی ایک شخص نے چیخ کر کہا: اے جذیمہ کی اولاد ویل ہو تم پر قسم خدا کی خالد اسلحہ رکھوا لینے کے بعد تمھیں گرفتار کرے گا اور اس کے بعد گردن مروا دے گا قسم خدا کی میں تو کبھی اپنا اسلحہ نہیں رکھوں گا لیکن لوگوں نے اس سے بھی اسلحہ رکھوالیا اور کچھ افراد متفرق ہوگئے۔

اس کے بعد خالد نے ان لوگوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور پھر قتل کرنے کے لئے کہہ دیا۔ بنی سلیم نے اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے انھیں قتل کیا اور انصار و مہاجرین قتل کرنے سے یہ کہہ کے مکر گئے کہ رسولؐ نے ہمیں قتال کے لئے نہیں بھیجا ہے۔ جب اس سانحہ کی خبر آپؐ تک پہونچی تو آپؐ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرکے تین بار فرمایا۔ پروردگار خالد بن ولید نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بری ہوں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے علی ابن ابیطالب کو بنی جذیمہ کے پاس بھیجا اور ان کے جان و مال کی دیت دلائی۔

اس حادثہ سے ان بزرگ صحابہ کے درمیان خلفشار پیدا ہو گیا
جو اس سریہ میں شریک ہوئے تھے۔ اور جو شریک نہیں ہوئے تھے یہاں تک کہ
عبدالرحمن ابن عوف نے صاف صاف کہہ دیا کہ خالد نے جان بوجھ کر لوگوں کو قتل
کیا ہے۔ تاکہ اپنے چچا کا انتقام لے سکے ۔ یہ تھا عقاد کا بیان۔

یہ تھی وہ عبارت جس کو عقاد نے اپنی عبقریہ خالد میں قلمبند کیا ہے
لیکن عقاد بھی اہلسنت کے دوسرے مفکرین کی طرح اس قصہ کو لکھنے کے بعد خالد کو بری
قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کی ان باتوں میں کوئی دم خم نہیں ہے نہ ہی عقل سلیم اسے
قبول کرتی ہے۔ عقاد کے پاس "عبقریۃ الخالد" لکھنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار
ہی نہ تھا۔

جب کہ اس عذر کی حقیقت "تار عنکبوت" سے زیادہ نہیں
ہے۔ جو بھی مطالعہ کرے گا وہ اس بے جا دفاع سے آگاہ ہو جائے گا۔

معلوم نہیں کیسے انھوں نے عذر تراشی سے کام لیا۔ جبکہ وہ خود
اپنی تحریر میں اس بات کا اقرار کر چکے ہیں کہ نبیؐ نے خالد ابن ولید کو ان کے پاس
دعوت اسلام کے لئے بھیجا تھا قتال کا حکم نہیں دیا تھا۔ عقاد اس بات کا اعتراف
بھی کر چکے ہیں کہ بنی جذیمہ نے ہتھیار و اسلحہ سجا لئے تھے۔ لیکن خالد نے جب اپنے لشکر
والوں سے کہا کہ تم اپنا اسلحہ اتار دو کیونکہ یہ لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں تو بنی جذیمہ
اس کے فریب میں آگئے۔ عقاد یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ جحدم نے ہتھیار رکھنے
سے منع کر دیا اور اپنی قوم والوں سے کہا کہ عنقریب تم خالد کے فریب میں آجاؤ گے
نیز اس نے کہا: ویل ہو تم پر بنی جذیمہ یہ خالد ہتھیار رکھوا لینے کے بعد تمھیں
قید کرے گا اور گرفتار کرنے کے بعد گردن زدنی یقینی ہے قسم خدا کی میں کبھی
ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔ عقاد ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ بنی جذیمہ نے اس سے بھی اصرار کے بعد

ہتھیار ڈلوا دیئے۔ اس سے ان کے اسلام اور ان کی حسن نیت کا پتا چلتا ہے۔

____ پس جب رسولؐ نے دعوت اسلام کے لئے بھیجا تھا اور جنگ کا حکم نہیں دیا تھا۔ جیسا کہ جناب عقاد خود فرما چکے ہیں تو نبیؐ کے حکم کی مخالفت کے سلسلہ میں خالد کے پاس کون سا عذر ہے؟ عقاد صاحب یہ ایسا معمہ ہے جسے آپ حل نہیں کر سکتے۔

اور جب بنی جذیمہ نے ہتھیار ڈال دئے تھے۔ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر چکے تھے اور اپنے اس دوست پر بھی قابو پا گئے تھے جس نے ہتھیار نہ ڈالنے کی قسم کھائی تھی جیسا کہ عقاد صاحب آپ اعتراف کر چکے ہیں تو پھر ان لوگوں کو دھوکہ دے کر قتل کرنے اور ان سے ہتھیار رکھوانے کے سلسلہ میں خالد کے پاس کون سا عذر ہے؟

آپ ہی یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ خالد نے پہلے ان کے ہاتھ باندھنے کا حکم دیا اور بعد میں قتل کر دیا یہ دوسرا معمہ ہے جسے عقاد صاحب آپ حل نہیں کر سکتے ہیں۔ کیا اسلام مسلمانوں کو ان لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جو ان سے جنگ نہیں کرتے؟ اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ انھوں نے (بنی جذیمہ) مسلمان ہونے کا اعلان نہیں کیا تھا تو یہ بات دشمن اسلام مستشرقین کے لئے حجت ہے جسے آج وہ رواج دے رہے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ اعتراف کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ان لوگوں کو جنگ کا حکم نہیں دیا تھا۔ جیسا کہ آپ خود تحریر کر چکے ہیں کہ مہاجرین و انصار نے خالد کا حکم نہیں مانا اور اسیر کو اس لئے قتل نہیں کیا کہ نبیؐ نے قتل کا حکم نہیں دیا تھا پس عقاد صاحب خالد کے لئے جو آپ عذر خواہی کر رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

عقاد کی رد کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ انھوں نے اپنے عذر کو خود باطل کر دیا اور سب کچھ کرنے کے بعد یہ کہکر خود ہی برباد کر دیا کہ :

اس سریہ میں حاضر ہونے والے اور حاضر نہ ہونے والے بزرگ صحابہ کے درمیان شدید اختلاف اور دشمنی ہو گئی پس جب جلیل القدر صحابہ خالد کے دشمن ہو گئے یہاں تک کہ اس کے لشکر سے فرار کر کے نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خالد کی شکایت کی اور عبد الرحمٰن ابن عوف نے خالد پر یہ اتہام لگایا کہ اس نے جان بوجھ کر ان لوگوں کو اپنے چچا کے انتقام میں قتل کیا ہے ۔ جیسا کہ عقاد نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے ۔

اور جب رسولؐ نے آسمان کی طرف ہاتھوں کو بلند کر کے تین مرتبہ فرمایا تھا کہ پروردگار ! خالد ابن ولید کے کرتوت سے میں بری ہوں ۔

اور جب نبیؐ نے علیؑ کو اموال دے کر اس لئے بھیجا تھا کہ بنی جذیمہ کے خون اور مال کی دیت ادا کریں جس سے وہ راضی ہو جائیں ۔ جیسا کہ خود عقاد کا بیان ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے ۔ لیکن خالد نے ان پر ظلم و تعدی کی ۔ کیا کوئی خالد کا دفاع کرنے والا عقاد سے یہ سوال کر سکتا ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ نبیؐ نے تین مرتبہ خدا سے خالد کے فعل سے برات کا اقرار کیا تھا ؟ کیا تمھیں خبر نہیں ہے کہ جلیل القدر صحابہ خالد سے متنفر ہو گئے تھے ؟ یا وہ صحابہ کہ جو اس کے ساتھ تھے اس کی غلط حرکتوں کو دیکھ کر سریہ سے بھاگ آئے تھے ۔ یا عبد الرحمٰن ابن عوف کہ جو ان کے ساتھ سریہ میں تھے کیا وہ خالد کو عقاد سے زیادہ نہیں پہچانتے تھے ؟ کہ جنھوں نے خالد پر یہ

الزام لگایا کہ اس نے اپنے چچا کے انتقام میں جان بوجھ کر سب کو قتل کیا ہے
خدا اس اندھے تعصب اور جاہلیت والی حمیت کا برا کرے
کہ جس نے عقاد کو اندھا بنا دیا اور نے اس واقعہ کو صرف چار سطروں میں
لکھا ہے۔ لیکن جو کچھ بخاری نے لکھا ہے وہ بھی خالد اور ان صحابہ کی رسوائی کے لئے
کافی ہے جنھوں نے نیکو کار مسلمانوں کے قتل میں اس کی اطاعت کی جیسے عقاد
نے تحریر کیا ہے کہ بنی سلیم نے اس سلسلہ میں خالد کی اطاعت کی اور دیگر اعراب
نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ لیکن بخاری نے خالد کی اطاعت کرنے والے صحابہ میں
سے صرف دو یا تین کو مستثنیٰ کیا ہے۔ وہ بھی جو لشکر سے فرار کر کے نبیؐ کے پاس
آئے اور خالد کی شکایت کی جناب عقاد آپ کے بس کی بات نہیں ہے کہ اس
سلسلہ میں آپ مجھے قانع کر دیں کہ انصار و مہاجرین کی تعداد تین سو پچاس تھی جیسا کہ
آپ نے خود تصریح کی ہے کہ جنھوں نے خالد کی اس قتل کے سلسلہ میں
اطاعت نہیں کی اور سب کے سب لشکر سے بھاگ کھڑے ہوئے آپ کی اس
بات کی کوئی بھی محقق تصدیق نہیں کرے گا۔

لیکن آپ نے اپنے صحابہ کی عزت بچانے کی کوشش کی ہے
اور ہر طرح حقیقت کو چھپانے کی سعی کی ہے۔ لیکن اب پردہ اٹھانے اور حق کی
معرفت کا وقت آگیا ہے۔

خالد ابن ولید کے اور نہ جانے کتنے سیاہ کرتوت ہیں کہ جن
سے ہمیں تاریخ آگاہ کرتی ہے۔ خصوصاً روز لبطاح کہ جب ابوبکر نے خالد کو اس
لشکر کا سردار بنایا جس میں صحابۂ اولین شریک تھے تو اس موقع پر بھی اس نے
مالک ابن نویرہ اور اس کے خاندان والوں کو فریب دیا اور جب انھوں نے ہتھیار
ڈال دئے تو انھیں گرفتار کرنے کا حکم دیا اور مظلومانہ طور پر قتل کر دیا اور خود

خالد نے) اسی رات میں حادثہ کے بعد مالک کی زوجہ لیلی ارم تمیم سے زنا کیا کہ جس
شوہر کو قتل کیا تھا ۔ اور جب عمر نے خالد ابن ولید سے قصاص لینا چاہا
اور اس سے کہا تم نے ایک مسلمان کو قتل کر کے اس کی زوجہ سے زنا کیا ہے ۔
قسم خدا کی میں تمھیں ضرور سنگسار کروں گا (عمر کی یہ کیفیت دیکھ کر) ابوبکر نے خالد
کی طرفداری کی اور عمر سے کہا خالد کو کچھ نہ کہو ؛ کیونکہ اس نے تاویل کی ہے اور اس
کام میں اس سے خطا ہو گئی ۔ یہ دوسرا قصہ ہے جس کی داستان طویل اور دوہرا نا نفرت
آمیز ہے ۔ کتنے مظلوموں کا حق ہڑپ کر لیا گیا کیونکہ اس کے غاصب طاقت والے
اور باعزت سمجھے جاتے تھے ۔ کتنے ظالموں کی مدد کی جاتی تھی کیونکہ وہ مالدار اور
حاکم وقت کے مقرب ہوتے تھے ۔ بخاری ہی کو دیکھئے کہ بنو جذیمہ کے قصہ کو کتنی
کتر و بیونت کے ساتھ نقل کیا ہے ۔ لکھتے ہیں کہ نبیؐ نے خالد کو بنی جذیمہ کے پاس
بھیجا اس نے انھیں اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے اسلمنا نہ کہا بلکہ کہا کہ ہم نے
بت پرستی چھوڑ دی ہے ۔

جناب بخاری یہ بنو جذیمہ والے کیا اہل فارس ترک یا اہل ہنود
تھے کہ جو اسلمنا نہ کہہ سکے ۔ ان کا تعلق قبائل عرب سے تھا کہ جن کی زبان میں خدا نے
قرآن نازل کیا ہے ! لیکن اندھے تعصب اور اس گھناؤنی سازش نے بخاری کو
یہ بات لکھنے پر مجبور کیا کہ جو صحابہ کی عزت بچانے کے لئے کی گئی ہے اسی لئے بخاری نے خالد کو
بری کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے ۔ عقاد کو دیکھئے کہتے ہیں کہ خالد نے ان سے
پوچھا کیا تم مسلمان ہو ؟ پھر عقاد کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض نے کہا جی ہاں ہم مسلمان
ہیں اور بعض نے کہا کہ ہم نے بت پرستی چھوڑ دی ہے ۔

اس لفظ (قیل) کی واضح دلالت اس بات پر ہے کہ اس قبیلہ نے
کسی چیز سے تمسک کر لیا ہے اور اس کے ذریعہ وہ لوگوں کو توہم میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں

تاکہ خالد ابن ولید کی طرف سے عذر پیش کر سکیں۔ کیونکہ خالد خلافت غصب کرنیوالے حاکم کی شمشیر برہنہ اور غاصب خلافت کا دفاع کرنے والا تھا۔ اور اس کے ساتھی اپنی قوت کا مظاہرہ کر رہے تھے تاکہ اگر کسی ذہن میں بعد وفات رسولؐ سقیفہ کے غلط ہونے کا خیال بھی پیدا ہو تو وہ ہماری قوت دیکھ کر خاموش ہو جائے۔ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

رسولؐ کی وفات کے بعد صحابہ نے سنت نبیؐ کو برباد کر دیا

بخاری نے اپنی صحیح کی پہلی جلد کے باب "تضییع الصلواۃ" میں غیلان سے روایت کی ہے کہ انس ابن مالک نے کہا کہ مجھے عہد نبیؐ کی کوئی چیز نظر نہیں آرہی ہے۔ لوگوں نے کہا: نماز تو ہے، کہا کہ کیا تم نے اس کی بھی صورت نہیں بدل دی ہے اس میں تحریف نہیں کی ہے۔

نیز کہتے ہیں میں نے زہری کو کہتے ہوئے سنا کہ میں دمشق میں انس ابن مالک کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں میں نے کہا آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ کہا کہ میں نماز کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں دیکھتا ہوں اور (اب) اس میں بھی کتر و بیونت کر دی گئی ہے۔ [1]

اسی طرح بخاری نے پہلی جلد کے "نماز صبح کی جماعت کی فضیلت"

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۳۲

والے باب میں روایت کی ہے کہ ہم سے اعمش نے بیان کیا کہ میں نے سالم سے سنا کہ انھوں نے کہا میں نے ام درداء سے سنا کہ وہ کہہ رہی تھیں کہ ایک روز بحالت غیظ میں ابو درداء میرے پاس آئے تو میں نے کہا آپ کو کس چیز نے غضبناک کیا۔ کہا آج میں امت محمد میں کوئی چیز نہیں دیکھتا ہوں مگر یہ کہ وہ صرف نماز جماعت پڑھتے ہیں لہ

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۲ کے باب "الخروج الی المصلی بغیر منبر" میں ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا: روز عید فطر و ضحیٰ رسولؐ جب مصلے پر تشریف لے جاتے تو نماز سے پہلے اور نماز کے بعد لوگوں کو وعظ کرتے تھے۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ ایک روز میں مروان کے ساتھ جب وہ مدینہ کا حاکم تھا نماز عید فطر یا عید الاضحیٰ کے لئے نکلا تو دیکھا وہ نماز سے قبل منبر پر جانا چاہتا ہے۔ میں نے اس کا کپڑا پکڑ کر کھینچ لیا اس نے کپڑا چھڑایا اور نماز سے قبل منبر پر جاکر خطبہ دیا میں نے کہا قسم خدا کی تم نے (شریعت) بدل دی۔ اس نے کہا: ابو سعید جو تم جانتے ہو وہ ختم ہو گئی! میں نے کہا: جو کچھ میں جانتا ہوں قسم خدا کی وہ اس سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔ مروان نے کہا: لوگ نماز کے بعد ہمارے لئے بیٹھے نہیں رہیں گے اس لئے میں نے خطبہ نماز پر مقدم کر دیا ہے۔ ۲ہ

صحابہ انس ابن مالک اور ابو درداء کے زمانہ میں اور مروان ابن حکم کے زمانہ میں جو نبیؐ کے زمانہ سے بہت قریب زمانے تھے سنت میں تغیر کر رہے تھے یہاں تک کہ نماز کو بھی بدل دیا تھا اور اپنے پست مصالح کے تحت سنت نبیؐ میں ردوبدل کر رہے تھے۔ بنی امیہ کو دیکھئے کہ انھوں نے ہر خطبہ کے بعد منبروں سے

لہ۔ صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۵۹

۲ہ۔ صحیح بخاری جلد ۲ ص ۷

علیؑ اور اولادِ علیؑ پر لعنت کرنے کو سنت بنالیا تھا اسی لئے بہت سے لوگ عید الفطر و عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد پراگندہ ہوجاتے تھے۔ کیونکہ وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ امام جماعت علیؑ اور اولادِ علیؑ پر لعنت کرے۔ اس لئے بنی امیہ نے سنت نبیؐ میں تغیر کرکے نماز عیدین میں خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا تاکہ تمام مسلمانوں کے درمیان علیؑ پر لعنت کرنا آسان ہوجائے اور انھیں رسوا کرسکیں۔ اس سنت (بد) کا بانی بنی امیہ کا راس درئیس معاویہ ابن ابی سفیان ہے اور یہ سنت ان کے درمیان اس چیز سے بھی زیادہ اہم ہوگئی تھی کہ جو تقرب الٰہی کا ذریعہ تھی۔ بعض مورخین نے یہاں تک لکھا ہے کہ بنی امیہ کے ایک پیش امام نے نماز جمعہ کا خطبہ تمام کر دیا اور حضرت علیؑ پر (معاذ اللہ) لعنت کرنا بھول گیا تو لوگوں نے چاروں طرف سے چلا کر کہا، تم نے سنت کو فراموش کردیا، سنت کو بھلا دیا ——— آخر یہ سنت ہی کب تھی؟ مگر افسوس معاویہ ابن ابی سفیان کی اس بدعت پر اسّی سال تک عمل ہوتا رہا اور آج تک اس کے آثار باقی ہیں اس کے باوجود اہلسنت معاویہ سے خوش ہیں اور اس پر تنقید کرنے کی کسی میں جرأت نہیں ہے کیونکہ وہ صحابہ میں شامل ہے۔

الحمدللہ امت اسلام کے مخلص محققین حق کو باطل سے الگ کرنے میں لگے ہیں ان میں سے اکثر نے صحابہ والے عقدہ کو بھی سمجھ لیا ہے کہ جو معاویہ اور اس کے پیروکاروں کی ایجاد تھی۔ اہلسنت بھی اس تناقض سے چھٹکارا پانے لگے ہیں۔ جبکہ وہ تمام صحابہ سے دفاع کرتے ہیں یہاں تک کہ جو صحابہ کی تنقیص کرتا ہے وہ اس پر لعنت کرتے ہیں۔ اور جب آپ ان سے کہیں گے "معاویہ ابن ابی سفیان کی لعنت نبی کو بھی شامل ہے۔" کیونکہ معاویہ نے افضل الصحابہ پر سب و شتم کیا ہے۔ اور یہ سب و شتم رسولؐ کو شامل ہوتا ہے کیونکہ رسولؐ نے خود فرمایا ہے جس نے علیؑ پر سب و شتم کیا اس نے مجھ پر سب و شتم کیا اور جس نے مجھ پر سب و شتم

کیا اس نے خدا پر سب و شتم کیا ۔ ؎1

اس وقت ان کی زبان لڑکھڑانے لگتی ہے، لکنت کرنے لگتی ہے اور جواب میں ایسی باتیں پیش کرتے ہیں کہ جو کسی چیز پر دلالت نہیں کرتی ۔ اور فقط بے وقوفی اور اندھے تعصب پر مبنی ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہ جھوٹی باتیں شیعوں کی طرف سے گڑھی ہوئی ہیں اور کچھ کہتے کہ وہ رسولؐ کے صحابی ہیں انھیں اختیار ہے جس کے لئے جو چاہیں کہیں لیکن ہم ان کی طرح نہیں ہیں کہ ہم ان پر تنقید کریں!

پروردگار تو پاک و پاکیزہ ہے ـ حمد تجھ ہی سے مخصوص ہے ۔

تیرے کلام قرآن مجید نے مجھے حقائق کو سمجھنے کی توفیق عطا کی ہے کہ جن کا سمجھنا میرے لئے دشوار اور ان پر اعتقاد رکھنا مشکل تھا اور جب بھی میں اس آیت کی تلاوت کرتا تھا: ﴿ولقد ذرأنا لجهنّم كثيراً من الجنّ والإنس لهمْ قلوبٌ لا يفقهون بها ولهم أعينٌ لا يُبصرون بها و لهم آذانٌ لَا يسمعون بها، أولئك كالأنعامِ بلْ هُمْ أضَلُّ أولئك همُ الغَافِلون﴾ اعراف، آیت ۱۷۹

اور یقیناً ہم نے انسان و جنات کی ایک کثیر تعداد کو گویا جہنم کے لئے پیدا کیا ہے، کہ ان کے پاس دل ہیں مگر سمجھتے نہیں ہیں اور آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ہیں اور کان ہیں مگر سنتے نہیں ہیں یہ چوپایوں جیسے ہیں ۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں اور

؎1 مستدرک الحاکم جلد ۳ ص۱۲۱ اور حاکم نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح تسلیم کیا ہے اسی طرح ذہبی نے بھی اپنی تلخیص میں اس حدیث کو صحیح مانا ہے اور احمد ابن حنبل نے اپنی مسند کی جلد ۶ ص۳۲۳ پر نقل کیا ہے اور نسائی وغیرہ نے بھی اس کو صحیح مانا ہے۔

یہی لوگ اصل میں غافل ہیں۔

مجھے بہت تعجب ہوتا تھا اور میں اپنے آپ سے کہتا تھا یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا حیوان اس انسان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے، کیا ممکن ہے کہ انسان پتھر کے سامنے جھکے اس کی پرستش کرے اور اس سے رزق طلب کرے؟ لیکن الحمدللہ میرا یہ تعجب اس وقت زائل ہوگیا جب خود میں نے ان لوگوں کو دیکھا۔ میں نے ہندوستان کا سفر کیا وہاں تعجب انگیز چیزیں دیکھیں وہاں میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے جو انسان کے خلیوں کو پہچانتے ہیں، علم تشریح کے ماہر ہیں لیکن گائے کی پوجا کرتے ہیں اگر اس گناہ کا ارتکاب جاہل ہندو کرتے تو ان کا عذر معقول ہوتا لیکن آپ نے دیکھا کہ ان میں سے پڑھے لکھے لوگ گائے، پتھر، سمندر چاند، سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ اس کے بعد آپ قرآن مجید کے مدلول سمجھ جائیں گے اور اسے "لازمی" تسلیم کریں گے خصوصاً یہ کہ بشر حیوان سے زیادہ گمراہ ہے۔

صحابہ جناب ابوذر کی نظر میں

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۲ کے باب "ما ادیت زکوٰتہ" فلیس بکنز" میں احنف ابن قیس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں قریش کے معزز افراد کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک گھنے بالوں والا، موٹے لباس والا آیا اور ان کے سامنے ٹھہر کر سلام کیا اور کہا "مال جمع کرنے والوں کو گرم پتھر کی بشارت دے دو کہ جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور ایک پستان پر لگایا جائے گا جو مونڈھے کی ہڈی توڑ کر نکل جائے گا پھر دوسرے مونڈھے پر لگایا جائے گا جو دوسرے پستان سے نکل جائے گا۔ پھر وہ شخص منہ پھیر کر چلا گیا اور اسٹول پر جا کر بیٹھ گیا میں بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے ان کے پاس جا بیٹھا جبکہ میں ان سے متعارف نہیں تھا

میں نے ان سے کہا: میں نے ان لوگوں کو آپ کی باتوں سے خوش نہیں دیکھا! اس نے کہا وہ ناواقف ہیں مجھ سے میرے دوست نے فرمایا ہے۔ میں نے دریافت کیا آپ کے دوست کون ہیں؟ کہا نبیؐ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ: اے ابوذر کیا تم احد کو دیکھتے ہو: ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے جو آفتاب کی طرف دیکھا تو غروب ہو چکا تھا اور مجھے رسولؐ اپنی کسی ضرورت کے لئے بھیجنا چاہتے تھے میں نے عرض کی جی ہاں: فرمایا مجھے اُحد کے برابر سونے چاندی کو جمع کرنے والا دوست نہیں ہے ہاں تین دینار والا دوست ہے۔ جبکہ یہ لوگ اس سے بے خبر ہیں صرف دنیا کو جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں قسم خدا کی میں ان سے قیامت تک دنیا و دین کے بارے میں سوال کرنے والا نہیں ہوں [1]

بخاری اپنی (صحیح کی) جلد ۲ کے باب "الحوض" اور قول خدا "انا اعطیناک الکوثر" میں عطا ابن یسار اور انھوں نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:

میں حوض کوثر پر کھڑا ہوں گا کہ ایک گروہ آئے گا میں انھیں پہچان لوں گا اور ایک شخص ان کے اور میرے درمیان کھڑا ہوگا اور کہے گا کہ انھیں جانے دو۔ میں دریافت کروں گا کہاں؟ وہ کہے گا جہنم میں قسم خدا کی میں پوچھوں گا کہ ان کی کیا خطا ہے وہ کہے گا کہ یہ آپؐ کے بعد مرتد ہو گئے تھے اور الٹے پیروں کفر کی طرف پلٹ گئے تھے۔

اس کے بعد دوسرا گروہ آئے گا یہاں تک کہ میں اسے بھی پہچان لوں گا ایک شخص میرے اور ان کے درمیان

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۱۲

کھڑے ہوکر کہے گا : ان کو جانے دو میں معلوم کروں گا : کہاں؟
وہ کہے گا جہنم میں ، میں پوچھوں گا ان کی کیا خطا ہے ؟ وہ کہے گا
یہ آپ کے بعد الٹے پیروں کفر کی طرف پلٹ گئے تھے ۔ بس میں
انھیں آزاد چوپاؤں کے مثل پاتا ہوں ۔

ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ رسولؐ سے کہا جائیگا
کہ آپ نہیں جانتے انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا ، بدعتیں کی
ہیں ۔ تو میں کہوں گا جس نے میرے بعد تغیر و تبدل کیا ہے خدا
اسے اپنی رحمت سے دور رکھے ۔ [1]

اسی طرح بخاری نے پانچویں جلد کے باب "غزوہ حدیبیہ"
اور خدا کے اس قول کے بارے میں ﴿لقد رضي الله عن المؤمنين إذ يبايعونك تحت الشجرة﴾ میں علاءالدین ابن مسیب سے اور انھوں نے اپنے والد سے
روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا :

میں نے براء ابن عازبؓ سے ملاقات کی اور کہا آپ
خوش نصیب ہیں کہ آپ نے نبیؐ کی صحبت پائی اور درخت کے
نیچے ان کی بیعت کی : انھوں نے کہا : بھتیجے تمھیں نہیں معلوم ہم نے
رسول کے بعد کیا کیا ۔ [2]

یہ ایک بزرگ صحابی کی عظیم گواہی ہے کہ جو انھوں نے صریح طور
پر اپنے اور لوگوں کے خلاف پیش کی ہے اور ان کی یہ گواہی خداوند کے اس قول :

---

[1] صحیح بخاری جلد ۷ ، ص ۲۰۹

[2] صحیح بخاری جلد ۵ ص ۶۶

﴿أفإن مات أو قتلَ انقلبتُم على أعقابكُمْ﴾ کی موکد ہے۔

اور نبیؐ کے اس قول کی بھی موکد ہے کہ "مجھ سے کہا گیا یہ آپ کے بعد الٹے پاؤں کفر کی طرف لوٹ گئے تھے"۔

برا ابن عازب جلیل القدر صحابی اور ان سابقین اولین سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے درخت کے نیچے بیعت کی وہ اپنے اور دوسرے صحابہ کے خلاف یہ بات اس لئے کہتے ہیں کہ ہم نے وفات نبیؐ کے بعد بدعتیں کیں لوگ ہمارے صحابی ہونے کے فریب میں نہ آئیں اور وہ اس طرح یہ وضاحت بھی کر دیتے ہیں کہ نبیؐ کی صحبت اور درخت کے نیچے بیعت کرنا، جس کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے، یہ دونوں چیزیں نبیؐ کے بعد صحابہ کو گمراہ ہونے سے نہیں روک سکتیں۔

بخاری نے اپنی صحیح کی جلد ۸ کے باب "قول النبیؐ : لتتّبعنَّ سنن من کان قبلکم"، میں عطا ابن یسار سے اور انھوں نے ابوسعید خدری سے اور انھوں نے نبیؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

> تم اپنے سے پہلے والوں کی بالشت بہ بالشت اور قدم بہ قدم اتباع کرو گے یہاں تک کہ اگر وہ بجّو کی بل میں گھسے ہوں گے تو تم بھی اسی کی بل میں گھسو گے۔ ہم نے کہا: یا رسولؐ اللہ کیا وہ یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: خواہ کوئی بھی ہو۔۔؟!



لہ۔ صحیح بخاری جلد ۸ ص ۱۵۱

بعض صحابہ کے متعلق تاریخ کی گواہی

قرآن اور حدیث کے بعد ہمارے پاس واضح ترین شہادت تاریخ ہے۔ اس لئے کہ لوگوں کا رہن سہن ان کے افعال و کردار، واقعات وحادثات جب قلبند ہوتے ہیں تو تاریخ بن جاتی ہے۔

جب ہم اہلسنت کی تاریخ کی کتابوں جیسے تاریخ طبری، تاریخ کامل طبقات ابن سعد، ابوالفدا اور ابن قتیبہ وغیرہ کا مطالعہ کریں گے تو عجیب وغریب چیزیں نظر آئیں گی اور جو کچھ اہل سنت صحابہ کی عدالت اور ان پر لعنت نہ کرنے کے بارے میں کہتے ہیں اسے مزید سمجھ لیں گے . . . . یہ ایسا کلام ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی اسے عقل سلیم قبول کرتی ہے اور اس سے ایسے متعصب افراد اتفاق کریں گے جن کو تاریکی نے نور سے دور کر دیا ہے اور وہ محمدؐ جو معصوم ہیں اور وحی کے علاوہ کچھ کہتے ہی نہیں ہیں، اور حق کے سوا کوئی کام انجام نہیں دیتے ہیں اور ان صحابہ کے درمیان فرق کرنے پر تیار نہیں ہیں کہ جن کے فسق اور نفاق کی قرآن گواہی دے رہا ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ وہ رسولؐ سے کہیں زیادہ صحابہ کا دفاع کرتے ہیں اس سلسلہ میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

جب کسی سے آپ یہ کہیں گے کہ "سورۂ عبس وتولی" سے رسولؐ مراد نہیں ہیں بلکہ اس سے صحابہ کبار میں سے کوئی ایک ہے جس پر خدا اس لئے غضبناک ہوا ہے کہ وہ اندھے فقیر کو دیکھ کر تکبر کرتا ہے، تو آپ دیکھیں گے کہ وہ اس بات کو قبول نہیں کرے گا بلکہ کہے گا کہ محمدؐ بھی بشر تھے ان سے بھی متعدد بار غلطیاں ہوئی ہیں۔ اور ان کے پروردگار نے متعدد بار ان پر عتاب کیا ہے۔

وہ معصوم نہیں تھے۔ ہاں قرآن کی تبلیغ کے وقت معصوم تھے۔ یہ ہے رسولؐ کے متعلق ان کا نظریہ۔

اور اگر آپ یہ کہیں گے کہ عمر نے نماز تراویح کی بدعت کر کے بہت برا کیا یا خطا کی کیونکہ رسولؐ نے لوگوں کو اس سے منع کیا تھا اور نافلہ نمازوں کو فرادیٰ گھر پر پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

پھر ملاحظہ کیجئے گا وہ عمر ابن خطاب کا کس طرح دفاع کرتا ہے ایسی صفائی دے گا کہ جیسے مناقشہ کرنے والا قبول نہ کرے اور کہے گا کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ وہ اپنی پوری طاقت و توانائی سے عمر کے لئے عذر تراشی کرے گا باوجودیکہ اس کی (تراویح کی) ممانعت کے لئے نبیؐ کی نص موجود ہے اور جب آپ اس سے یہ کہیں گے کہ عمر ابن خطاب نے مؤلفۃ القلوب کا حق غصب کر لیا تھا۔ کہ جس کا خدا نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے۔ تو وہ کہے گا کہ سیدنا عمر سمجھ گئے تھے کہ اب اسلام قوی ہو گیا اب ہمیں ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لئے ان سے کہدیا ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے اور پھر وہ (عمر) تمام لوگوں سے زیادہ قرآن کو جانتے تھے! کیا آپ کے لئے یہ تعجب خیز بات نہیں ہے؟؟

اس وقت انتہا ہو گئی جب میں نے ان میں سے ایک شخص سے کہا کہ بدعت حسنہ کو چھوڑئے اور مؤلفۃ القلوب کے واقعہ سے بھی چشم پوشی کر لیجئے لیکن آپ عمر کے لئے اس واقعہ پر کون سا عذر پیش کریں گے کہ وہ در فاطمہؑ پر آکر کہتے ہیں کہ یا تو نکل کر بیعت کر لو ورنہ میں گھر کو جلا کر خاکستر کر دوں گا؟

اس نے مجھے بے تحاشا جواب دیا کہ عمر حق پر تھے کیونکہ اگر وہ علیؑ کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتے تو اکثر صحابہ ان سے روگردانی کر کے علیؑ کے ساتھ ہو جاتے اور فتنہ پیدا ہو جاتا۔

اس قماش کے لوگوں سے ہماری بحث بے فائدہ ہے۔ بہت ہی
افسوس کی بات ہے کہ اہل سنت کی اکثریت اسی نہج سے سوچتی ہے۔ کیونکہ حق سے
ناواقف ہے اور حق کو عمر ابن خطاب ہی کے ساتھ تصور کرتی ہے۔ انھوں نے قاعدہ
توڑ دیا اور حق کو لوگوں سے سمجھنے لگے جبکہ حق کے ذریعہ لوگوں کو پرکھنا چاہئیے۔ (قول علیؑ
ہے حق کو سمجھ لو تو اہل حق کو بھی سمجھ لوگے)

پھر یہ عقیدہ ان میں اس طرح سرایت کر گیا کہ انھوں نے عمر ابن
خطاب سے تجاوز کرکے تمام صحابہ کو عادل کہنا شروع کر دیا۔ اب کوئی کسی صحابی کو مورد
طعن قرار نہیں دے سکتا۔ اور نہ ہی کوئی خدشہ ظاہر کر سکتا ہے۔ اور اس طرح ہر حق کے
متلاشی انسان کے لئے سخت رکاوٹ پیدا کر دی ہے آپ دیکھیں گے کہ وہ ایک مانع
سے چھٹکارا حاصل نہیں کر پاتا کہ بے شمار موانع اس کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔
ایک خطرہ سے نکلتا نہیں ہے کہ لاتعداد خطرات اس کا راستہ روک دیتے ہیں اور حق کے
دامن تک کمزور ضعیف انسان نہیں پہونچ سکتا۔ بلکہ وہی پہونچ سکتا ہے کہ جو
صبر و شجاعت کا حامل اور صاحب عزم ہو۔

جب ہم تاریخ کو دیکھتے ہیں تو بعض صحابہ کی حقیقت کھل کر سامنے
آجاتی ہے اور ان سے اعتبار اٹھ جاتا ہے اور ان کے وہ سیاہ کارنامے ظاہر ہو
جاتے ہیں جس کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی گئی یا ان کے یار و مددگار
اسے چھپاتے رہے یا بر سر حکام ایسا کرتے رہے یا ان کے مقرب ایسا کرتے رہے۔

جس چیز کی طرف بادی النظر میں ذہن جاتا ہے وہ رسولؐ کی وفات
کے بعد ان کا موقف کہ کس طرح رسولؐ کے جنازہ کو چھوڑ دیا آپ کے غسل و کفن
اور دفن کے بارے میں کچھ نہ کیا بلکہ سقیفہ میں جا کر میٹنگ کرنے لگے۔ اور خلافت
کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ جبکہ وہ اس کے حقدار کو پہچانتے تھے اور نبیؐ کے زمانہ

میں ان کے ہاتھوں پر بیعت کر چکے تھے۔

جو چیز ہمارے لئے اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ انھوں نے علیؑ اور بنی ہاشم کی غیبت کو غنیمت سمجھا کہ جنھوں نے اپنے اخلاقی اقدار کی وجہ سے رسولؐ کا جنازہ نہیں چھوڑا۔ وہ جلدی سے سقیفہ میں جا بیٹھے تاکہ قبل اس کے بنی ہاشم نبیؐ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوں خلافت کا فیصلہ کر دیا جائے۔ اور پھر اسے قبول کرنے پر بنی ہاشم کو مجبور کیا جائے۔ پھر وہ کچھ نہ کر سکیں گے کیونکہ سقیفہ میں جمع ہونے والوں نے آپس میں یہ طے کر لیا تھا کہ مخالفت کرنے والے کو قتل کر دیا جائے۔ بہانہ یہ تراشا جائے کہ وہ فتنہ پردازی اور مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔

مورخین نے بہت سی عجیب و غریب چیزیں قلمبند کی ہیں کہ جو ان دنوں صحابہ سے رونما ہوئی تھیں کہ جب رسولؐ نہیں رہے تھے۔ وہ لوگ رسولؐ کے خلیفہ اور امیر المومنین بن گئے تھے۔ جیسے لوگوں کو دھمکیوں اور زد و کوب کر کے بیعت لینا، در سیدہؑ پر سب کا جمع ہونا، دروازہ آپ کے پہلو پر گرانا اور بچے کا آپ کے شکم مبارک میں شہید ہو جانا، حضرت علیؑ کو قیدی کی طرح لے جانا اور کہنا کہ اگر بیعت سے انکار کیا تو قتل کر دئے جاؤگے، فاطمہؑ کی میراث اور باغ فدک اور تمام حقوق کا غصب کرنا اور ذی القربیٰ کے حق کو ہڑپ کر لینا یہاں تک کہ فاطمہؑ نے انتقال فرمایا ہیں کہ آپؑ ان لوگوں سے ناراض تھیں، آپ (زہراؑ) ہر نماز کے بعد ان لوگوں کے لئے بد دعا کرتی تھیں، مخفیانہ طور پر آپؑ کو رات میں دفن کیا گیا اور صحابہ آپ کے جنازہ میں بھی شریک نہ ہوئے، جیسے ان صحابہ کا قتل کرنا کہ جنھوں نے ابو بکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا[1] کیونکہ وہ جانتے تھے کہ علیؑ کو

---

[1] تاریخ کی کتابوں میں مالک ابن نویرہ کے قتل کا قصہ مشہور ہے

خلافت سے دور رکھا گیا ہے اس لئے کہ وہ غدیر خم میں نبیؐ کی حیات میں علیؑ کے ہاتھوں پر بیعت کر چکے تھے۔

جیسے ہتک حرمت، مسلمانوں کے نیک افراد کے قتل میں حدود خدا کی پامالی اور بغیر عدہ ختم ہوئے ان کی بیویوں سے زنا کرنا۔ [1]

جیسے احکام خدا اور رسولؐ میں رد و بدل کرنا جو قرآن و حدیث پر مبنی ہیں انھیں اپنی مصلحت کے تحت ذاتی اجتہاد سے بدل دینا۔ [2]

جیسے ان میں سے بعض افراد کا مستقل شراب پینا اور زنا کرنا، حالانکہ وہ مسلمانوں کے ولی امر اور حاکم تھے۔ [3]

جیسے بے گناہ ابوذر غفاری کو مدینۂ رسولؐ سے شہر بدر کرنا، چنانچہ ان کا عالم غربت میں وہیں انتقال ہو گیا اور عمار یاسر کو اتنا مارا کہ مرض فتق میں مبتلا ہو گئے اور عبد اللہ ابن مسعود کو اتنا مارا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں، مخلص صحابہ کو عہدوں سے معزول کرنا اور ان کی جگہ بنی امیہ کے فاسق و منافق دشمن اسلام افراد کو مقرر کرنا۔

جیسے اہل بیتؑ کہ جن سے خدا نے ہر رجس کو دور رکھا اور اس طرح پاک رکھا جو حق ہے "پر لعنت کرنا اور نیک صحابہ میں سے ان کے شیعوں اور دوستوں کو قتل کرنا۔ [4]

---

[1] جیسا کہ خالد ابن ولید نے مالک ابن نویرہ کی زوجہ لیلیٰ سے اس کے شوہر کے قتل کے بعد زنا کیا

[2] جیسے جناب فاطمہؑ کو میراث سے محروم کیا، ذوی القربیٰ کا حق غصب کیا، مولفۃ القلوب کا حق ہڑپ کیا اور متعۂ نساء متعۂ حج کو حرام قرار دیدیا۔

[3] مغیرہ ابن شعبہ کا قصہ کہ اس نے ام جمیل سے زنا کیا۔ [4] جیسے معاویہ نے حجر ابن عدی سے

جیسے قوت قہر سے منصب خلافت پر قابض ہو جانا اور جوان کے آڑے آیا مختلف ذریعوں سے اس کا صفایا کر دینا۔ جیسے کھانے وغیرہ میں زہر ملانا۔[1] پھانسی پر چڑھانا۔ جیسے یزید کا اپنے لشکر کے لئے مدینہ رسولؐ کو مباح کر دینا کہ وہ جو چاہے کرے۔ باوجودیکہ رسولؐ کا یہ قول ہے کہ "مدینہ میرا حرم ہے جو اس میں کوئی غلط کام کرے گا اس پر خدا ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔"

اور جیسے ان کا خانۂ خدا پر منجنیق سے پتھر برسانا، حرم شریف کو جلانا، اور داخل حرم بعض صحابہ کو قتل کرنا۔

جیسا کہ ان کا ذلیل طمع اور فانی دنیا کے لئے امیر المومنین سید الوصیین، عترت طاہرہ کے راس و رئیس علیؑ "کہ جن کو رسولؐ سے وہی نسبت تھی جو ہارون کو موسیٰ سے تھی"، سے جمل و صفین اور نہروان میں جنگ کرنا،

جیسا کہ انھوں نے سید اشباب اہل الجنۃ امام حسنؑ کو زہر سے اور امام حسینؑ کو (تلوار) سے قتل کرنا اور علیؑ ابن الحسینؑ کے علاوہ پوری عترت رسولؐ کو میدانِ کربلا میں تہہ تیغ کرنا ان اور بہت سے ایسے افعال ہیں جو انسانیت کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکا ہے۔ جنھیں رقم کرنے سے میرا قلم عاجز ہے۔ ان میں سے زیادہ تر باتوں کو اہل سنت والجماعت جانتے ہیں اسی لئے وہ مسلمانوں کو تاریخ پڑھنے اور حیات صحابہ کی تحقیق کرنے سے منع کرتے ہیں۔

سہ ایسے جلیل القدر صحابی اور ان کے دوستوں کو قتل کیا ان کی صرف یہ خطا تھی کہ انھوں نے علیؑ ابن ابیطالب پر لعنت نہیں کی تھی۔

[1] مورخین کا بیان ہے کہ معاویہ اپنے مخالف کو مارتا تھا اور اس کو زہر آمیختہ شہد کھلاتا تھا تو وہ اس کے دربار سے واپس آتے آتے مرجاتا تھا۔

اور آج جو ہلاکت خیز جرائم کا تذکرہ کتابوں میں ملتا ہے وہ سب بلاشک و شبہہ صحابہ کے افعال ہیں ان کے مطالعہ کے بعد ایک عاقل کے لیئے یہ گنجائش نہیں رہ جاتی کہ وہ صحابہ کو بَری سمجھے اور ان کی عدالت کا قائل ہو جائے اور ان پر طعن و تشنیع نہ کرے۔ ایسا تو وہی کرے گا جس کی عقل زائل ہو چکی ہے۔

خصوصاً ہم بعض صحابہ کی عدالت اور ان کی پاکیزگی و تقوے کے بارے میں سنتے ہیں اور خدا و رسُول سے جو انھیں محبت تھی وہ بھی معلوم ہے وہ زمانۂ رسُول میں ثابت قدم رہے یہاں تک کہ ان کی مدت حیات پوری ہو گئی اور انھوں نے کوئی رد و بدل نہیں کی پس خدا ان سے راضی ہو گیا اور انھیں اپنے حبیب محمدؐ کے جوار میں جگہ دی۔

وہ اس سے بری اور اعلیٰ ہیں کہ ان کے بارے میں کچھ کہا جائے یا کوئی بہتان لگانے والا ان پر بہتان لگائے خداوند عالم نے اپنی کتاب میں مختلف موقعوں پر ان کی مدح فرمائی ہے جیسا کہ خدا نے بارہا نبیؐ سے ان لوگوں کی محبت و خلوص کی تعریف کی ہے، اور تاریخ نے ان ہی واقعات کو ثبت کیا ہے جو شرافت سے لبریز، خوف خدا اور شجاعت و تقویٰ سے مملو ہیں۔ پس وہ خوش نصیب ہیں ان کے لیئے جنت عدن کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور شکر کرنے والوں کے لیئے خدا کی رضا سب سے بڑا اجر ہے۔ لیکن یاد رہے شکر کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے!

لیکن جو اشخاص مصلحت کے تحت مسلمان بن گئے تھے اور ان کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں ہوا تھا وہ برضا و رغبت رسُول کے ساتھ نہیں تھے بلکہ اپنی غرض کے تحت رسُول کے ساتھ لگ گئے تو قرآن نے ان کی سرزنش کی ہے اور رسُول ان سے اور وہ رسُول سے بچتے رہے۔ آپ نے متعدد موقعوں پر

ان لوگوں پر لعنت کی، تاریخ نے ان کے اعمال شنیعہ محفوظ کئے ہیں . . . . یہ کسی احترام کے بھی لائق نہیں ہیں۔ چہ جائیکہ ہم ان سے خوش ہو جائیں اور ان کو انبیا و شہدا اور صالحین کے برابر سمجھیں۔

قسم میری جان کی یہی توقف حق ہے جو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور ان خطوط سے تجاوز نہیں کرتا جو خدا نے اپنے بندوں کے لئے کھینچے ہیں کہ وہ مومنین سے دوستی اور منافقین سے برات و دشمنی اختیار کریں۔ خداوند عالم اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ألم تَر إلى الذين تولّوا قوماً غضب الله عليهم ما هم منكم ولا منهم ويحلفون على الكَذِبِ وهم يعلمون * أعدّ الله لهم عذاباً شديداً إنهم سَاءَ ما كانوا يعمَلون * اتخذوا أيمانهم جُنّةً فصدّوا عن سبيل الله فلهم عذابٌ مهينٌ * لنْ تُغني عنهم أموالهم ولا أولادهُمْ من اللّهِ شيئاً أولئك أصحاب النار هم فيها خالدون * يوم يبعثُهُمُ اللّهُ جميعاً فيحلفون له كما يحلفون لكم ويحسبون أنّهم على شيءٍ ألا إنهم هُمُ الكاذبون * استحوذ عليهم الشيطانُ فأنساهم ذكر الله أولئك حِزبُ الشيطان ألا إن حزبَ الشيطانِ هم الخاسرون * إنّ الذين يحادُّون اللّهَ ورسولَه أولئك في الأذلّينَ * كتبَ اللّهُ لأغلبنَّ أنا ورُسلِي إنّ اللّهَ قويٌّ عزيز * لا تجدُ قوماً يؤمنون بالله واليوم الآخِرِ يُوادّونَ من حادَّ اللّهَ ورسولَهُ ولو كانوا آباءهم أو أبناءهم أو إخوانَهم أو عشيرتَهم، أولئك كتبَ في

قلوبهم الإيمان، وأيدهم بروحٍ منه ويدخِلُهُمْ جنّاتٍ تجري من تحتها الأنهارُ خالدينَ فيهَا رضي الله عنهم ورَضوا عنه أولئك حِزْبُ الله ألاَ إنَّ حزب الله هم المفلحون﴾ مجادلہ، آیات ۱۴ سے ۲۲

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا ہے جنھوں نے اس قوم سے دوستی کر لی ہے جس پر خدا نے عذاب نازل کیا ہے کہ یہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ اُن میں سے اور یہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور خود بھی اپنے جھوٹ سے باخبر ہیں، انھوں نے اپنی قسموں کو سپر بنالیا ہے اور راہ خدا میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں تو ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے، اللہ کے مقابلہ میں ان کا مال اور ان کی اولاد کوئی کام آنے والا نہیں ہے۔ یہ سب جہنمی ہیں اور وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ جو خدا ان سب کو دوبارہ زندہ کرے گا اور یہ اس سے بھی ایسی ہی قسمیں کھائیں گے جیسی تم سے کھاتے ہیں اور ان کا خیال ہوگا کہ ان کے پاس کوئی بات ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹے ہیں، ان پر شیطان غالب آگیا ہے اور اس نے انھیں ذکر خدا سے غافل کر دیا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہ شیطان کا گروہ ہے۔ اور شیطان کا گروہ بہرحال خسارہ میں رہنے والا ہے۔ بیشک جو لوگ خدا اور رسول سے دشمنی کرتے ہیں ان کا شمار ذلیل ترین لوگوں میں ہے۔ اللہ نے یہ لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آنے والے ہیں۔ بیشک اللہ صاحب قوت اور صاحب عزت ہے۔ آپ کبھی بھی نہ دیکھیں گے کہ جو قوم اللہ

اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والی ہے وہ ان لوگوں سے دوستی
کر رہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کرنے والے
ہیں چاہے وہ ان کے باپ دادا، اولاد یا برادران یا عشیرہ اور
قبیلہ والے ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ نے صاحبان ایمان کے
دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی اپنی خاص روح کے ذریعہ
تائید کی ہے اور وہ انھیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے
نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ انھیں میں ہمیشہ رہنے والے
ہوں گے خدا ان سے راضی ہوگا اور وہ خدا سے راضی ہونگے
یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں اور آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کا گروہ ہی
نجات پانے والا ہے۔

یہاں میں یہ بات ضرور سپرد قلم کروں گا کہ شیعہ ہی حق پر ہیں۔
کیونکہ وہ رسول اور ان کے اہل بیت سے اور ان ہی صحابہ سے محبت کرتے ہیں
جنھوں نے شعار اہل بیت کو اپنایا اور ان مومنوں سے دوستی رکھتے ہیں جو قیامت
تک طریق ائمہ کا اتباع کرتے رہیں گے شیعوں کے علاوہ اور سارے مسلمان تمام
صحابہ سے محبت کرتے ہیں اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ انھوں نے خدا و
رسول کو ناراض کیا ہے۔ اور اپنی اس بات پر خدا کے اس قول سے استدلال کرتے
ہیں کہ:

﴿ربّنا إغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان
ولا تجعل في قُلوبنا غِلاً للّذينَ آمنُوا ربّنا إنّك رؤوف رحيم﴾
سورۂ حشر، آیت ۱۰

پروردگارا ہمیں معاف کر دے اور ہمارے ان بھائیوں

کو بھی جنھوں نے ایمان میں ہم پر سبقت کی ہے۔ اور ہمارے
دلوں میں صاحبان ایمان کے لئے کسی قسم کا کینہ قرار نہ دینا کہ تو
بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ وہ علیؑ سے بھی راضی اور معاویہ سے
بھی خوش، انھیں اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ معاویہ نے کیا کیا؟ کن جرائم کا مرتکب
ہوا، کم سے کم معاویہ کو کافر گمراہ اور خدا اور رسولؐ سے جنگ کرنے والا کہا جا سکتا ہے
یہ عجیب باتیں تو میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ جن کو دھرانے میں کوئی مضائقہ بھی
نہیں ہے۔ کہ ایک صالح بندہ جلیل القدر صحابی حجر ابن عدی کی قبر کی زیارت کو گیا
تو وہاں اس نے ایک شخص کو روتا ہوا پایا کہ جس کا گریہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اس نے
سوچا کہ شاید یہ شیعہ ہے۔ اسی لئے اس سے معلوم کیا کہ تم کیوں رو رہے ہو؟
اس نے کہا میں اپنے سید و سردار حجر ابن عدی رضی اللہ عنہ پر رو رہا ہوں۔

اس نے پوچھا؟ ان پر کیا گذری؟

کہا: ہمارے سید و سردار معاویہؓ نے انھیں قتل کر دیا تھا۔

صالح آدمی نے کہا کہ انھیں معاویہ نے کیوں قتل کیا تھا۔

اس نے کہا: کہ حجر نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے سے انکار کر
دیا تھا۔

صالح انسان نے اس سے کہا: کہ میں اب تمھارے اوپر روتا ہوں تاکہ اللہ
تم سے راضی ہو جائے۔

یہ تمام صحابہ کی محبت کے سلسلہ میں اتنا اصرار اور ضد کیوں ہے کہ
تنہا محمدؐ اور ان کی آلؑ پر درود نہیں بھیجتے بلکہ اس میں "و اصحابہ اجمعین" کا اضافہ
کر لیتے ہیں حالانکہ نہ قرآن نے انھیں اس کا حکم دیا ہے اور نہ رسولؐ نے اس کا مطالبہ کیا ہے

اور نہ ہی کسی صحابی نے اسے کہا ہے ۔ بلکہ صلواۃ تو صرف محمدؐ و آل محمدؐ سے مخصوص ہے جیسا کہ قرآن میں (آیت) نازل ہوئی ہے اور جس کی تعلیم رسولؐ نے صحابہ کو دی ہے۔

اور اگر مجھے کسی چیز میں شک ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے ۔

لیکن اس سلسلہ میں مجھے ہرگز شک نہیں ہوگا کہ خدا نے مومنین سے قرابتداروں کی محبت کا مطالبہ کیا ہے ۔ اور قرابتدار صرف اہل بیتؑ ہیں اور ان کی محبت کو مومنوں پر واجب قرار دیا ہے اور اسے رسالت محمدیؐ کا اجر قرار دیا ہے ۔ چنانچہ ارشاد خداوند عالم ہے :

﴿قُل لا أسألكم عليه أجراً إلاّ المودّة في القربى﴾

سورۂ شوریٰ ، آیت ۲۳

اہل بیتؑ کی محبت کے سلسلہ میں سارے مسلمانوں کا اتفاق ہے جبکہ غیر اہل بیتؑ کے متعلق اختلاف ہے ۔ رسولؐ کا ارشاد ہے :

" دع ما يريبك الى ما لا يريبك "

" جس میں شک ہو اسے چھوڑ دو اور بغیر شک والے کو اختیار کر لو "

اہل بیتؑ کی محبت کے بارے میں شیعوں کے نظریہ میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے لیکن صحابہ کی محبت کے بارے میں اہلسنت کے نظریہ میں بہت زیادہ شکوک ہیں اور ایک مسلمان دشمن اہل بیتؑ اور ان کے قاتلین سے کیونکر محبت کر سکتا ہے اور ان سے کیسے راضی ہو سکتا ہے ۔ کیا یہ تناقض نہیں ہے ؟

چھوڑیئے شطاح اور صوفیوں کے نظریہ کو جو یہ گمان کرتے ہیں کہ انسان کا قلب اس وقت تک صاف نہیں ہو سکتا ، اور ایمان حقیقی اس کے دل میں جاگزیں نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل تمام بندگان خدا ، یہود و نصاریٰ ، اور مشرکین و ملحدین کی عناد سے پاک نہ ہو جائے ، اس سلسلہ میں ان کے عجیب و غریب اقوال ہیں جو

کلیسا کے عیسائیوں سے ملتے جلتے ہیں، ان کا یہ وہم ہے کہ خدا محبت ہے اور دین محبت ہے پس جو اسکی مخلوقات سے محبت کرے گا اسے نماز پڑھنے روزہ رکھنے حج وغیرہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

میری جان کی قسم یہ تو دل بہلانے کی باتیں ہیں، قرآن وحدیث میں ان کا کہیں وجود بھی نہیں ہے۔ عقل بھی انھیں صحیح نہیں سمجھتی ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿لَا تجدُ قوماً يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادّون من حادَّ اللّهَ ورسولَه﴾ سورہٴ مجادلہ، آیت ۲۲

آپ کبھی نہ دیکھیں جو قوم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والی ہے وہ ان لوگوں سے دوستی کر رہی ہے جو اللہ اور اور اس کے رسول سے دشمنی رکھنے والے ہیں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا لاَ تتخذوا اليهودَ والنصارى أولياءَ بعضهم أولياءُ بعض ومن يتولّهم منكم فإنه منهم إن الله لا يهدي القوم الظالمين﴾ سورہ مائدہ، آیت ۵۱

اے ایمان والو یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست و سرپرست نہ بناؤ کہ یہ خود آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے کوئی انھیں دوست بنائے گا تو انھیں میں شمار ہو جائیگا بیشک اللہ ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿يا أيها الذين آمنوا لاَ تتخذوا آباءكم وإخوانكم أولياء إن استحبّوا الكُفر على الإيمان، ومن يتولّهم منكم

فأولئك هم الظّالمون﴾ سورۂ توبہ، آیت ۲۳

اے ایمان والو خبردار اپنے باپ، دادا اور بھائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو دوست رکھتے ہوں اور جو شخص بھی ایسے لوگوں کو اپنا دوست بنائے گا وہ ظالموں میں شمار ہوگا۔

نیز ارشاد ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا لاَ تتّخذوا عدوّي وعدوّکم أولیاء تلقون إلیهم بالمودّة وقد کفروا بمَا جاءکم من الحق﴾ سورہ ممتحنہ، آیت ۱

اے ایمان والو خبردار میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بنانا کہ تم ان کی طرف دوستی کی پیش کش کرو جبکہ انھوں نے اس حق کا انکار کر دیا ہے جو تمھارے پاس آچکا ہے۔

رسول اکرم فرماتے ہیں:

اس وقت تک کسی مومن کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک اس کی محبت اور عداوت خدا کے لئے نہ ہو۔

نیز فرماتے ہیں کہ:

کسی مومن کے قلب میں خدا اور اس کے دشمن کی محبت جمع نہیں ہو سکتی۔

اس موضوع سے متعلق بہت سی احادیث ہیں اور عاقل کے لئے دلیل کے طور پر اتنا ہی کافی ہے کہ خدا نے مومنین کے لئے ایمان کو پسند کیا ہے۔ اور ان کے قلوب کو اسی سے زینت عطا کی ہے اور ان کے لئے کفر، گناہ اور فسق کو ناپسند

قرار دیا ہے انسان حق سے منحرف اور منکر ہونے کی بنا پر اپنے باپ ، بیٹے یا بھائی سے نفرت کرنے لگتا ہے کیونکہ وہ شیطان کے راستہ پہ چلنے لگتا ہے اور کبھی اجنبی انسان سے مسلمان ہونے کے ناتے محبت کرتا ہے ۔

ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم سب پر واجب ہے کہ ہماری محبت و مودت اور دوستی انھیں سے ہو جن کی مودت کے بارے میں خدا نے حکم دیا ہے اسی طرح یہ واجب ہے کہ ہمارا بغض و نفرت اور برات انھیں لوگو سے ہونی چاہیئے جن سے نفرت و برات کا خدا نے حکم دیا ہے ۔

اسی لئے ہم علیؑ اور ان کی اولاد میں سے ہونے والے ائمہ سے محبت کرتے ہیں حالانکہ ان کی مودت سے ہمارا کوئی سابقہ نہیں ہوتا لیکن قرآن و حدیثؐ تاریخ و عقل کی رو سے ان میں کوئی خامی نہیں ملتی ۔

اور اسی بنا پر ہم صحابہ سے بیزار ہیں کہ ان کے حق خلافت کو غصب کر لیا حالانکہ پہلے ان سے بغض نہیں تھا لیکن قرآن و سنت اور تاریخ و عقل نے ہمارے سامنے ان کے بارے میں شکوک پیش کئے ہیں ۔

اور اس کے ساتھ ساتھ رسولؐ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ :

" دع ما یریبك الی مالا یریبك "

بس ایک مسلمان کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی مشکوک حکم کا اتباع کرے اور کتاب (خدا) کو چھوڑ دے کہ جسمیں کوئی شک نہیں ہے ۔

جس طرح ہر ایک مسلمان پر واجب ہے کہ وہ تمام قید و بند اور غلامی سے اپنے کو آزاد کرے اور اپنی عقل کو گذشتہ افکار سے اور کینہ و کدورت سے متاثر نہ ہونے دے کیونکہ نفس اور شیطان دونوں انسان کے بڑے دشمن ہیں جو انسان کے سامنے برے اعمال کو خوبصورت بنا کر پیش کرتے ہیں اور وہ انھیں

اچھا سمجھنے لگتا ہے امام بوصیری نے "قصیدہ البرزہ" میں بہت اچھی بات کہی ہے۔

وخالف النّفس والشيطان واعصهما

وإن هما محضّاك النصح فاتّهم

نفس اور شیطان دونوں کی مخالفت اور نافرمانی کرو اور ان سے بچو پس اگر تمہیں مخلصانہ طور پر بھی نصیحت کریں تب بھی تم ان کی مذمت کرو۔

نیک بندوں کے بارے میں مسلمانوں کو خدا سے ڈرنا چاہیئے لیکن جو لوگ متقی نہیں ہیں ان کی کوئی عزت بھی نہیں ہے۔ رسُول کا ارشاد ہے کہ: فاسق کی سخن چینی میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ مسلمان اس کے کرتوت سے آگاہ ہو جائیں۔ اور اس کے فریب میں نہ آئیں اور اس سے محبت نہ کریں۔

آج مسلمانوں کو ایک دوسرے کی صداقت کے ساتھ رہنمائی کرنی چاہیئے ان کی غم انگیز حالت کو ملاحظہ کرنا چاہیئے، فخر و مباہات کے سلسلہ میں ان کے اسلاف و بزرگ کافی ہیں، پس اگر ہمارے بزرگ حق پر تھے، جیسا کہ ہم آج تصور کرتے ہیں، تو آج ہم اس نتیجہ پر کیوں پہونچے ہیں۔ یہ چیز تو اس انقلاب کی رہین منت ہے جو امت نبیؐ روحی و ارواح العالمین لہٗ الفداء کی وفات کے بعد رونما ہوا:

﴿يا أيها الذين آمنوا كونوا قوّامين بالقسطِ شُهداءَ لله ولو على أنْفُسكم أو الوالدينِ والأقربينَ إن يكنْ غنياً أو فقيراً فاللّهُ أوْلَىٰ بهما، فلا تتبعُوا الهوى أنْ تَعْدِلوا وإنْ تَلْوُوا أو تُعرِضُوا فإنّ الله كانَ بما تعملون خبيراً﴾

سورۂ نساء، آیت ۱۳۵

اے ایمان والو! عدل و انصاف کے ساتھ قیام کرو

اور اللہ کے لئے گواہ ہو چاہے اپنی ذات یا اپنے والدین اور اقرباہی کے خلاف کیوں نہ ہو۔ جس کے لئے گواہی دینا ہے وہ غنی ہو یا فقیر اللہ دونوں کے لئے تم سے اولیٰ ہے لہٰذا خبردار خواہشات کا اتباع نہ کرنا تاکہ انصاف کر سکو اور اگر توڑ مروڑ سے کام لیا یا بالکل کنارہ کشی کرلی تو یاد رکھو اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے ۔

بعض صحابہ کے متعلق اہل ذکر کا نظریہ

حضرت علی علیہ السلام ان بعض سابق صحابہ کی اس طرح توصیف فرماتے ہیں :

فلمّا نهضتُ بالأمر، نكثتْ طائفةٌ ومرقتْ أخرى، وقسط آخرون[1]، كأنّهم لم يسمعوا كلامَ الله حيثُ يقول: ﴿تلك الدار الآخرة نجعلُها للّذين لا يريدون عُلُوّاً في الأرض ولا فساداً والعاقبة للمتّقين﴾ بلَى والله لقد سمعوها ووعوها، ولكنّهم حليت الدنيا في أعيُنهم وراقهم زِبرِجُها - لہ

مگر اس کے باوجود جب میں امر خلافت کو لے کر اٹھا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ ڈالی، اور دوسرا دین سے نکل گیا

لہ نہج البلاغہ ،خطبہ نمبر ۳

اور تیسرے گروہ نے فسق اختیار کر لیا، گویا انھوں نے اللہ کا یہ اشارہ سنا ہی نہ تھا کہ "یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لئے قرار دیا ہے جو دنیا میں نہ (بے جا) بلندی چاہتے ہیں اور نہ فساد پھیلاتے ہیں اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے"، ہاں ہاں خدا کی قسم! ان لوگوں نے اس کو سنا تھا اور یاد کیا تھا لیکن ان کی نگاہوں میں دنیا کا جمال کھپ گیا اور اس کی سج دھج نے انھیں لبھا دیا۔

نیز آپ نے انھیں کے لئے فرمایا:

اتّخذوا الشيطان لأمرهم ملاكاً واتّخذهم له أشراكاً فباض وفرّخ في صدورهم ودبّ ودرجَ في حجُورِهم فنظر بأعينهم ونطق بألسنتهم فركب بهم الزّلل وزيّن لهم الخطل فِعلَ من قد شرّكه الشيطان في سلطان ونطق بالباطل على لسانه. [1]

انھوں نے اپنے ہر کام کا کرتا دھرتا شیطان کو بنا رکھا ہے اور اس نے ان کو اپنا آلۂ کار بنا لیا ہے اس نے ان کے سینوں میں انڈے دیئے ہیں اور بچے نکالے ہیں اور انھیں کی گود میں وہ بچے رینگتے اور اچھلتے کودتے ہیں، وہ دیکھتا ہے تو ان کی آنکھوں سے، بولتا ہے تو ان کی زبانوں سے، اس نے انھیں خطاؤں کی راہ پر لگا دیا ہے۔ اور بری باتیں سجا کر ان کے سامنے

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۷

رکھی ہیں جیسے اس نے انھیں اپنے تسلط میں شریک بنالیا ہو اور
انھیں کی زبانوں سے اپنے کلامِ باطل کے ساتھ بولتا ہے۔

حضرت علیؑ عمر عاص کے متعلق فرماتے ہیں:

عجباً لابن النّابغة... لقد قال باطلاً ونطق اثماً، أما وشرُّ القول الكذِبُ، إنه يقول فيكذبُ ويعِدُ فيُخلِفُ، ويَسْأَلُ فيُلحِفُ ويُسْأَلُ فيبْخَلُ، ويخونُ العهدَ ويقطَعُ الإلَّ. [1]

نابغہ کے بیٹے پر حیرت ہے ... یاد رکھو بدترین قول وہ ہے جو جھوٹ ہو۔ اور وہ خود بات کرتا ہے تو جھوٹی اور وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے، مانگتا ہے تو لپٹ جاتا ہے اور خود اس سے مانگا جائے تو اس میں بخل کر جاتا ہے، وہ پیمان شکنی اور قطع رحمی کرتا ہے۔

رسولِ اکرمؐ نے فرمایا:

منافق کی تین علامتیں ہیں: جب وہ گفتگو کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے، اور جب کسی کی امانت رکھتا ہے تو خیانت کرتا ہے،

اور یہ تمام بری صفتیں بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر بن عاص میں موجود ہیں!

جب حضرت ابوذرؓ کو ربذہ کی طرف جلاوطن کیا گیا تو ان کی مدح میں اور عثمان اور عثمان کے ساتھیوں کی مذمت میں اور ان کی تن تنہائی کے بارے میں فرمایا:

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۸۳

يا أبا ذر، إنّك غضبتَ لِلّهِ فارجُ من غضبتَ لهُ، إنّ القومَ خافوكَ على دنياهم وخفتَهم على دينك، فاترك في أيديهم مَا خافوكَ عليه، واهرب منهم بِمَا خِفْتَهم عليه، فَما أحوجهم إلى ما منعتهم وما أغناكَ عمّا منعوك، وستعلمُ من الرابحُ غداً والأكثر حُسَّداً. ولو أن السّماوات والأرضين كانتَ على عبدٍ رتْقاً ثم اتّقى الله لجعل الله لَهُ منهما مخرجاً، ولا يُؤنِسَنَّكَ إلاّ الحقُّ، ولا يُوحِشَنَّكَ إلاّ الباطِلُ، فلو قبِلتَ دنياهم لأحبُّوك، ولو قرضتَ منها لأمنوك.[1]

اے ابوذر! تم اللہ کے لئے غضبناک ہوئے ہو تو پھر جس کی خاطر یہ تمام غم و غصہ ہے اسی سے امید بھی رکھو ان لوگوں کو تم سے اپنی دنیا کے متعلق خطرہ ہے اور تمھیں ان سے اپنے دین کے متعلق اندیشہ ہے لہٰذا جس چیز کے لئے انھیں تم سے کھٹکا ہے وہ انھیں کے ہاتھ میں چھوڑ دو اور جس شئی کے لئے تمھیں ان سے اندیشہ ہے اسے لے کر ان سے بھاگ نکلو جس چیز سے تم انھیں محروم کر کے جا رہے ہو۔ کاش کہ وہ سمجھتے کہ وہ اس کے لئے کتنے حاجت مند ہیں۔ اور جس چیز کو انھوں نے تم سے روک لیا ہے۔ اس سے تم بہت ہی بے نیاز ہو اور جلد ہی تم جان لوگے کہ کل فائدہ میں رہنے والا کون ہے اور کس پر حسد

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۲۹

کرنے والے زیادہ ہیں اگر یہ آسمان و زمین کسی بندے پر بند
پڑے ہوں اور وہ اللہ سے ڈرے تو وہ اس کے لیے زمین و
آسمان کی راہیں کھول دے گا، تمھیں صرف حق سے دلچسپی ہونا
چاہیے صرف باطل ہی سے گھبرانا چاہیے۔ اگر تم ان کی دنیا قبول
کرلیتے تو وہ تمھیں چاہنے لگتے اور تم اس میں کوئی حصہ اپنے
لئے مقرر کرالیتے تو وہ تم سے مطمئن ہو جاتے۔

مغیرہ ابن اخنس کے بارے میں فرماتے ہیں جو بزرگ صحابہ میں سے ہیں:

يا بن اللّعين الأبتر، والشجرة التي لا أصل لها ولا فرع، والله ماأعزّ الله من أنتَ ناصرُهُ، ولا قامَ منْ أنتَ مُنهِضُهُ. إخرج عنّا أبعد الله نواكَ ثمّ أبلغْ جهدَكَ فلا أبقَى الله عليكَ إنْ أبقيتَ. [1]

اے بے اولاد لعین کے بیٹے اور ایسے درخت کے
پھل جس کی نہ کوئی جڑ ہے نہ شاخ تو بھلا مجھ سے کیا نپٹے گا۔
خدا کی قسم جس کا تجھ ایسا مددگار ہو، اللہ اسے غلبہ و سرفرازی نہیں
دیتا اور جس کا تجھ جیسا ابھارنے والا ہو (وہ اپنے پیروں پر) کھڑا
نہیں ہو سکتا ہم سے دور ہو خدا تمھاری منزل کو دور رکھے اور
اس کے بعد جو بن پڑے کرنا اور اگر کچھ بھی مجھ پر ترس کھائے
تو خدا تجھ پر رحم نہ کرے۔

حضرت علی علیہ السلام نے دو مشہور صحابہ طلحہ اور زبیر کہ جنھوں نے

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۳۳

پہلے آپ کی بیعت کی اور پھر بیعت توڑ کر آپ کے مد مقابل آ گئے، کے متعلق فرمایا:

والله ما أنكروا علي مُنكراً، ولا جعلوا بيني وبينهم نصَفاً، وإنّهم ليطلبون حقاً هُمْ تركوه، ودَماً هُمْ سفكُوهُ...

وإنها للفئة الباغية فيها الحمَا والحُمَّةُ والشبْهةُ المُغْدِفَةُ وإنّ الأمر لواضحٌ، وقد زاح الباطلُ عن نصابه وانقطع لسانُه عن شغبِهِ...

فأقبلتُمْ إليَّ إقبال العوذِ المطافيل على أولادها تقولون البيعةَ البيعةَ،قبضْتُ كفِّي فبسطتُموها، ونازعتكم يدي فجاذبتموها.

اللّهمَّ إنّهما قَطعاني وظلماني، ونكثَا بيعتي، وألَّبا النّاسَ عليَّ، فاحلُلْ ما عقَدا، ولا تُحكم لهما مَا أبرمَا، وأرِهمَا المسَاءَةَ فيما أمَّلَا وعَمِلَا، ولقد استَثَبْتُهُمَا قبل القتال،واستأنيتُ بهماأمَامَ الوقاع فغَمَطَا النّعمةَ وردَّا العَافيةَ.[1]

وفي رسالة منه إليهما أيضاً فارجعا أيها الشيخان عن رأيكما فإن الآن أعظمُ أمركما العارُ من قبل أن يجتمع العارُ والنارُ والسلام.[2]

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۳۵

[2] " مکتوب نمبر ۵۴

خدا کی قسم انھوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ انھوں نے میرے اور اپنے درمیان انصاف برتا، وہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے خود ہی انھوں نے چھوڑ دیا اور اس خون کا عوض چاہتے ہیں جسے انھوں نے خود بہادیا۔

اور بلاشبہہ یہی وہ باغی گروہ ہے جس میں ایک ہمارا سگا (زبیر) اور ایک بچھو کا ڈنک (حمیرا) ہے اور حق پر سیاہ پردہ ڈالنے والے شبہہ میں ہیں (اب تو) حقیقت حال کھل کر سامنے آچکی ہے اور باطل اپنی بنیادوں سے ہل چکا ہے اور شر انگیزی سے اس کی زبان بند ہو چکی ہے۔

تم اس طرح (شوق و رغبت کا) بیعت بیعت پکارتے ہوئے میری طرف بڑھے جس طرح نئی بیاہی ہوئی بچوں والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف، میں نے اپنے ہاتھوں کو اپنی طرف سمیٹا تو تم نے انھیں اپنی جانب سے پھیلایا میں نے اپنے ہاتھوں کو تم سے چھیننا چاہا مگر تم نے انھیں کھینچا۔

خدایا ان دونوں نے میرے حقوق کو نظر انداز کیا ہے اور مجھ پر ظلم ڈھایا ہے اور میری بیعت کو توڑ دیا ہے اور میرے خلاف لوگوں کو اکسایا ہے، لہذا تو، جو انھوں نے گرہیں لگائی ہیں انھیں کھول دے اور جو انھوں نے بنا ہے اسے مضبوط نہ ہونے دے اور انھیں ان کی امیدوں اور کرتوتوں کا برا نتیجہ دکھا، میں نے جنگ کے چھڑنے سے پہلے انھیں باز رکھنا چاہا اور لڑائی سے قبل انھیں ڈھیل دیتا رہا، لیکن انھوں نے اس نعمت

کی قدر نہ کی اور عافیت کو ٹھکرا دیا۔

اور اپنے ایک خط میں طلحہ و زبیر کے بارے میں فرماتے ہیں:

بزرگوارو! اپنے اس رویہ سے باز آؤ کیونکہ ابھی تو
تم دونوں کے سامنے ننگ و عار کا مرحلہ ہے۔ مگر اس کے بعد
تو اس ننگ و عار کے ساتھ (دوزخ) کی آگ بھی جمع ہو جائیگی

والسلام

پھر مروان ابن حکم کے متعلق فرماتے ہیں کہ جس کو جنگ جمل کے
موقع پر گرفتار کر لیا تھا، پھر بعد میں رہا کر دیا، یہ ان افراد میں سے ہے جنھوں نے
بیعت کرنے کے بعد بیعت توڑ دی تھی:

لَا حاجة لي في بيعتِهِ إنّها كفٌّ يهوديّة، لو
بايعني بكفِّهِ لغَدَرَ بسبَّتِهِ،أَمَا إنّ لَهُ إمْرَةً كلعقةِ الكلْبِ
أَنْفَهُ وهو أبــو الأكبش الأربعةِ، وستلقَى الأمَّةُ منْهُ و
مِنْ ولَدِهِ يوماً أحْمَرَ. [1]

اب مجھے اس کی بیعت کی ضرورت نہیں، یہ یہودی
قسم کا ہاتھ ہے، اگر ہاتھ سے بیعت کرے گا تو ذلیل طریقے سے
توڑ بھی دے گا تمھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ بھی اتنی دیر کہ کتا اپنی
ناک چاٹنے سے فارغ ہو حکومت کرے گا اور اس کے چار
بیٹے بھی حکمراں ہوں گے، اور امت اس کے اور اسکے بیٹوں کے
ہاتھوں سے سختیوں کے دن دیکھے گی۔

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۷۱

علی علیہ السلام ان صحابہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ جنھوں نے جنگ جمل کے موقع پر عائشہ کے ساتھ بصرہ کی طرف کوچ کیا تھا ان میں طلحہ و زبیر بھی تھے:

فخرجوا يجرّون حُرمَةَ رسول الله صلّى الله عليه وآله كما تُجرُّ الأمَةُ عند شرائِهَا متوجهين بها إلى البصرة، فحبسَا نساءهُما في بُيوتهما وأبْرزَا ..

حبيس رسول الله صلّى الله عليه وآله لهُما ولغير هما، في جيش ما منهم رجلٌ إلاّ وقد أعطاني الطاعةَ وسمحَ لي بالبيعة طائعاً غير مكره، فقدِمُوا على عاملي بها وخُزّان بيت مال المسلمين وغيرهم من أهلها فقتلوا طائفة صبراً، وطائفة غدْراً فوالله لو لم يصيبوا من المسلمين إلا رجلاً واحداً معتمدين لقتله بلا جُرم جرّهُ، لحلّ لي قتل ذلك الجيش كلّه إذْ حضروهُ فلم ينكروا ولم يدفعوا عنه بلسان ولا يد، دع ما أنّهم قد قتلوا من المسلمين مثل العدّة التي دخلوا بها عليهم. [1]

وہ لوگ مکہ سے بصرہ کا رخ کئے ہوئے اس طرح نکلے کہ رسول اللہ کی حرمت و ناموس کو یوں کھینچے پھرتے تھے جس طرح کسی کنیز کو فروخت کے لئے (شہر بشہر) پھرایا جاتا ہے ان دونوں نے اپنی بیویوں کو تو گھر میں روک رکھا تھا اور رسول اللہ

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۷۰

کی بیوی کو اپنے اور دوسروں کے سامنے کھلے بندوں لے آئے تھے۔ ایک ایسے لشکر میں کہ جس کی ایک ایک فرد میری اطاعت تسلیم کئے ہوئے تھی اور بہ رضاو رغبت میری بیعت کرچکا تھا۔ یہ لوگ بصرہ میں میرے (میرے مقرر کردہ) عامل اور مسلمانوں کے بیت المال کے خزینہ داروں اور وہاں کے دوسرے باشندوں تک پہونچ گئے اور کچھ لوگوں کو قید کے اندر مار کے، اور کچھ لوگوں کو حیلہ و مکر سے شہید کیا۔ خدا کی قسم اگر وہ مسلمانوں میں سے صرف ایک ناکردہ گناہ مسلمان کو عمداً قتل کرتے تو بھی میرے لئے جائز ہوتا کہ میں اس تمام لشکر کو قتل کروں کیونکہ وہ موجود تھے اور انھوں نے نہ تو اسے برا سمجھا اور نہ زبان اور ہاتھ سے اس کی روک تھام کی چہ جائے کہ انھوں نے مسلمانوں کے اتنے آدمی قتل کردیئے جتنی تعداد خود ان کے لشکر کی تھی۔ جسے لے کر ان پر چڑھ دوڑے تھے

علی علیہ السلام صحابہ میں سے عائشہ کی اتباع کرنے والوں کے متعلق جنگ جمل کے موقع پر فرماتے ہیں:

كنتُمْ جند المرأةِ وأتباعَ البهيمة. رغا فأجبتُمْ وعَقَر فهربتُم أخلاقُكم دقاقٌ وعهدُكم شقاقٌ، ودينكم نفاقٌ

أمّا فلانةُ فأدركها رأيُ النّساء، وضغنٌ غلا في صدرها كمرجَلِ القينِ ولو دُعيتْ لتنال من غيري ما أتتْ إليَّ لم تفعَلْ ولها بعدُ حُرمتُهاالأولى والحسابُ

علی اللہ تعالیٰ [1]

تم ایک عورت کی سپاہ اور ایک چوپائے کے تابع تھے وہ بلبلایا تو تم لبیک کہتے ہوئے بڑھے اور وہ زخمی ہوا تو تم بھاگ کھڑے ہوئے۔ تم پست اخلاق اور عہد شکن ہو، تمہارے دین کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہے۔

رہیں فلاں! تو ان میں عورتوں والی کم عقلی آگئی ہے اور لوہار کے لڑھاؤ کی طرح کینہ و عناد ان کے سینہ میں جوش مار رہا ہے اور جو سلوک مجھ سے کر رہی ہیں اگر میرے سوا کسی دوسرے سے ویسے سلوک کو ان سے کہا جاتا تو وہ نہ کرتیں۔ ان سب چیزوں کے بعد بھی ہمیں ان کی سابقہ حرمت کا لحاظ ہے انکا حساب و کتاب اللہ کے ذمہ ہے۔

اور تمام قریش کے متعلق جو بلاشک و شبہ اصحاب ہیں"

فرماتے ہیں:

أمّا الاستبدادُ علينا بهذا المقام ونحنُ الأعلونَ نسباً، والأشدّونَ برسول الله صلّى الله عليه وآله نَوْطاً، فإنّها كانتْ أَثَرَةً شَحَتْ عليها نفوس قوم و سخَتْ عنها نفوسُ آخرين، والحكمُ الله والمَعُودُ إليه القيامةُ ودع عنك نهباً صِيحَ في حُجَراته.

وهلمّ الخطبَ في ابن أبي سفيان فلقد

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۵۳

أضحكني الدّهرُ بعد إبكائه ولاغروَ والله فيا لهٗ خطباً يستفرغُ العَجَبَ ويُكثِرُ الأوَدَ، حاولَ القومُ إطفاء نور الله من مصباحه وسدّفوّاره من يُنبوعِهِوجَدَحوا بيني وبينهم شِرباً وبيئاً فإنِ ترتفعُ عنّا وعنهم مِحَنُ البلوى أحملهم من الحقّ على محضِهِ وإنْ تكنِ الأخرى فلا تذهبْ نفسُك عليهم حسراتٍ إنَّ الله عليمٌ بما يصنعون.

اس منصب پر خود اختیاری سے جم جانا، باوجودیکہ ہم نسب کے اعتبار سے بلند تھے، اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ قرابت بھی قوی تھا ان کی یہ خود غرضی تھی جس میں کچھ لوگوں کے نفس اس پر مر مٹے تھے اور کچھ لوگوں کے نفسوں نے اس کی پروا تک نہ کی اور فیصلہ کرنے والا اللہ ہے اور اس کی طرف بازگشت قیامت کے روز ہے (اس کے بعد حضرت نے بطور تمثیل یہ مصرع پڑھا) چھوڑو اس لوٹ مار کے ذکر کو کہ جس کا چاروں طرف شور مچا ہوا تھا۔

اب تو اس مصیبت کو دیکھو کہ جو ابو سفیان کے بیٹے کی وجہ سے آئی ہے مجھے تو (اس پر) زمانہ نے رلانے کے بعد ہنسایا ہے۔ اور زمانہ کی (موجودہ روش سے) خدا کی قسم کوئی تعجب نہیں ہے۔ اس مصیبت پر تعجب ہوتا ہے کہ جس سے تعجب کی حد ہو گئی ہے۔ اور جس نے بے راہ رویوں کو بڑھا دیا ہے۔ کچھ لوگوں نے اللہ کے روشن چراغ کا نور بجھانا چاہا اور اس کے سرچشمہ (ہدایت) کے فوارے کو بند کرنے کے درپے ہوئے۔ اور میرے اور اپنے درمیان زہریلے گھونٹوں کی آمیزش کی۔ اگر اس

ابتلا کی دشواریاں ہمارے اور ان کے درمیان سے اٹھ جائیں تو
میں انھیں خالص حق کے راستے پر لے چلوں گا اور اگر کوئی اور
صورت ہوگئی تو پھر ان پر حسرت و افسوس کرتے ہوئے تمہارا
دم نہ نکلے اس لئے کہ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اسے خوب
جانتا ہے۔ [۱]

اسی مفہوم کے فقرات فاطمہ زہرا کے دفن کے موقع پر رسولؐ
کو خطاب کر کے فرمایا:

وستُنبئُكَ ابنتُكَ بتضافرِ أمّتِكَ على هضمِها
فأحفها السؤال واستخبرها الحال. هذا ولم يطل
العهد ولم يخلُ منك الذكر... [۲]

وہ وقت آگیا کہ آپ کی بیٹی آپ کو بتائیں کہ کس
طرح آپ کی امت نے ان پر ظلم ڈھانے کے لئے ایکا کر لیا۔
آپ ان سے پورے طور پر پوچھیں اور تمام احوال و واردات
دریافت کریں یہ ساری مصیبتیں ان پر بیت گئیں حالانکہ آپ کو
گذرے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور نہ آپ کے تذکروں
سے زبانیں بند ہوئی تھیں۔

آپ معاویہ کے ایک خط میں فرماتے ہیں:

فإنّك مُترفٌ قد أخذ الشيطانُ منك مأخذَهُ

---

[۱] نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۶۰

[۲] " " خطبہ نمبر ۲۰۰

وبَلَغَ فيكَ أَمَلَهُ وجَرى مِنْك مجرى الروح والدَّمِ.

ومتى كنتم يا معاوية ساسة الرعيّة وولاّة أمر الأمّةِ بغير قدم سابق ولا شرف باسقٍ ونعوذ بالله من لزوم سوابق الشّقاء. وأُحذّرك أنْ تكون مُتمادياً في غِرَّة الأمنيةِ مُختلفِ العلانية والسريرة.

وقد دعوت إلى الحرب فدعِ النّاسَ جانباً واخرج إليَّ واعفِ الفريقين من القتالِ ليُعلمَ أيّنا المَرينُ على قلبه والمُغَطَّى على بصره، فأنا أبو حسن قاتلُ جدّكَ وخالِكَ وأخيك شدخاً يوم بدر، وذلك السيفُ معي وبذلك القلب أَلْقَى عدوّي ما استبدلتُ ديناً ولا استحدثتُ نبيّاً، وإنّي لعلى المنهاج الذي تركتموه طائعينَ ودَخلتُم فيه مُكْرهينَ...

وأمّا قولُكَ إنّا بنو عبد مناف فكذلك نحنُ، ولكن ليس أميةَ كهاشِم ولا حربٌ كعبد المُطّلب ولا أبو سفيان كأبي طالب ولاالمهاجرُ كالطليقُ ولاَالصَّريحُ كاللّصيقِ ولا المحقُّ كالمُبطِلِ ولا المؤمِنُ كالمُدْغِلِ ولبئْسَ الخَلَفُ خَلَفٌ يتتبعُ سلفاً هَوَى في نار جهنّم.

وفي أيدينا بعدُ فضلُ النبوّة التي أذلَلْنا بها العزيز ونعشنا بها الذّليل ولمّا أدخل الله العربَ في دينه أفواجاً وأسلمتْ له هذه الأمّةُ طوعاً وكرْهاً كنتُم ممّنْ دخلَ في الدِّين إمّا رغبةً وإمّا رَهبةً، على حين

فازَ أهل السَّبقِ بسبْقِهم وذهبَ المهاجرونَ الأوّلون
بفضلهم.

وقد دعوتنا إلى حُكْمِ القرآنِ ولَسْتَ من أهْلِهِ،
ولسنا إيّاكَ أجبْنا ولكِنّا أجبنَا القرآن في حُكْمِهِ
والسّلام

تم عیش وعشرت میں پڑے ہو، شیطان نے تم میں
اپنی گرفت مضبوط کرلی ہے، وہ تمھارے میں اپنی آرزوئیں
پوری کرچکا ہے اور تمھارے اندر روح کی طرح سرایت کر گیا ہے۔
اور خون کی طرح رگ و پے میں دوڑ رہا ہے۔

اے معاویہ! بھلا تم لوگ (امیہ کی اولاد) کب رعیت
پر حکمرانی کی صلاحیت رکھتے تھے اور کب امت کے امور کے
والی و سرپرست تھے؟ بغیر کسی پیش قدمی اور بغیر کسی بلند عزت
و منزلت کے ہم دیرینہ بدبختیوں کے گھر کر لینے سے اللہ کی پناہ
مانگتے ہیں۔ میں اس چیز پر تمھیں متنبہ کئے دیتا ہوں کہ تم ہمیشہ آرزوؤں
کے فریب پر فریب کھاتے ہو اور تمھارا ظاہر باطن سے جدا رہتا
ہے۔

تم نے مجھے جنگ کے لئے للکارا ہے تو ایسا کرو کہ
لوگوں کو ایک طرف کر دو اور خود (میرے مقابلہ میں) باہر نکل
آؤ، دونوں فریق کو کشت وخون سے معاف کر دو تاکہ پتہ چل جائے
کہ کس کے دل پر زنگ کی تہیں چڑھی ہوئی اور آنکھوں پر پردہ
پڑا ہوا ہے۔ میں (کوئی اور نہیں) وہی ابوالحسن ہوں کہ جس نے

تمھارے نانا، تمھارے ماموں، اور تمھارے بھائی کے پرخچے اڑا کر بدر کے دن مارا تھا، وہی تلوار اب بھی میرے پاس ہے اور اسی دل گردے کے ساتھ اب بھی دشمن سے مقابلہ کرتا ہوں نہ میں نے کوئی دین بدلا ہے اور نہ کوئی نیا نبی کھڑا کیا ہے اور میں بلاشبہ اسی شاہراہ پر ہوں جسے تم نے اپنے اختیار سے چھوڑ رکھا تھا۔ اور پھر بمجبوری اس میں داخل ہوئے۔ [1]

تمھارا یہ کہنا کہ ہم عبد مناف کی اولاد ہیں تو ہم بھی ایسے ہی ہیں۔ مگر امیہ ہاشم کے اور حرب عبد المطلب کے اور ابوسفیان ابوطالب کے برابر نہیں ہیں (فتح مکہ کے بعد) چھوڑ دیا جانے والا مہاجر کا ہم مرتبہ نہیں اور الگ سے نتھی کیا ہوا روشن و پاکیزہ نسب والے کے مانند نہیں اور غلط کار حق کے پرستار کا ہم پلہ نہیں اور منافق مومن کے ہم درجہ نہیں ہے۔ کتنی بری نسل ہے وہ نسل جو جہنم میں گر چکنے والے اسلاف کی ہی پیروی کر رہی ہے؟

پھر اس کے بعد ہمیں نبوت کا بھی شرف حاصل ہے کہ جس کے ذریعہ ہم نے طاقتور کو کمزور اور پست کو بلند و بالا کر دیا اور جب اللہ نے عرب کو اپنے دین میں جوق در جوق داخل کیا اور امت اپنی خوشی سے اسلام لے آئی تو تم وہ لوگ تھے کہ جو لالچ یا ڈر سے اسلام لائے اس وقت کہ جب سبقت کرنے

---

[1] نہج البلاغہ، مکتوب نمبر ۱۰

والے سبقت حاصل کر چکے تھے، اور مہاجرین اولین فضل و شرف کو لے جا چکے تھے۔ [۱]

تم نے ہمیں قرآن کے فیصلہ کی طرف دعوت دی حالانکہ تم قرآن کے اہل نہیں تھے تو ہم نے تمھاری آواز پر لبیک نہیں کہی بلکہ قرآن کے حکم پر لبیک کہی۔ [۲]

والسلام

﴿وقُلْ جاءَ الحقُّ وزهقَ الباطِلُ إنَّ الباطِلَ كانَ زهوقاً﴾
اور کہہ دیجیے حق آگیا اور باطل فنا ہوگیا اور باطل کے لئے تو فنا ہے ہی۔ [۳]

۱۔ نہج البلاغہ مکتوب نمبر ۱۷
۲۔ " " نمبر ۴۸
۳۔ سورۂ اسرا، آیت ۸۱

فہرست

عنقریب میری ندا سننے والے کانوں، کشادہ قلوب اور بابصیرت آنکھوں تک پہونچے گی جس کے ذریعہ میں دنیا و آخرت میں خوش بخت ہو جاؤں گا۔ خدا سے میری دعا ہے کہ میرے عمل کو اپنے لئے خالص قرار دے اور اسے قبول کر لے، میری خطاؤں کو بخش دے اور مجھے دنیا و آخرت میں محمدؐ و آل محمدؐ کا خدمت گذار بنا دے کیونکہ ان کی خدمت میں عظیم کامیابی ہے۔ بیشک میرے رب کا راستہ سیدھا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين والصلاة والسّلام على محمّد وآله الطيّبين الطّاهرين.

محمد تیجانی السماوی

التماس سورہ فاتحہ برائے تمام مرحومین

۱] شیخ صدوقؒ
۲] علامہ مجلسیؒ
۳] علامہ سید اظہر حسین
۴] علامہ سید علی نقی
۵] بیگم و سید عابد علی رضوی
۶) بیگم و سید احمد علی رضوی
۷) بیگم و سید رضا امجد
۸) بیگم و سید علی حیدر رضوی
۹) بیگم و سید سبط حسن
۱۰) بیگم و سید مردان حسین جعفری
۱۱) بیگم و سید جبار حسین
۱۲) بیگم و مرزا توحید علی
۱۳) سید حسین عباس فرحت
۱۴) بیگم و سید جعفر علی رضوی
۱۵) سید نظام حسین زیدی
۱۶) سیدہ ہما زہرہ
۱۷) سیدہ رضویہ خاتون
۱۸) سید نجم الحسن
۱۹) سید مبارک رضا
۲۰) سید تہنیت حیدر نقوی
۲۱) بیگم و مرزا محمد ہاشم
۲۲) سید باقر علی رضوی
۲۳) بیگم و سید باسط حسین
۲۴) سید عرفان حیدر رضوی
۲۵) بیگم و اخلاق حسین
۲۶) سید ممتاز حسین
۲۷) بیگم و سید اختر عباس
۲۸) سید محمد علی
۲۹) سیدہ رضیہ سلطان
۳۰) سید مظفر حسنین
۳۱) سید باسط حسین نقوی
۳۲) غلام محی الدین
۳۳) سید ناصر علی زیدی
۳۴) سید وزیر حیدر زیدی
۳۵) ریاض الحق
۳۶) خورشید بیگم